تاریخ و شجرہ قریشی ہاشمی ﷺ:
ایک عظیم و مبارک علمی ورثہ

یہ مواد "تاریخ و شجرہ قریشی ہاشمی" نامی کتاب کا نچوڑ ہے، جو خاندانِ ہاشم کی مکہ مکرمہ میں تاریخی خدمات، ان کے اعلیٰ اوصاف، اور ان کی روحانی و مسلکی شناخت پر روشنی ڈالتا ہے۔



تحقیق و مرتبہ: محمد طاہر الہاشمی (ایم اے علوم اسلامیہ، ایم اے ہسٹری، بی ایڈ)

اشاعت　2022

ای بک

نظم و ترتیب　محمد طاہر ہاشمی

ہدیہ　بموقع

بار　اول

برائے رابطہ

hashmipk786@gmail .com

برائے ایصال ثواب

والد گرامی و والدہ محترمہ

مولایَ صلِّ وَسَلِّم دائماً ابداً

علیٰ حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِھِم

اظہار تشکر

تمامی احباب جنہوں نے دعاؤں میں یاد رکھا بالخصوص برادر بزرگوار جناب محمد عارف ہاشمی صاحب، برادر عزیز محمد محسن ہاشمی صاحب، جناب برادر عزیز محمد احمد ہاشمی صاحب، عزیزم محمد حسان ہاشمی اور عزیزم محمد انس ہاشمی۔ عزیزم مزمل اقبال ہاشمی، حافظ محبوب اللہ ہاشمی و بھتیجے وبھانجے تمام ہمشیر گان، دختران اور بالخصوص زوجہ محترمہ جنہوں نے شبانہ روز خدمت گذاری کی ایک نئی مثال قائم کی اللہ کریم سب کو ایمان، صحت اور شادمانی کی زندگی عطا کرے جنہوں نے میری صحت کے لئے شب وروز کوششیں کیں اجر تو اللہ کریم جل شانہ کی طرف سے ہی ہے۔ اللہ کریم سب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین!

فہرست

انتساب

وجہ وجود کائنات، باعث تخلیق کائنات، مقصودِ کائنات سید و سرور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کہ جن کی ضیا پاشیوں سے خاندان ہاشمی کو سطوت و شان عطا ہوئی۔

ہزاروں درود و سلام ہون آپ پر، آپ کی اولاد پر آپکی آل پر آپکی اہل بیت پر اور آپکے اصحاب پر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

و

والدین محترم قبلہ نور احمد ہاشمیؒ و محترمہ مسعودہ ہاشمیؒ جنکی محبتوں اور دعاؤں سے توفیق میسر ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (٢٤) تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (٢٥) ابراہیم 24)

کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں

میں نے اپنا نام اتنا لمبا کیوں لکھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

ترجمہ

جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، سو جن لوگوں کو ان اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے اعمال ناموں کو پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

محمدی: چونکہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم نبی اکرم ﷺ کے امتی ہیں

حنفی: امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں

ماتریدی: علم الکلام کے اعتبار سے عقائد میں ابو منصور ماتریدی کے زیر اثر

قادری: حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید

سروری: حضور سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے مشرب کے حامل

اعتذار

بندہ کو اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا اعتراف ہے
لیکن تقریباً ہر گھر میں ایک اضطراب تھا کہ
شجرہ شریف کو جن کے پاس ہے نئ نسل اس
سے آشنا نہیں۔بندہ نے چونکہ قبلہ ماسٹر محمد نواز صاحب
کی کچھ عرصہ سنگت کی ہے۔اور ان کی تحقیق دیکھی
اور قبلہ والد گرامی قدر نے اس کی نقل تیار کر لی تھی
اسلئے مزید تحقیق اور جستجو سے اسے یہ رنگ دے دیا ہے۔
اگرچہ ناقص ہے پر اس کا نعم البدل فی الحال کوئی نہیں

عرض گذاشت

شجرہ شریف میں کچھ بزرگوں کے نام کے ساتھ شیخ کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ عزت افزائی اور مقام و مرتبہ کے لئے مستعمل تھا۔ اور واعظ، فقیہ، عالم، فاضل، مذہبی، علوم میں فائق شخص کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ عموماً شیخ (استاد) یا امرا یا بادشاہ ایک ٹائٹل کے عطا کرنے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ بعد ازاں مریدین نے اپنے مذہبی رہبر کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

چونکہ ہمارے بزرگ شاہی عہدون پر رہے ہیں اس لئے بادشاہوں نے جیسے شاہ جہاں، احمد شاہ درانی اور عالمگیر نے انہیں بالخصوص ان خطابات سے نوازا۔ بلکل اسی طرح کا لقب ہے جیسے شیخ الاسلام، شیخ الجامعہ اور شیخ الشیوخ وغیرہ۔

شجرہ نسب کو پرکھنے کا طریقہ کار و کسوٹی

نسابین کرام نے کسی بھی نسب نامہ کو پرکھنے کے لیے کچھ شرائط وضع کی جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

1۔ اطراف موجود تو سب کچھ موجود

2۔ شجرہ نسب کا قدیم کتب انساب و تاریخ سے ثابت ہونا. کوئی شجرہ خواہ کتنا ہی قدیم ہو اگر اس میں موجود افراد کا ذکر قدیم کتب انساب و تاریخ میں نہ ہو تو اس شجرہ کو مشکوک سمجھا جاتا ہے۔

3۔ زمانہ کے حساب سے درست ہونا. مثلاً اگر مورث اعلیٰ 500 سال قبل گزرا ہو تو اس سے نیچے موجودہ دور تک کم و بیش 15 پشتیں ہونی چاہیں. 2 یا 3 پشت اوپر نیچے ہونا ممکن ہے. (ایک صدی میں 3 پشت اوسط کے حساب سے)

. بلدی شہرت کا ان افراد کے دعویٰ نسب کے حق میں ہونا. مثلا ایک ایسا خاندان جو شجرہ نسب کے مطابق تو سید ہو لیکن اہل علاقہ اس کی سیادت کی نفی کریں. اور اگر اہل علاقہ کے پاس اس کے سید نہ ہونے پر قوی دلیل ہو تو یہ شجرہ غلط قرار پاتا ہے. 4. کسی بھی شجرہ میں موجود مختلف فرعوں (شاخوں) میں اگر باقی فرعیں اس شاخ کی اپنے ساتھ الحاق کی تائید نہ کریں. اور اگر نفی کریں تو شجرہ مشکوک سمجھا جاتا ہے۔

5.۔ اگر دعویٰ نسب کے مطابق اس خاندان کی دیگر شاخوں میں قدیم سے رشتہ داری وغیرہ نہیں ہو رہی ہو تو اس پر شک کیا جا سکتا ہے۔

6۔ اگر ان کے رسم و رواج یا عادات و اطوار باقی خاندان سے مختلف ہوں. تو پھر بھی شک کیا جائے گا. مثلاً اگر وہ سید ہونے کے دعویٰ دار ہیں تو ان میں سادات کے اجماعی رسم و رواج جو بلا تفریق مسلک صدیوں سے

رائج ہیں جیسے صدقہ نہ کھانا. خاندان سے باہر شادی نہ کرنا. اپنے اور اپنے اجداد کے دشمنوں سے نفرت کرنا.
محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کا محب اور طرف دار ہونا وغیرہ وغیرہ کا ہونا ضروری ہے.

اس کے علاوہ ہمارے بزرگوں نے شجرہ پرکھنے کے لیے ایک

مشہور مقولہ بیان فرمایا ہے

"شجر، ٹبر اور قبر"

مطلب اصلی سید شجرہ نسب، رشتہ داریوں اور بزرگوں کے مزارات و قبور سے پہچانا جاتا ہے۔۔ جو اصلی سید ہوتا ہے انکے پاس شجرہ نسب ہوتا ہے ان کی قدیم سے سادات میں رشتہ داریاں ہوتی ہیں اور بزرگوں کے مزارات یا قبریں بھی ہوتی ہیں۔

قریشی ہاشمی شجرہ نبوت پاکیزہ اور مبارک نسب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس شجرہ کی فضیلت پر عربی اشعار روایتی اور کلاسیکی کتبِ نسب میں ملتے ہیں، جو اس خاندان کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

مشہور عربی شعر

ایک روایتی شعر جو قریشی ہاشمی شجرہ کی شان بیان کرتا ہے، امام خطیب بغدادی کی روایت سے منسوب ہے:

أَكْرَمُ النَّاسِ قُرَيْشٌ مِنْهُمْ نَبِيُّنَا
وَمِنْهُمْ أَئِمَّةُ الْهُدَى وَالْإِمَامَةُ

ترجمہ:

سب سے افضل لوگ قریش ہیں، ان میں سے ہمارا نبی ہیں

اور انہی میں ہدایت کے امام اور امامت کے سربراہ ہیں۔

یہ شعر قریش کی برتری اور ان کے شجرہ کی نبوی عظمت کو اجاگر کرتا ہے، جو بنو ہاشم تک جڑا ہے۔

کلاسیکی نعت گو شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مشہور شعر:

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فِي قُرَيْشٍ أَكْرَمَاءَ

يَجُودُونَ بِالْمَالِ وَالْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ

ترجمہ:

بے شک اللہ کے پاس قریش میں کچھ کرم کرنے والے بندے ہیں

جو مال، علم اور ایمان سے جوئے جاتے ہیں۔

یہ اشعار قریشی ہاشمی خاندان کی پاکیزگی اور فضیلت کی عکاسی کرتے ہیں، جو اسلامی تاریخ میں ان کی مرکزی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

خاندان بنو ہاشم کے عادات و خصائل

- خواہ بڑے سے بڑے مالدار اور اہل علم اور عہدے دار ہی کیوں نہ ہوں، حلیم الطبع اور رحم دل ہوتے ہیں۔
- حق بات کے اظہار میں بے باک ہوتے ہیں
- جھوٹ اور لغو سے دور اور عفو و درگذر سے کام لیتے ہیں
- بلاخوف اپنے حقوق چھین لیتے ہیں
- سخی، مہمان نواز اور غربا پرور ہوتے ہیں
- سادگی انکی اولین پہچان ہے
- محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں
- اپنے ہاتھ سے رزق حلال کما کر کھانے اور بچوں کو کھلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں
- زکوٰۃ و صدقات اور نجس مال نہیں کھاتے
- ذہین پر دماغ اور علم و فن میں ماہر ہوتے ہیں
- نہایت بہادر اور خوش اخلاق ہوتے ہیں

معاشرتی برائیوں سے دور رہتے ہیں اور امن پسند ہوتے ہیں

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (٢٤) تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (٢٥) (ابراہیم 24)

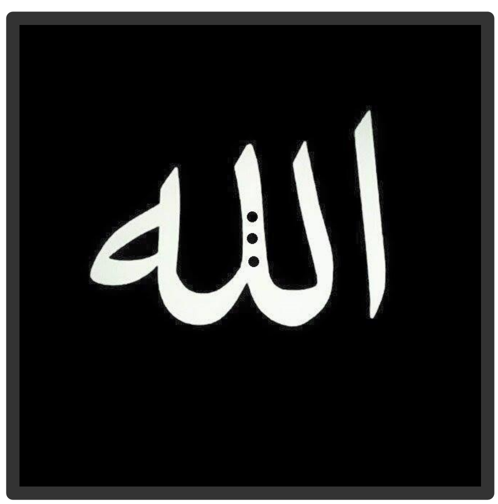
کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (بات) کی کیسی مثال بیان فرمائی وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین) میں مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثال بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اس کے لیے بالکل ثبات نہیں۔ (ابراھیم :24،26)

حضرت ابن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے اگر تم مومن کو اپنا ساتھی بناؤ گے تو وہ تم کو نفع دے گا اور اگر تم اس سے مشورہ

کروگے تو وہ تم کو نفع دے گا اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو گے تو وہ تم کو نفع دے گا اس کے ہر حال میں نفع ہے اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں نفع ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:9072، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1410ھ)



وہ صرف اللہ ہی ہے نہ اسکا کوئی باپ نہ اس کی اولاد وہ واحد واحد ہے لم یلد اور لم یولد ہے وہی الصمد ہے۔ یکتا وتنہا۔ لہذا اس کا کوئی شجرہ نہیں اور اسی کے حکم سے سبھی کے شجرے آباد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

اے حبیب مکرم ﷺ کہیے وہ اللہ ایک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔ (الاخلاص:4-1)

مطالب کی تین قسمیں

1۔ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے فرمایا، آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتادیا کہ بات یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور آپ کو اس مشقت میں نہیں ڈالا کہ آپ دلائل عقلیہ سے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کو معلوم کریں۔ امام رازی فرماتے ہیں: مطالب تین قسم کے ہیں: ایک وہ مطالب ہیں جن کو خبر کے ذریعے نہیں معلوم کیا جاسکتا یہ وہ اور معجزات کی صحت کا علم (کیونکہ عقل یہ کہتی ہے کہ اس جہان کا کوئی بنانے والا ہونا چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ وہ عالم اور قادر بھی ہو کیونکہ بغیر علم اور قدرت کے وہ اس جہان کو بنا نہیں سکتا اور نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ معجزہ دکھائے ورنہ سچے نبی اور جھوٹے نبی میں امتیاز نہیں ہو سکتا) اور

2۔ مطالب کی دوسری قسم وہ ہے جس کا بغیر خبر کے محض عقل سے علم نہیں ہو سکتا (جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (19) ہے

3۔مطالب کی تیسری قسم ہے وہ جس کا علم عقل سے بھی ہو سکتا ہے اور خبر سے بھی ہو سکتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا۔امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہم درج ذیل آیت کی تفسیر میں مفصل دلائل پیش کر چکے ہیں:لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔(الانبیاء:22)اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا متعدد خدا ہوتے تو ان کا نظام فاسد ہو جاتا ہے

1۔اگر اس کائنات کے متعدد پیدا کرنے والے ہوتے تو فرض کیجیے ایک خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا کیا جائے اور دوسرا خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا نہ کیا جائے تو دونوں کا ارداہ پورا ہونا محال ہے کہ زید پیدا بھی ہو اور نہ بھی ہو،کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے تو جس کا ارادہ پورا ہو گا وہی خدا ہو گا،دوسرا خدا نہیں ہو گا۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دونوں خدا اتفاق سے پیدا کرتے ہیں اور ان میں اختلاف نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اختلاف ممکن تو ہے تو جب ان میں اختلاف ہو گا تو پھر کس کا ارادہ پورا ہو گا سو جس کا ارادہ پورا ہو گا،وہی خدا ہو گا دوسرا خدا نہیں ہو گا،نیز جب وہ دونوں اتفاق سے پیدا کرتے ہیں تو ضروری ہو گا کہ ایک خدا دوسرے خدا کی موافقت کرے تو جس کی موافقت کی جائے گی وہ متبوع ہو گا اور جو موافقت کریگا وہ تابع ہو گا اور تابع خدا نہیں ہو سکتا تو پھر دو خدا نہیں ہو سکتے اور جب دو خدا نہیں ہو سکتے تو دو سے زیادہ بھی نہیں ہو سکتے۔

(2)۔ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں پیدائش اور موت،اور تغیر و تبدیل نظام واحد پر چل رہا ہے،سورج ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مخصوص جانب میں غروب ہو جاتا ہے،اسی طرح چاند اور ستارے بھی نظام واحد کے موافق طلوع اور غروب ہو رہے ہیں،زرعی پیداوار اور انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش اور متواتر ایک نظام کے تحت ہو رہی ہے،اگر یہاں متعدد خدا ہوتے تو کائنات کے نظام متعدد

ہوتے، ہر خدا اپنا اپنا نظام جاری کرتا اور اس کائنات میں نظام واحد ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا نظام اور خالق اور موجد بھی واحد ہے۔

3۔ اس کائنات میں ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے، تب ہی نظام صحیح رہتا ہے ورنہ نظام فاسد ہو جاتا ہے، اسکول میں ماسٹر متعدد ہوں تو ہیڈ ماسٹر واحد ہوتا ہے، صوبہ میں وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعلیٰ ایک ہوتا ہے، وفاقی وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعظم واحد ہوتا ہے اور جس ملک میں صداری نظام ہو وہاں صدر ایک ہوتا ہے تو جب ایک ملک کے دو صدر نہیں ہوسکتے تو اس کائنات کے دو خدا کیسے ہوسکتے ہیں۔

(4۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کائنات کا واحد خالق اور مالک ہے اور اس کے ثبوت میں اس نے نبیوں، رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا، اگر اس کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق تھا تو اس پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے نبی اور رسول بھیجتا، جو آکر یہ بتاتا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے اووہ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، لیکن جب ایسا کوئی نبی نہیں آیا، ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واحدہ لاشریک ہونے کا دعویٰ سچا ہے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت لازم نہیں ہے۔ جب اللہ واحد ہے تو مجوسیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ دو خدا ہیں، ایک خیر کا خالق ہے وہ یزداں ہے اور ایک شر کا خالق ہے وہ اہرمن ہے اور عیسائیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ تین خدا ہیں، اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم اور مشرکین مکہ کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مستحق عبادت ماننا بھی باطل ہو گیا۔

سورۃ الاخلاص میں فرمایا: اللہ بے نیاز ہے۔ ”الصمد“ کے معانی اور محامل اس آیت میں ”صمد“ کا لفظ ہے ”صمد“ کا معنی ہے: اپنی حاجات اور ضروریات میں جس کا قصد کیا جائے اور اسے کسی کی طرف حاجت اور ضرورت نہ ہو، الاصم نے کہا: ”الصمد‘ وہ ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہو، السدی نے کہا: ”صمد“ وہ ہے جس کا مرغوبات

کے حصول میں قصد کیا جائے اور آفات اور مصائب میں اس سے فریاد کی جائے، الحسین بن فضل البجلی نے کہا: 'صمد" وہ ہے جو جس چیز کو بھی چاہے وہ کرے اور اپنے ہر ارادہ کو پورا کرے اور اس کے کم اور اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہ ہو "صمد" وہ ہے جو غنی ہو، قرآن مجید میں ہے: "ھو الغنی الحمید۔"(الحدید:24)وہ مستغنی ہے اور تعریف کیا ہوا ہے "صمد" وہ ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو "وھو القام فوق عبادہ"(الانعام:18) وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے، قتادہ نے کہا: وہ کھاتا پیتا نہیں ہے "وھو یطعم ولا یطعم"(الانعام:1)وہ کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، نیز قتادہ نے کہا: 'صمد" وہ ہے جو ہمیشہ باقی رہے اور اس کے سوا ہر چیز فانی ہے: "کل من علیھافان۔ ویبقی وجہ ربک(الرحمن:27-26)زمین پر ہر چیز فانی ہے۔ اور آپ کا رب باقی ہے، ابو مالک نے کہا: "صمد" وہ ہے جس کو اونگھ اور موت نہیں آتی: "لا تاخذہ سنۃ ولا نوم"(البقرہ:255)اس کو نہ نیند آتی ہے نہ موت، مقاتل بن حیان نے کہا: "صمد" وہ ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو، ربیع بن انس نے کہا: "صمد" وہ ہے جس پر کوئی افت اور مصیبت نہ آئے، سعید بن جبیر نے کہا: "صمد" وہ ہے جو اپنی تمام صفات اور افعال میں کامل ہو، امام جعفر صادق نے کہا، جو ہمیشہ غالب ہو اور کبھی مغلوب نہ ہو، "صمد" وہ ہے جو تمام نقصانات اور تغیرات سے منزہ ہو اور زمان و مکان کے احاطہ سے مبرا ہو۔(تفسیر کبیر ج11 ص362-363ملخصاً و موضحاً دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1415ھ)الاخلاص:3 میں فرمایا: اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی اولاد کی نفی کی ہے اور پھر دوسرے حصہ میں اس کی نفی کی ہے کہ وہ خود کسی کی اولاد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد ہے، البتہ اس کے کئی فرقے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور یہود یہ کہتے تھے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد اس لئے نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے، اگر اس کی اولاد ہوتی تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتی اور جو پیدا ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ممکن اور حادث ہو گا۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو اللہ کا بیٹا اور اللہ کو اس کا باپ کہتے ہیں، یہ اطلاق مجازی ہے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی طور پر مسیح کا باپ ہے بلکہ اس کو عزت اور بزرگی کے طور پر باپ کہا جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے اسماء کا اطلاق کیا جاتا ہے جن میں نقص کا پہلو نہ ہو اور ان صفات کا اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہوں اور باپ ہونے میں نقص کا پہلو ہے کیونکہ اس سے جسمانی رشتہ سے باپ ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے، موجودہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کو باپ کہتے تھے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ایسا برگزیدہ نبی کب اس بات سے ناواقف ہو گا کہ باپ ہونا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کو باپ نہیں کہہ سکتے۔

الاخلاص:4 میں فرمایا: اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔ یہ بھی خالص: توحید کا تتمہ ہے کیونکہ کوئی شخص اسی کو بیوی بناتا ہے جو اس کے کفو ہو اور اس کی ہم پہلہ ہو اس کائنات میں کوئی اس کا ہم پلہ ہے ہی نہیں تو وہ کسی کو بیوی کیسے بنائے گا۔ قرآن مجید میں ہے: (الانعام: 101) اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے، اس کی تو کوئی بیوی ہی نہیں اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

الخلاص کا خلاصۃ الخلاص

1۔ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، الاخلاص:۔ 2۔ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ صمد ہے یعنی وہ رحیم و کریم ہے، سب اس کا قصد کرتے ہیں اور وہ کسی کا قصد نہیں کرتا، الاخلاص:۔ 3 میں فرمایا: وہ والد ہے نہ مولود ہے یعنی ممکنات کی صفات سے مبرا اور منزہ ہے۔ الاخلاص:۔ 1۔ میں فرمایا: اللہ احد ہے تو ان کا رد ہو گیا جو متعدد خدا

مانتے ہیں جیسے مشرکین اور عیسائی، اور الاخلاص:2۔ میں فرمایا: اللہ صمد ہے، سب اسی کا قصد کرتے ہیں تو ان کا رد ہو گیا جو اپنی حاجات میں بتوں کا قصد کرتے ہیں اور الاخلاص:3۔ میں فرمایا: وہ والد نہیں ہے تو یہود کا رد ہو گیا، جو کہتے تھے: عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مشرکین کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور الاخلاص:4۔ میں فرمایا: اللہ کا کوئی کفو اور ہم سر نہیں تو ان مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر مانتے تھے۔ یہ سورت، سورۃ الکوثر کے مقابلہ میں ہے، سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کی مدافعت کی تھی اور جس نے آپ کو ابتر کہا تھا، اس کی مذمت کی اور آپ کی شان بیان کی تھی، اس سے پہلے 'قل"(آپ کہیے) نہیں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ از خود آپ کی مدافعت کر رہا ہے اور آپ کی شان بیان کر رہا ہے اور اس سورت میں پہلے "قل" فرمایا: یعنی آپ کہیے اور اللہ تعالیٰ کی مدافعت کیجیے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف اس کا شریک، اس کا بیٹا اور اس کی بیوی مانتے ہیں، ان کا رد کیجیے تا کہ معلوم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مدافعت کر رہے ہیں، الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے بنی نضر کو ابتر کہنے والے کا رد کیا تھا اور الاخلاص میں فرمایا کہ آپ کہیے اور انکار کیجیے جو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے ہیں، اس کا بیٹا مانتے ہیں، اس کی بیوی مانتے اور اس کی شان کے خلاف اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

شرک کی تعریف اور مشرکین مکہ کا شرک کیا تھا؟

سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا ذکر فرمایا ہے اور شرک کا رد کیا ہے، اس مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ توحید پر دلائل دینے کے بعد شرک کی وضاحت کریں۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے، اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے اور وہ مستحق عبادت ہے، سو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب اور قدیم ماننا یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا شرک ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز شرک نہیں ہے۔

اہل سنت و جماعت صالحین اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں

یا اسناد مجازی کے طور پر ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہمیں فلاں چیز عطا فرمائیں جیسے حضرت ہاجرہؑ نے صفا، مروہ کے گرد سات چکر لگانے کے بعد جب حضرت جبرائیلؑ کی آواز سنی تو کہا: اغث ان کان عندک خیر۔ اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 3365 مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: 9107 مسند احمد ج1 ص253) یا جیسے حضرت جبریل (علیہ السلام) نے حضرت مریم سے کہا: (مریم:19) جبریل نے کہا: میں آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں۔ جب حضرت جبریل بیٹا دے دینے کی اپنی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو مسلمان بھی بیٹا دینے کی نسبت اولیاء اللہ اور صالحین کی طرف کر سکتے ہیں اور یہ اسناد مجازی ہے اور ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں ہے، ورنہ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت جبرائیلؑ کو بھی مشرک قرار دینا ہو گا۔ العیاذ باللہ! مخالفین اس نوع کی استمداد کو شرک کہتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو قبر پرست اور مشرک کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ صالحین سے مدد طلب کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اہل مکہ قبر والوں سے یا صالحین سے مدد طلب کرتے تھے یا ان کی عبادت کرتے تھے، قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ اہل مکہ ملائکہ کی، جنات کی، ستاروں کی اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے کسی کی عبادت اس کی صالحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے۔ مشرکین فرشتوں کی عبادت ان کی صلاحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت اس وجہ سے کرتے تھے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، قرآن مجید میں ہے: (الزخرف: 20-19) اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کی عبادت کرنے والے ہیں مئونث قرار دیا، کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے، عنقریب ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ اور انہوں نے کہا، اگر رحمٰن چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اندازے سے بات کرتے ہیں۔ اور مشرکین جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت بھی وہ ان کی

صالحیت کی وجہ سے نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے جنات کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں قرار دے دیا تھا، قرآن مجید میں ہے:(الانعام:100)اور انہوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنالیا اور بغیر علم کے ان کو اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بنالیا، اللہ ان کی دی ہوئی صفات سے بہت بلند ہے۔(الصفت:158)اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان نسب گھڑ لیا۔ مشرکین ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے کوئی چیز بھی اصلا انسان نہیں ہے، قرآن مجید میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ مشرکین کسی صالح انسان کی عبادت کرتے تھے یا کسی قبر کی عبادت کرتے تھے۔ مشرکین بتوں کی نذر مانتے تھے، ان کی نذر کو ایصال ثواب پر چسپاں کرنا بھی باطل ہے، ہمارے نزدیک نذر اللہ کی مانی جاتی ہے کہ اے اللہ! اگر فلاں بیمار کو تو نے شفا دے دی تو میں تیری رضا کے لئے اتنا طعام صدقہ کروں گا، پھر اس طعام کو صدقہ کر کے اس کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔(تبیان القراان)

باقی سب انساب سے پاک نہیں ہر ایک کے ماں باپ ہونا ضروری ہیں یہی کثرت ہے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تھوڑا عجیب ہے۔



تخلیق کائنات (قرآنی اور سائنسی تعلیمات کی روشنی میں

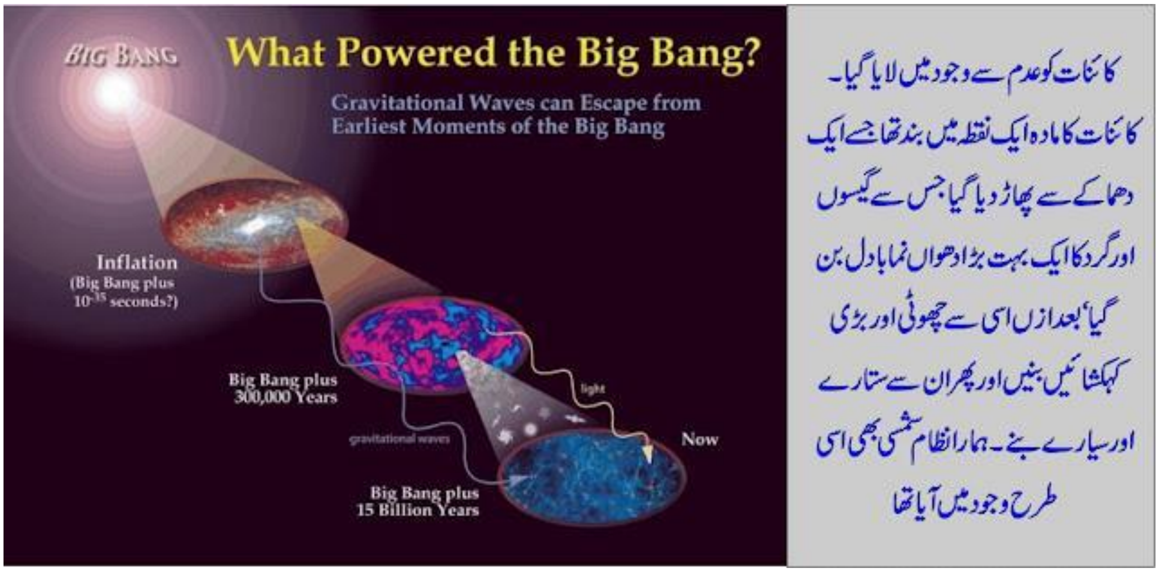
قرآنِ مجید اِس حقیقت کو اِن اَلفاظ میں بیان کرتا ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا. (الانبیاء، 30:21)

اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اِکائی (singularity) کی شکل میں جڑے ہوئے تھے، پس ہم نے اُنہیں پھاڑ کر جدا کر دیا۔

اِس آیتِ کریمہ میں دو اَلفاظ ''رَتْق'' اور ''فَتْق'' خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ 'رَتْق' کے معنی کسی شے کو ہم جنس مواد پیدا کرنے کے لئے ملانے اور باندھنے کے ہیں۔ 'فَتْق' متضاد ہے 'رَتْق' کا، جس کا معنی توڑنے، جدا کرنے اور الگ الگ کرنے کا عمل ہے۔ قرآنِ مجید نے آج سے 14 صدیاں قبل تخلیقِ کائنات کی یہ حقیقت عرب کے ایک جاہل معاشرے میں بیان کر دی تھی اور لوگوں کو یہ دعوتِ فکر دی تھی کہ وہ اِس حقیقت کے بارے میں سوچیں۔ صدیوں کی تحقیق کے بعد بیسویں صدی کے وسط میں جدید علمِ تخلیقیات (cosmology)، علمِ فلکیات (astronomy) اور علمِ فلکی طبیعیات (astrophysics) کے ماہرین نے

بالکل وُہی نظریہ منظرِ عام پر پیش کیا ہے کہ کائنات کی تخلیق ایک 'صفر درجہ جسامت کی اِکائیت' سے ہوئی۔ 'عظیم دھماکے کا نظریہ' (Big Bang Theory) اسی کی معقول تشریح و توضیح ہے۔



موجودہ سائنسی تحقیقات کے محتاط اندازوں کے مطابق اَب تک اِس کائنات کو تخلیق ہوئے کم و بیش 15 ارب سال گزر چکے ہیں۔ آج سے 15 ارب سال پہلے پائی جانے والی اُس اِبتدائی کمیّتی اِکائی سے پہلے وہ کیا شے تھی جس سے یہ کائنات ایک دھماکے کی صورت میں تخلیق کی گئی؟ سائنس اِس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ اِس مُعمّے کا حل قرآنِ مجید کے اِس فرمان پر اِیمان لانے سے ہی ممکن ہے:

إِذَا قَضَىٰٓ أَمۡرٗا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ O (مریم، 35:19)

جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اُسے صرف یہی حکم دیتا ہے: "ہو جا"، بس وہ ہو جاتا ہے O



مطلع اول

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قلت: یارسول الله! بأبي أنت و أمي! أخبرني عن أوّل شئ خلقه الله تعالى قبل الأشياء، قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملك، ولا سماء ولا أرض، ولا شمس ولا قمر، ولا جني ولا انسي، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق، قسم ذالك النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأوّل القلم، و من الثاني اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأوّل حملة العرش، و من الثاني الكرسي، و من الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة

أجزاء، فخلق من الأوّل السموت، ومن الثانی الأرضین، ومن الثالث الجنة والنار...

''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اس نے نور کے فیض سے) پیدا فرمایا، پھر وہ نور مشیتِ ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالی نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا: پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ۔۔۔''

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 71، بروایت امام عبدالرزاق)

اللہ رب العزت تاجدار کائنات صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہر شے کو تخلیق فرمانے کی وجہ خود بیان کرتا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ

لولاہ ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا.

''اگر میں اسے (محمد صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں (آدم علیہ السلام) پیدا کرتا اور نہ زمین وآسمان کو پیدا کرتا۔''

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 9)

کیونکہ اس جسد کا کیا کرنا جس کی روح ہی تخلیق میں نہ آئی ہو۔ جب روح تخلیق میں آجائے تو پھر اس کو پھونکے جانے کے لئے جسد بھی بنایا جاتا ہے۔ پس آدم علیہ السلام کو بھی بنادیا گیا اور نور مصطفیٰ صلیٰ اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو روح بنا کر کائنات میں بھیجنے کے لئے کائنات بھی بنادی۔

پس اس روح سے مراد نور محمدی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جس سے آدم کا جسد یعنی عالم اصغر زندہ ہو گیا۔ اسی طرح عالم اکبر یعنی کل کائنات بھی ایک روح کی تلاش میں تھی تو اللہ رب العزت نے آقا صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اس کائنات کی بھی روح بنا کر اس کائنات کو زندگی عطا کی۔ جس طرح آدم کے اندر نور محمدی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم روح بن کر اس کو زندہ رکھے ہوئے ہے، اسی طرح اس کل کائنات کی روح اور جان روح محمد صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کے وسیلہ سے کائنات حرکت میں ہے۔

فیکون

حضرت آدم علیہ السلام

اللہ کے اولین پیغمبر۔ **ابوالبشر** (انسان کا باپ) اور صفی اللہ (خدا کا برگزیدہ) لقب۔ آپ کے زمانے کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ علمائے کے نزدیک آپ کا وقت 4452 قبل مسیح ہے۔

دلائل سے ثابت ہے کہ جہان حادث ہے اور قدیم نہیں ہے تو پھر انسان کی تخلیق کا سلسلہ ماضی کی جانب کسی ایک انسان پر ختم ہو گا جو پہلا انسان ہو گا اور ضروری ہے کہ وہ انسان ماں باپ اور معروف طریقہ سے پیدا نہ ہو ورنہ وہ پہلا انسان نہیں ہو گا اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی کے پتلے سے بنایا ہے اس لیے اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے کوئی علت اور فاعل ہونا چاہیے اور ضروری ہے کہ وہ علت اور فاعل واجب اور قدیم ہو ممکن اور حادث نہ ہو کیونکہ ممکن اور حادث کو تو اپنے وجود میں خود میں

خود کسی علت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علت اور فاعل واحد ہو کیونکہ متعدد واجب نہیں ہو سکتے ورنہ ہر واجب میں دو جز ہوں گے ایک نفس وجوب جس میں وہ سب مشترک ہوں گے اور ایک وہ جز جس سے ایک واجب دوسرے واجب سے ممتاز ہو گا اور جو چیز سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں ان اجز کی محتاج ہوتی ہے اور محتاج ممکن اور حادث ہے اور واجب نہیں ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ انسان کا بنانے والا واجب اور واحد ہے اور جب پہلے انسان کو وہ بنانے والا ہے تو تمام انسانوں کا وہی پیدا کرنے والا ہے جو واجب قدیم اور واحد ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (آل عمران: 59) اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے جس کو اس نے مٹی سے پیدا کیا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ (ص: 71) میں گارے (مٹی اور پانی کا آمیزہ) سے ایک بشر پیدا کرنے ولا ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کو گارے اور کیچڑ سے پیدا کیا گیا ہے۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (الرحمن: 14) انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی خشک مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور اس آیت میں فرمایا ہے: اور بیشک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا جو پہلے سیاہ سڑا ہوا بدبودار گارا تھی۔ ان آیتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ پہلے انسان کا مٹی سے پیدا کیا پھر گارے سے، پھر سیاہ سڑے ہوئے بدبودار گارے سے پھر ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی سے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ انسان کو تین مرتبہ بنایا گیا۔ چمٹنے والی مٹی سے خشک مٹی سے اور سیاہ بدبودار کیچیڑ سے۔ (الجامع جز14 ص37، مطبوعہ دارالفکر بیروت 1415ھ) امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کی تخلیق کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے شایان شان ہاتھ سے ان کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ پتلا خشک ہو گیا اور ٹھیکرے کی

طرح بجنے ولی مٹی ہو گیا کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھنکتی ہوئی آواز نکلے۔(الدار لمشور ج 5 ص 77، مطبوعہ دارالفکر بیروت،1414ھ) علامہ ابو المظفر السمعانی الشافی المتوفی 489ھ لکھتے ہیں: بعض آثار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے گارے کا خمیر بنا کر چھوڑ دیا۔ حتی کہ وہ سیاہ بدبو دار گارا ہو گیا۔) تفسیر القرآن ج 3 ص 137، مطبوعہ دارالوطن، ریاض 1418ھ) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی بھی جنس کے جسم سے حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کر دیتا اور وہ اس پر بھی قادر تھا کہ مرحلہ وار پیدا کرنے کے بجائے ابتداء پیدا کر دیتا لیکن جس طرح اس نے علم کبیر کو تدریجا چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس نے اس عالم صغیر یعنی انسان کو بھی تدریجا پیدا کیا اور اس میں بندوں کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ اطمیان سے تدریجا کام کیا کریں۔(تبیان القرآن)

حوا علیہا السلام کی پیدائش

جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق حضرت حواء کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت حواءؑ کی پیدائش اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو بناتے وقت بچی ہوئی مٹی سے کی ہے، لیکن پہلے والا قول ہی راجح ہے۔فقط

منهما يعني آدم وحواء، قال مجاهد-رحمه الله-: خلقت حواء من قصيرى آدم، وفي الحديث: خلقت المرأة من ضلع عوجاء. القرطبي: ٦/٦، سورة النساء: ١، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، لبنان. وفي تفسير روح المعاني: وخلق منها زوجها" وهو عطف على خلقكم داخل معه في حيّز الصّلة، وأعيد الفعل لإظهار ما بين الخلقين من التفاوت لأن الأول بطريق التفريع من الأصل والثاني بطريق الإنشاء من المادة، فإن المراد من الزوج حواء وهي قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الأيسر كما روى ذلك عن عمر-

رضی اللہ عنہ-وغیرہ۔ وروی الشیخان "استوصوا بالنساء خیراً فإنہن خلقن من ضلع وإن أعوج شیء فی الضلع أعلاہ الخ" وأنکر أبو مسلم خلقہا من الضلع، لأنہ سبحانہ قادر علی خلقہا من التراب فأی فائدۃ فی خلقہا من ذلك، وزعم إن معنی "منہا" من جنسہا ...... ووافقہ علی ذلك بعضہم مدّعیا أن بما ذکر یجر إلی القول بأن آدم-علیہ السلام- کان ینکح بعضہ بعضا، وفیہ من الاستہجان مالا یخفی، وفی الھامش: وقیل إنہا خلقت من فضل طینہ ونسب للباقر۔ روح المعانی: ۱۸۱/۳، الجزء الرابع "مطلب فی الذی خلقکم من نفس واحدۃ الخ" ط: مکتبۃ إمدادیۃ، ملتان، باکستان۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ.......... قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں عزت والا ہے اور وہ مقربین میں سے ہے کہنے لگی الٰہی! مجھے بیٹا کیسے ہو گا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اسے فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو ولادت عیسیٰ (علیہ السلام) کی خوشخبری، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اوصاف، معجزات اور ان کے مشن کا بیان۔ ملائکہ کی گفتگو ابھی جاری تھی کہ حضرت مریم (علیہ السلام) شرمندگی اور گھبراہٹ کے عالم میں فرشتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگیں کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہی عیسیٰ (علیہ السلام) کی خوشخبری دے رہے تھے۔ اے میرے رب! مجھے کیونکر بیٹا ہو گا؟ جب کہ کسی بشر نے آج تک مجھے چھوا ہی نہیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ صرف اس کام کے ہو جانے کا حکم دیتا ہے اور وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام یہ سوچنے لگیں کہ میں کنواری ہوں میرے ماں باپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ معاشرہ مجھے نیک اور باحیا سمجھتا ہے۔ قوم میں میرے خاندان کی نیک نامی کا شہرہ ہے' مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں وہ انہی خیالات میں گم تھیں کہ اچانک حضرت جبریل امین (علیہ السلام) انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ حضرت مریم علیہا السلام چونک اٹھیں کہ میں تجھے رب

رحمٰن کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اگر تم واقعی نیک ہو تو میرے قریب نہ آنا۔ جبریل امین (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تیرے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے نیک بچہ عطا کروں۔ (سورۂ مریم آیت 19)
حضرت جبریل (علیہ السلام) نے حضرت مریم علیہا السلام کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے اوصاف، خصوصیات، مرتبہ میں بتلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت و دانائی کی تعلیم دے گا تورات اور انجیل بھی سکھلائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو لکھنے کا طریقہ سکھلایا' ان کی گفتگو اتنی حکیمانہ ہوتی کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں انجیل سے نوازا اور تورات پر انہیں اتنا عبور تھا کہ اگر کوئی یہودی ان سے سوال کرتا تو وہ تورات کی عبارت کا زبانی حوالہ دے کر اسے قائل اور خاموش کر دیتے۔
فرشتوں نے مریم علیہا السلام کے سامنے یہ بات بھی واضح کی کہ وہ بنی اسرائیل کا رسول ہو گا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ میں تمہارے رب کی طرف سے کھلے دلائل اور معجزات لے کر آیا ہوں، میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے پیدائشی نابینے کو بینا، کوڑھی کو صحیح اور مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں پھر میں تمہیں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ تم اپنے گھروں میں کیا کھاتے اور کیا جمع کرتے ہو؟ یقیناً ان معجزات

اور دلائل میں تمہارے لیے ہدایت کے بڑے ثبوت ہیں۔ اگر تم ایمان لانے کے لیے تیار ہو۔ میں تورات کی تائید کرتا ہوں اور ان چیزوں کو تمہارے لیے حلال کرتا ہوں جو تمہاری نافرمانیوں اور گستاخیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام قرار دیں ہیں۔ ان چیزوں کو بھی تمہارے لیے جائز قرار دیتا ہوں جو تمہارے مذہبی پیشواؤں نے اپنی مرضی سے تم پر حرام کی ہیں۔ میں یہ سب دلائل و معجزات تمہارے رب کی طرف سے پیش کرتا ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری تابع داری میں لگ جاؤ۔ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ نبی جس قوم میں مبعوث کیا جاتا ہے وہ قوم جس فن میں ید طولیٰ رکھتی ہو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی نبوت ثابت کرنے کے لیے اسے ایسے معجزات عطا فرماتا ہے کہ جس سے ظاہری اسباب کے حوالے سے بھی نبی کی صداقت لوگوں کے سامنے اظہر من الشمس ہو جائے اور لوگ نبی کے دلائل کے سامنے لاجواب ثابت ہوں۔ عیسیٰ (علیہ السلام) کی بعثت سے پہلے اس زمانے کے اہل علم طب، جراحت اور جادو گری میں اپنے کمال کو پہنچے ہوئے تھے انہیں لاجواب کرنے کے لیے عیسیٰ (علیہ السلام) کو ایسے معجزات عطا فرمائے کہ لوگ یہ معجزات دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ یاد رہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ان معجزات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں کہ جس طرح میں اللہ کا رسول ہوں اسی طرح یہ معجزات اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اس میں میرا کمال اور اختیار نہیں ہے۔ (فہم القرآن محمد جمیل)

نسب کی ضرورت

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کی کسی شعبہ میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے غیروں کا محتاج نہیں رکھا۔ روح و جسم کی تمام ضرورتیں پوری کی ہیں۔ معاش و معاد کے تمام مسائل کا شافی حل بتا دیا ہے۔ ذہنوں میں اٹھنے والے وسوسوں اور دماغوں میں پیدا ہونے والی الجھنوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ اب یہ امت

پر منحصر ہے کہ وہ اس خزینہ علم وحکمت سے کہاں تک فیض یاب ہونے کی سنجیدہ کوشش کرتی ہے۔ البتہ ایک بات طے ہے کہ انسانیت کا مستقبل دین اسلام سے وابستہ ہے۔ تہذیب حاضر نے مادی ترقی کے عوض انسان سے جو کچھ لیا ہے اس سے انسان کو جو ذہنی انتشار، نفاق، کھچاؤ اور ظلم و بربریت اور سیاسی و اقتصادی غلامی نصیب ہوئی ہے وہ بڑی بھاری قیمت ہے جو انسان نے ادا کی ہے۔ نئی سائنسی ترقی سے مخلوق خدا کو جو فوائد وبرکات حاصل ہو سکتی تھیں وہ کم اور اس کی مکمل تباہی کا جو سامان مہیا کر دیا گیا ہے اس کی ہلاکت آفرینی کا خوف زیادہ ہے۔

برادری سسٹم کی حقیقت

قرآن کریم میں برادری سسٹم کے بارے میں جامع ہدایات دی گئیں ہیں۔ اس کے فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے بگاڑ کے اسباب ونتائج سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

الحجرات،13:49

”اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ایک بڑی اور عالمگیر گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جس سے دنیا میں ہمیشہ گمراہی پھیلی ہے اور جس سے ظلم و زیادتی کی جڑیں مضبوط ہوئی ہیں۔ یعنی نسلی، قومی، وطنی، لسانی اور رنگ کا تعصب۔ قدیم زمانے سے انسانوں نے انسانیت کو چھوڑ کر اپنے ارد گرد کچھ دائرے کھینچے ہیں جن کے اندر بسنے والوں کو اس نے اپنا اور باہر والوں کو بیگانہ سمجھا ہے۔ یہ دائرے کسی عقلی یا اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ اتفاقیہ پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ مثلاً، ایک قبیلے یا خاندان میں پیدا ہونا۔ کسی خاص خطہ زمین پر پیدا ہونا، کوئی خاص زبان بولنا، کسی خاص رنگ و نسل سے متعلق ہونا وغیرہ۔ پھر ان بنیادوں پر اپنے اور غیر کی جو تمیز قائم کی گئی اگر اس میں صرف یہ ہوتا کہ اپنوں سے نسبتاً زیادہ محبت ہوتی، ان سے زیادہ ہمدردی ہوتی، ان سے زیادہ حسن سلوک کیا جاتا تو بات بری نہ تھی۔ مگر اس تمیز نے دوسروں سے نفرت، عداوت، تحقیر و تذلیل اور ظلم و ستم کی بدترین صورتیں اختیار کیں۔ اس کے لئے فلسفے گھڑے گئے، مذہب ایجاد ہوئے، قوانین بنائے گئے، اخلاقی اصول وضع کئے گئے، قوموں اور سلطنتوں کی اس پر بنیاد رکھی گئی، صدیوں تک اس پر عمل ہوا اور ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے اسی بناء پر بنی اسرائیل کو خدا کی برگزیدہ مخلوق ٹھہرایا۔ اور مذہبی معاملات تک میں دوسری قوموں کو اپنی قوم سے فروتر رکھا۔ ہندوؤں کے ہاں درم آشرم کو اسی خیال نے جنم دیا، جس کی رو سے برہمنوں کو باقی قوموں پر برتری حاصل ہوئی۔ اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان ہیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے۔ شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں، ان کو تاریخ کے اوراق میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آج اس بیسویں صدی میں ہر شخص ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ یورپ والوں نے امریکہ میں ریڈ انڈین نسل کے لوگوں سے جو سلوک کیا اور ایشیا و افریقہ کے اکثر ممالک پر تسلط قائم کرکے ان پر جو مظالم ڈھائے اور جس طرح ان کے مادی وسائل کا استحصال کیا اور سامراج کا چھوٹی قوموں سے جو ظالمانہ برتاؤ ہمیشہ رہا ہے، اس سے کون واقف نہیں؟۔ فلسطینی مسلمانوں پر اور ہندوستان میں اقلیتوں پر جو مشق ستم

جاری ہے اس سب میں ایک ہی سبب کار فرما ہے کہ اپنی قوم کے سوا سب کا مال، جان اور عزت مباح ہے، جیسے چاہو پامال کرو۔ اپنی قوم کے سوا سب کو غلام بنالو، ضرورت محسوس ہو تو نیست و نابود کر دو۔ مغربی دنیا میں پچھلی دو عظیم جنگیں ہو چکی ہیں۔ ان کے پیچھے بھی نسلی برتری کا یہی تصور موجود تھا۔ ان حقائق کو نظر میں رکھ کر اگر اس آیت کریمہ پر غور کیا جائے تو انسان بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کتنی بڑی گمراہی ہے جس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں تین نہایت اہم اصولی باتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

ہم نے تمام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ ان تمام قوموں اور نسلوں کی ابتداء صرف ایک آدم اور حواء سے ہوئی ہے۔ اس تمام سلسلہ میں کوئی بنیاد اس اونچ نیچ کے لئے نہیں جس میں لوگ مبتلا ہیں۔ ایک خدا پیدا کرنے والا۔ ایک مادہ منویہ سے سب کی پیدائش، ایک طریقہ تخلیق کے ماتحت تمام انسان پیدا کئے گئے۔

دوم یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے روئے زمین کے انسانوں کا ایک ہی خاندان یا ایک ہی علاقہ یا ایک جیسا رنگ یا ایک ہی زبان تو نہ ہوئی تھی۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ خاندان بڑھیں۔ مختلف علاقوں میں آباد ہوں۔ خاندانوں سے قومیں بنیں اور کسب معاش کے لئے مختلف پیشے اختیار کریں اور تمدن کی بنیاد رکھیں۔ ان فطری اختلافات کو تو ظاہر ہونا ہی تھا، اس میں کوئی خاندانی خرابی نہ تھی بلکہ ان سے قوموں میں اور انسانوں کے مختلف طبقات میں تعارف پیدا ہوا جو ناگزیر تھا۔ مگر اس فطری فرق و امتیاز کا ہر گز منشا یہ نہ تھا کہ اس امتیاز پر انسانوں میں اونچ نیچ، شریف کمین، برتر اور کمتر اور چھوٹے بڑے کے امتیازات قائم کئے جائیں۔ ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتائے۔ ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کی تحقیر کریں اور ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوق جمائے اور انسانی حقوق میں ایک گروہ کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو۔ خالق نے

مختلف اقوام اس لئے بنائیں کہ باہمی تعارف و تعاون ہو۔ایک دوسرے سے محبت و مودت ہو اور لوگ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں۔

سوم کسی قوم اور برادری میں پیدا ہونا کسی کی بزرگی یا سعادت کی بنیاد نہیں۔بزرگی و شرافت کی اصل بنیاد اخلاقی فضیلت ہے۔کسی شخص کا کسی قوم میں پیدا ہونا اس کے لئے اتفاقی امر ہے۔اس کا اپنا اس میں کوئی اختیار نہیں لہٰذا اشرف بزرگی کا اصل سبب قوم و قبیلہ سے متعلق ہونا نہیں بلکہ اس کی ذاتی اخلاقی خوبیاں ہیں۔جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے،اس کے احکام کا پابند ہے،اس کی رضا کا متلاشی ہے،وہ عظیم ہے، شریف ہے، بزرگ ہے اور قابل تکریم و تعظیم ہے،اور جو شخص خدا کا باغی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے وہ ذلیل ہے، پیچ ہے، حقیر ہے۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہی حقائق جو قرآن کی مختصر سی آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مختلف خطبات میں مختلف مواقع پر تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔فتح مکہ کے موقع پر فرمایا۔

ألحمد الله الذی أذهب عنكم عيبة الجاهلية و تكبرها.يأيها الناس رجلان بر تقى كريم صلى الله عليه وآله وسلم على الله وفاجر شقى هين على الله، والناس بنو آدم و خلق الله آدم من تراب.

سیوطی،الدر المنثور،579:7

”شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سی جاہلیت کا عیب اور غرور دور فرمایا، لوگو! تمام انسان صرف دو قسم کے ہیں۔ ایک نیک، پرہیز گار، اللہ کی نگاہ میں عزت والا۔ دوسرا فاجر بدبخت جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا“۔

حجۃ الوادع کے موقع پر فرمایا:

يا أيها الناس ان ربكم واحد لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأسود على أحمر ولا لاحمر على أسود إلا بالتقوى إن أكرمكم عند الله أتقكم ألا هل بلغت؟ قالوا بلى يارسول الله قال فليبلغ الشاهد الغائب.

بیہقی، شعب الایمان، 289:4، الرقم: 5137

”لوگو! سن لو، تمہارا خدا ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو سرخ اور کسی سرخ کو کالے پر تقوی کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ سنو! کیا میں نے تمہیں بات پہنچادی؟ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہاں! فرمایا تو جو آدمی یہاں موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچادے جو موجود نہیں“۔

ایک حدیث میں ہے:

إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم.

ابن ماجہ، السنن، 1388:2، الرقم: 4143

”بے شک اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دل اور تمہارے عمل دیکھتا ہے“۔

یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری عملاً قائم کرکے دکھادی ہے۔ جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں۔ جس میں چھوت چھات اور تفریق و تعصب کا کوئی تصور موجود نہیں۔ جس میں شریک ہونے والے تمام انسان خواہ کسی قوم، نسل، وطن، رنگ اور زبان سے تعلق رکھنے والے ہوں، بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شامل ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصولوں کو جس طرح کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی صورت دی گئی ہے، اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی ملک، کسی دین اور کسی نظام میں کہیں نہیں پائی گئی۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے مختلف قبیلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنادیا ہے۔

اس سلسلہ میں اسلامی نظام معاشرت میں بیاہ شادی کے وقت کفو کا حکم دیا گیا ہے اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اسلام میں بعض قوم قبیلے شریف اور کچھ رذیل ہوتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اسلام میں ایک مسلمان عورت کا نکاح ہر مسلمان سے ان شرائط کے ساتھ ہوسکتا ہے جو شریعت میں بیان کردی گئیں ہیں۔ اس میں کہیں بھی ایسا کوئی حکم نہیں کہ جس سے ایک قوم کے مرد کا نکاح دوسری قوم کی عورت سے مخصوص قومی اختلاف کی وجہ سے ناجائز ہوجائے۔ البتہ میاں بیوی میں عمر، تعلیم، شکل و شباہت، سماجی و معاشی مناسبت وغیرہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس کے بغیر ظاہر ہے کہ زوجین میں اتفاق اور نبھا مشکل ہوتا ہے۔ اس مناسبت کا خیال رکھنا ہرگز ذات پات کے وہ بندھن نہیں، جن میں مذکورہ بالا خرابیوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی بھائی چارہ مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

خاندان سادات کی فوقیت

سادات کی عظمت و تعظیم اور ان پر بہتان اور تذلیل سے اجتناب کا حکم۔ قرآن و حدیث اور اقوال علماء سے سمجھیں۔
بحثیت انسان ہر شخص صاحب عظمت ہے، کیوں کہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کے شرف سے نوازا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے.......

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم عطا کی اور انہیں خشکی اور تری پر سوار کیا اور انہیں پاکیزہ روزی عطا کی اور انہیں اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی"[سورۃ الاسراء:70']

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی طرح کی برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل ہے. اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر، اور نہ کسی سفید فام کو سیاہ فام پر فوقیت حاصل ہے مگر تقویٰ کے ساتھ -
اب اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی تذلیل کرنا گناہ ہے، لیکن اللہ ربّ العزت نے کسی خاص نسبت کی وجہ سے انسان ہی میں خاص عظمت و رفعت سے نوازا، جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے اعلیٰ خاندان میں پیدا فرمایا، سید الانبیاء بنایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو حکم دیا کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرو، جس نے نہ کیا وہ بارگاہِ الٰہی سے نکالا گیا جو شیطان ملعون بنا اور اپنے اسی فتنہ حسد بغض میں انسانوں کو مبتلا کرنا شروع کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرا نیک بندہ ہو گا شیطان کی راہ پر ہرگز نہیں آئے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے صدی، دن، مہینہ، جگہ احباب و اصحاب ممتاز ہوتے گئے حتیٰ کہ آپ کے اہلِ بیت اور اولاد کو بھی خاص عظمت سے نوازا اور اسے پاک اور ستھرا بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بیت سادات کو خاص مقام حاصل ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے:ستّۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ الحدیث ۲؎۔

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ اُن پر لعنت کرے، اور نبی کی دعا قبول ہے از انجملہ ایک وہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر و شر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا۔

(۲سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۱)

اور ایک حدیث میں کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث امّا منافق وامّا ولدزانیۃ واما حملتہ امّہ علی غیر طھرا۔ جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔

)اکنزالعمال حدیث ۳۴۱۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۰۴(

مجمع الانہر میں ہے کہ: من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی استخفافا فقد کفر۲۔

یعنی جو کسی عالم کو مولوی یا سید کو میر و اس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔

)۲مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۹۵(

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ، اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت معلوم نہ ہو اسے بلادلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط قذف کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار، اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرط قذف نہ ہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم حرام،

قال اللہ تعالٰی: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۳ـہ۔

جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بیشک انہوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا(۳القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸)

اب اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری علیہ رحمہ کے فرمان ملاحظہ فرمائیں:

یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات ساداتِ کرام کا ادنیٰ غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سیّد اگر بد مذہب بھی ہو جائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی، جب تک بد مذہب حدِ کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعدِ کفر سیادت ہی نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتوٰی دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید

جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں

تو بُرا کہنا مطعون کرنا ہر گز جائز نہیں۔

"الناس امنأعلی انسابهم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)، ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سیّد نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہو گا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔

میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سیّد سے الجھا، انہوں نے فرمایا میں سیّد ہوں کہا۔ کیا سند ہے تمہارے سیّد ہونے کی۔ رات کو زیارتِ اقدس ﷺ سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا: اس نے عرض کی: میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا: کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی۔

(فتویٰ رضویہ! جلد ۲۹)

بیشتر مشائخ و علماء فرماتے ہیں کہ سادات کی تعظیم کرنا فرض ہے اور ان کو برا بھلا کہنا، انکی دل آزاری اور توہین حرام ہے۔ اور لوگ سادات کی تذلیل اکثر حسد اور کینہ کی وجہ سے کرتے ہیں۔

لھذا سادات (سید) کو بھی چاہئے کہ اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سنیت پر قائم رہیں اور سامنے والوں کی عزت و تکریم میں کمی نہ کریں، اخلاق و اخلاص سے لوگوں سے پیش آئیں، اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ سادات پر الزام و ابہام تراشنے سے پہلے حق جاننے کی کوشش کریں کیونکہ قرآن کا فرمان عام ہے کہ افواہ سے خبر دار رہو! حکم قرآن:

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ!

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔ (سورہ حجرات)

صحابہ کرام اور بزرگانِ دین اور سچے مسلمان کے سامنے کوئی شخص کسی کی برائی یا شکایت کرتا تو حق جاننے کے لئے دونوں گروہ کی خبر گیری فرماتے، یاد رہے کہ انسان غلطی سے خالی نہیں۔ ساتھ ساتھ انسان خود کی برائی نہ کرتا ہے نہ سننا چاہتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے جب تم کسی مسلمان میں برائی تلاش کروگے تو صرف برائی ہی پاؤ گے اگر اچھائی تلاش کرو تو صرف اچھائی ہی پاؤ گے۔ کوئی فیصلہ کریں یا اس پر لعن تعن کریں تو اعتدال پسند اور تحقیق سے ہی کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اعتاب خدا کے شکار ہو جائیں۔

سادات کون ہیں اور ان کے کفو کون ہیں؟

سید کا غیر سید قوم میں نکاح کا حکم

1۔۔ سیّد کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حارث رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اولاد میں سے ہیں، ان سب پر صدقہ حرام ہے، لیکن عام عرف میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پر سید کا اطلاق ہوتا اور یہ آلِ رسول ﷺ ہیں۔

2۔۔ جہاں تک نکاح میں کفو ہونے کا تعلق ہے تو قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں، ان میں بعض سید ہیں اور بعض غیر سید، سادات کی کفو قوموں میں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، زبیری، یعنی شیوخ، قریش وغیرہ شامل ہیں۔

3۔۔ سید لڑکے کا غیر سید لڑکی سے نکاح کرنا بہر صورت جائز ہے۔ اور سیدہ لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت سے غیر سید مسلمان لڑکے سے بھی جائز ہے۔

البتہ اگر عاقلہ وبالغہ سیدہ لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر سید لڑکے سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن اگر لڑکا اس لڑکی کا کفو نہ ہو (یعنی قریش کے علاوہ دیگر عرب قبیلہ کا یا عجمی قوم میں سے ہو) اور ولی کو اس پر اعتراض ہو تو اولاد ہونے سے پہلے ولی بذریعہ عدالت اس نکاح کو ختم کرواسکتا ہے۔ صحیح مسلم:(1873 / 4)

(2408)"حدثني زهير بن حرب، وشجاع بن مخلد، جميعا عن ابن علية، قال زهير: حدثنا إسماعيل بن إبراهيم، حدثني أبو حيان، حدثني يزيد بن حيان، قال: انطلقت أنا وحصين بن سبرة، وعمر بن مسلم، إلى زيد بن أرقم، فلما جلسنا إليه قال له حصين: لقد لقيت يا زيد خيرا كثيرا، رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وسمعت حديثه، وغزوت معه، وصليت خلفه لقد لقيت، يا زيد خيرًا كثيرًا، حدثنا يا زيد ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: يا ابن أخي والله لقد كبرت سني، وقدم عهدي، ونسيت بعض الذي كنت أعي من رسول الله صلى الله عليه وسلم، فما حدثتكم فاقبلوا، وما لا، فلا تكلفونيه، ثم قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يومًا فينا خطيبًا، بماء يدعى خما بين مكة والمدينة فحمد الله وأثنى عليه، ووعظ وذكر، ثم قال: "أما بعد، ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به "فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال: «وأهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي» فقال له حصين: ومن أهل بيته؟ يا زيد أليس نساؤه من أهل بيته؟ قال: نساؤه من أهل بيته، ولكن أهل بيته من حرم الصدقة بعده، قال: ومن هم؟ قال: هم آل علي وآل عقيل، وآل جعفر، وآل عباس قال: كل هؤلاء حرم الصدقة؟ قال: نعم". مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر (1 / 224):

مجھے زہیر بن حرب اور شجاع بن مخلد نے ابن علیۃ سے بتایا، زہیر نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے ابو حیان سے، انہوں نے یزید بن حیان سے، کہا: میں اور حصین بن سبرہ، اور عمر بن مسلم، زید بن ارقم کے پاس گئے، جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا: اے زید، تم نے بہت بھلا پایا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ان کی باتیں سنیں، ان کے ساتھ جہاد کیا، اور ان کے پیچھے نماز پڑھی، تم نے واقعی، اے زید، بہت بھلا پایا، ہمیں بتاؤ، اے زید، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا؟ زید نے کہا: اے بھتیجے، اللہ کی قسم، میری عمر بڑھ گئی ہے، اور میرا زمانہ گزر گیا ہے، اور میں نے کچھ بھول گیا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، تو جو میں نے تمہیں بتایا، اسے قبول کرو، اور جو نہیں، تو مجھے اس کی تکلیف نہ دو، پھر انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے درمیان خطیب بن کر کھڑے ہوئے، ایک جگہ جسے خما کہتے ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان، تو انہوں نے اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف کی، اور نصیحت کی اور ذکر کیا، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، ایک جگہ جسے خما کہا جاتا ہے، مکہ اور مدینہ کے درمیان، تو انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی، نصیحت کی اور ذکر کیا، پھر فرمایا: "اب بعد میں، اے لوگو! میں تو ایک بشر ہوں، جس پر میرے رب کا رسول (فرشتہ) آنے والا ہے، اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: پہلی کتاب اللہ، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، تو کتاب اللہ کو پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو"۔ انہوں نے کتاب اللہ کی طرف توجہ دلائی اور اس کی رغبت دلائی، پھر فرمایا: "اور میرے اہل بیت، میں تمہیں اپنے اہل بیت کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کی یاد دلاتا ہوں"۔ تو حصین نے پوچھا: اور اہل بیت کون ہیں؟ اے زید! کیا ان کی بیویاں اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ فرمایا: ان کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن اہل بیت وہ ہیں جو ان کے بعد صدقہ سے منع ہیں، تو پوچھا: اور وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، اور آل عباس ہیں۔ تو پوچھا: کیا یہ سب صدقہ سے منع ہیں؟ فرمایا: جی ہاں۔

"(ولا) تدفع (إلى هاشمي من آل علي أو عباس أو جعفر أو عقيل) بفتح العين (أو الحارث بن عبد المطلب، ولو كان عاملا عليها) أي على الزكاة لقوله عليه الصلاة والسلام: «إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس وإنها لا تحلّ لمحمد ولا آل محمد، والعباس والحارث ابنا عبد المطلب وعلي وجعفر وعقيل أولاد أبي طالب - رضي الله تعالى عنهم -»، وفائدة التخصيص بهؤلاء أنه يجوز الدفع إلى من عداهم من بني هاشم كذرية أبي لهب، كما في الجوهرة وهو ظاهر الرواية".

المبسوط للسرخسی:(5/24)

اور (زکوٰۃ) نہیں دی جائے گی بنی ہاشم میں سے: آلِ علی، یا آلِ عباس، یا آلِ جعفر، یا آلِ عقیل کو (عقیل کے عین پر زبر ہے۔ اور نہ ہی حارث بن عبد المطلب کو، اگرچہ وہ زکوٰۃ کا عامل (وصول کرنے والا) ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"یہ صدقات دراصل لوگوں کی میل کچیل ہیں، اور یہ محمد ﷺ کے لیے اور آلِ محمد کے لیے حلال نہیں۔

اور (اس حکم میں) عباس اور حارث، جو عبد المطلب کے بیٹے ہیں، اور علی، جعفر اور عقیل، جو ابو طالب کی اولاد ہیں (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔" اور ان مخصوص افراد کا الگ ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ بنی ہاشم میں سے ان کے علاوہ لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، مثلاً ابو لہب کی اولاد کو۔ جیسا کہ الجوھرۃ میں ذکر ہے، اور یہی ظاہر الروایہ (معتبر فقہی موقف) ہے۔

"الكفاءة في خمسة أشياء (أحدها) النسب، وهو على ما قال: قريش أكفاء بعضها لبعض فإنهم فيما بينهم يتفاضلون، وأفضلهم بنو هاشم، ومع التفاضل هم أكفاء ألا ترى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج عائشة -رضي الله تعالى عنها- وكانت تيميةً وتزوج حفصة -رضي الله تعالى عنها- وكانت عدويةً «وزوج ابنته من عثمان -رضي الله عنه- وكان عبشميًا» فعرفنا أن بعضهم أكفاء لبعض.

کفاءت (یعنی نکاح میں برابری) پانچ چیزوں میں معتبر ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک نسب ہے۔ اور نسب کے بارے میں مصنف کا کہنا یہ ہے کہ:

قریش کے تمام قبیلے آپس میں ایک دوسرے کے ہم کفو ہیں، اگرچہ ان کے درمیان فضیلت اور درجہ بندی پائی جاتی ہے،

اور ان میں سب سے افضل بنو ہاشم ہیں۔ لیکن اس باہمی فضیلت کے باوجود وہ نکاح میں ایک دوسرے کے ہم کفو ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا، حالانکہ وہ بنو تیم سے تھیں،

اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا، اور وہ بنو عدی سے تھیں، اور آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، حالانکہ وہ عبد شمس کے قبیلے سے تھے۔

پس ہمیں معلوم ہوا کہ قریش کے بعض قبیلے بعض کے ہم کفو ہیں۔

قریش کی تاریخ

بنو قریش یا قریش مکہ کا ایک اہم ترین قبیلہ تھا۔ خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعلق اسی قبیلے کی ایک شاخ بنو ھاشم سے تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جدِ امجد قصی ابن کلاب کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ چونکہ قصی ابن کلاب نے اہل عرب کو ایک مرکز پر جمع کیا اس لیے وہ قریش کہلائے کیونکہ تقرش کا مطلب عربی میں جمع کرنے کے اور قصی عرب کو جمع کرنے والے تھے۔

آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس دنیا میں آنے سے قبل بھی عرب کے تمام قبیلوں میں خاندانِ قریش کو خاص امتیاز حاصل تھا۔

خانہ کعبہ جو تمام عرب کا دینی مرکز تھا اس کے متولی یہی قریش تھے اور مکہ مکرمہ کی ریاست بھی انہی سے متعلق تھی۔
قبیلہ قریش کی بڑی بڑی شاخیں مندرجہ ذیل تھیں:

1 ۔ سدانة

یعنی کعبہ کی حفاظت اور اس کی خدمت، محافظ کعبہ ہی کے پاس کعبہ کی کنجی رہتی تھی اور وہی لوگوں کو اس کی زیارت کراتا تھا۔ یہ عہدہ بنی ہاشم کے خاندان میں تھا اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے زمانہ میں آپ کے دادا عبد المطلب اس عہدے پر مقرر تھے

2۔ سقایہ

،یعنی پانی کا انتظام،مکہ معظمہ میں پانی کی قلت تھی اور موسم حج میں ہزار ہا زائرین کے جمع ہو جانے کی وجہ سے پانی کا خاص انتظام کیا جاتا تھا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ چمڑے کے حوض بنوا کر اُنہیں صحنِ کعبہ میں رکھ دیا جاتا تھا اور اُس کے آس پاس کے پانی کے چشموں سے پانی منگوا کر اُنہیں بھر دیا جاتا تھا۔ جب تک چاہِ زمزم دوبارہ صاف نہ ہو گیا یہ دستور جاری رہا۔ سقایہ کی خدمت بنی ہاشم سے متعلق تھی.

3۔ رفادہ زائرین

،کعبہ کی مہمانداری کے لئے قریش کے تمام خاندان ایک قسم کا چندہ ادا کرتے تھے اس چندہ سے غریب زائرین کے کھانے پینے کا انتظان کیا جاتا تھا یہ خدمت پہلے بنی نوفل سے متعلق تھی پھر بنی ہاشم کے حصے میں آئی.

4 ۔ عُقاب

یہ قریش کے قومی جھنڈے کا نام تھا جب لڑائی کا زمانہ ہوتا تھا تو اسے نکالا جاتا تھا اگر اتفاق رائے سے کوئی معزز شخص جھنڈا اُٹھانے کے لئے تجویز ہو گیا تب تو اسے دے دیا جاتا تھا ورنہ جھنڈے کا محافظ جو بنو امیہ کے خاندان میں سے ہوتا تھا، یہ خدمت انجام دیتا تھا.

5۔ ندوہ

،یہ مکہ کی قومی اسمبلی تھی۔ قریش مشورہ کرنے کے لئے یہیں جمع ہوتے تھے یہیں جنگ و صلح اور دوسرے بڑے بڑے معاملات کے فیصلے ہوتے تھے اور قریش کی شادیاں بھی یہیں ہوتی تھیں) ندوہ (کا انتظام بنی عبد الدار سے متعلق تھا.

6۔ قیادہ

یعنی قافلہ کی راہنمائی، جس شخص سے یہ منصب متعلق ہوتا تھا اسے خاص معاملات میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ قریش کسی معاملہ کا آخری فیصلہ کرنے سے پہلے مشیر کی رائے ضرور حاصل کر لیتے تھے۔ یہ منصب بنی اسد سے متعلق تھا۔

7 ۔قبہ

جب مکہ والے لڑائی کے لئے نکلنے کا ارادہ کرتے تو ایک خیمہ نصب کیا جاتا اس خیمہ میں لڑائی کا سامان جمع کر دیا جاتا تھا۔یہ ذمہ داری بھی قریش کے کسی خاندان سے متعلق ہوتی تھی

8۔ حکومہ

یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا،

9 ۔سفارہ

یعنی ایلچی گری، جب کسی دشمن قبیلہ سے صلح کی بات چیت ہوتی تو کسی سمجھ دار آدمی کو اس کام کے لئے مقرر کیا جاتا.

ابتدا اسلام میں قریش کے آخری سفیر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب تھے۔اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ، قریش، عرب کا سب سے زیادہ معزز قبیلہ تھا۔ پھر قریش میں بھی بنی ہاشم کا خاندان سب سے زیادہ ممتاز تھا کیونکہ اکثر بڑے بڑے عہد انہی سے متعلق تھے۔

علامہ اقبال کی فارسی شاعری میں قریشی ہاشم کی برتری کا ذکر ملتا ہے۔ایک مشہور شعر یہ ہے:

قَرِیشُ مِیں ہَشُمُ اَوُلَادِ اِبُرَاہِیمُ

شَجَرَہٗ نُبُوَّتُ وَ خَاندَانُ اِمَامُ

ترجمہ:

قریش میں ہاشم ابراہیم کے بیٹوں کی اولاد ہے

نبوت کا شجرہ اور امامت کا خاندان ہے۔

یہ شعر شجرہ ہاشمی کی نبوی عظمت اور قریش کی فضیلت کو بیان کرتا ہے۔

ہاشمی خاندان پر غزل کا شعر

ایک روایتی فارسی غزل سے، جو ہاشمی قریشی نسب کی شان میں کہا گیا:

اے ہَشِمی قُرَیشی شَجَرَہ طَیِّبَہ

نَسلِ اَحمَد مُصطَفیٰ بِر طَوسی سَرُور

ترجمہ:

اے ہاشمی قریشی، طیبہ کا شجرہ پاک، احمد مصطفیٰ کی نسل، طاؤسِ سرور۔

یہ اشعار قریشی ہاشمی شجرہ کی پاکیزگی اور اسلامی تاریخ میں ان کی مرکزی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں، جو فارسی ادب میں نبوت کے خاندان کی عظمت کی عکاسی کرتے ہیں۔

اب اردو میں بھی خراج تحسین پیش کیا گیا مثلاً

قریش میں ہاشم، نسبِ ابراہیم کی شاخیں

نورِ نبوت سے جگمگاتے ہیں یہ رشتوں کے تانے

ترجمہ:

قریش کے اندر ہاشم کی اولاد، ابراہیم کے نسب کی شاخیں ہیں، نبوت کے نور سے جگمگاتے ہوئے یہ رشتوں کے تانے ہیں۔

یہ شعر قریشی ہاشمی شجرہ کی نبوی عظمت اور پاکیزگی کو بیان کرتا ہے۔

ہاشمی ہیں ہم، قریش کے نورِ رحمت

شجرہِ نبوت کے ہیں یہ فرمانِ خدا کے مظہر

ترجمہ:

ہم ہاشمی ہیں، قریش کے رحمت کے نور ہیں، نبوت کے شجرہ کے یہ خدا کے فرمان کے مظہر ہیں۔

یہ اشعار قریشی ہاشمی خاندان کی روحانی حیثیت اور اسلامی تاریخ میں ان کی مرکزی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں، جو فارسی ادب میں نبوت کے خاندان کی عظمت کی عکاسی کرتے ہیں۔

شجرۃ المبارکہ



ہاشم

ہاشم آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پر دادا تھے۔

ان کی اولاد قریش کے معزز ترین قبیلہ بنوہاشم کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا اصل نام عمرو تھا۔ ہاشم اس لیے نام ہوا کیونکہ وہ مکہ کے زائرین کی تواضع ایک خاص عربی شوربہ سے کرتے تھے جسے ہشم کہا جاتا ہے۔ یہ لقب اس وقت ملا جب ایک قحط کے دوران انہوں نے یہی شوربہ اہلِ مکہ کو کھلایا۔

آپ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے تھے۔ مکہ کے مشہور تاجر تھے اور نہایت معزز تھے۔ انہوں نے قریش کے تجارتی قافلے شروع کروائے اور ان کے لیے بازنطینی سلطنت کے ساتھ معاہدے کیے جن کے تحت قریش

بازنطینی سلطنت کے تحت آنے والے ممالک میں بغیر محصول ادا کیے تجارت کر سکتے تھے اور تجارتی قافلے لے جاسکتے تھے۔

یہی معاہدے وہ حبشہ کے بادشاہ کے ساتھ بھی کرنے میں کامیاب ہوئے جس کا تمام قریش کو بے انتہا فائدہ ہوا اور ان کے قافلے شام، حبشہ، ترکی اور یمن میں جانے لگے۔ آپ دینِ حنیف) دینِ ابراہیمی (پر قائم تھے اور بت پرستی نہیں کرتے تھے۔

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قریشی وہاشمی بھی کہا جاتا ہے.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد

ہاشم بن عبد مَناف بن قُصَی بن کِلاب بن مُرِّہ

رسول اللہ (ص) کے پڑداداا اور مکہ کے صاحبان مناصب میں سے تھے۔ وہ بنو ہاشم تک پہنچنے والے مختلف سلسلہ ہائے نسب کے مورث اعلیٰ ہیں۔

حلف المطیبین کے بعد سقایت (حجاج کو پانی فراہم کرنے) اور رفادت (حجاج کو کھانا فراہم کرنے) کے دو مناصب ان کو سونپ دیئے گئے۔ مراسمات حج کی تعظیم اور اپنے دو مناصب سے بخوبی عہدہ بر آہونے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔

ہاشم وہ شخصیت ہیں جنہوں نے قریش کے لئے جاڑے اور گرمی والے تجارتی سفروں کی بنیاد رکھی۔ وہ قریش کے لئے شوکت اور امن سکون کا اصلی ترین عامل تھے اور قریش دلی طور پر ان سے بہت زیادہ وابستہ تھے؛ یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ بہت زیادہ فکر مند تھے کہ کہیں دوسرے عرب قبائل ان پر غلبہ نہ کرلیں۔ وہ قحط کے مواقع پر لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور انھوں نے ہی تجارت سے حاصلہ آمدنی غرباء میں تقسیم کرنے کا قانون وضع کیا تھا اور ان کے یہ دو اقدامات ان کی شہرت کا سبب تھے۔

ہاشم نے اپنے والد عبد مناف کے بعد عظمت اور شہرت پائی۔ وہ نورانی اور روشن چہرے کے مالک تھے حسب ونسب اور اخلاقی محاسن و مکارم کے لحاظ سے قریش کے برترین اور بہترین فرد تھے۔ فیاض، کریم اور مہمان نواز تھے اور ان کی سخاوت کا چرچا عام تھا۔

ہاشم کے تین بھائی تھے: "مُطّلِب، نَوفَل اور ابو عمرو"، اور ان کی چھ بہنیں تھیں۔ ان کی والدہ عاتِکہ بنت مُرّۃ بن ہلال تھیں۔

ہاشم مراسمات حج کی تعظیم اور اپنے دو مناصب سے بخوبی عہدہ بر آ ہونے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ہر سال حج کے ایام میں قریش کے درمیان اٹھ جاتے تھے اور خطبہ پڑھ کر انہیں حجاج کی تکریم و تعظیم کی دعوت دیتے تھے اور ان کو ہدایت کرتے تھے کہ ان ایام میں انہیں بہر صورت مکہ میں ہی ٹھہر کر حجاج کے لئے کھانا تیار کریں۔ ہاشم خود بھی بہت زیادہ مال اس کام کے لئے پس انداز کر لیتے تھے اور قریشی بھی اپنی مالی حیثیت کے تناسب سے اپنا حصہ ہاشم کو ادا کرتے تھے۔

وہ ایام حج میں کعبہ کے قریب کھال کے بنے ہوئے بڑے بڑے حوض رکھواتے تھے اور مکہ کے کنوؤں سے خوشگوار پانی اکٹھا کروا کر ان میں بھروا دیتے تھے۔ نیز سات ذوالحجہ سے لے کر منیٰ سے حاجیوں کی واپسی تک منیٰ اور مکہ نیز مشعر الحرام اور عرفہ میں حاجیوں کو کھانا فراہم کرتے تھے اور نان، ثرید، گوشت، گھی اور سویق کے ساتھ ان کی ضیافت کا اہتمام کرتے تھے۔

ان کے اقدامات میں سے ایک یہ تھا کعبہ کے لئے سنہری دروازہ بنوایا۔

انھوں نے لوگوں کے لئے لئے آب رسانی کے فریضے کی بہتر انجام دہی کے لئے مکہ میں دو کنوئیں کھود لئے۔ "بذّر" نامی کنواں شعب ابی طالب کے دہانے پر کھودا اور اس کا پانی عوام کے لئے وقف کر لیا اور "سجلۃ" نامی کنواں، جو عرصۂ دراز تک قبیلۂ مطعم بن عدی بن نوفل کے زیر استعمال تھا۔

مؤرخین کے مطابق، ہاشم قریش کے پہلے فرد تھے جنہوں نے (یمن یا حبشہ یا یمن اور حبشہ کی جانب) جاڑے کے تجارتی سفروں اور (شام کی جانب) موسم گرما کے سفروں کی بنیاد رکھی۔ قبل ازاں قریش کا تجارتی لین دین مکہ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تھا اور یہ شہر دوسرے غیر عرب تاجروں اور سوداگروں کی گذر گاہ کا کردار ادا کرتا تھا اور ان کے پاس اپنا سامان تجارت ہوتا تھا۔ ہاشم جو ان ہی ایام میں تجارت کے لئے شام اور یمن کا سفر اختیار کیا کرتے تھے اور بہت زیادہ سفر کرتے تھے، نے قریش کی تجارت کو منظم اور منضبط کر دیا اور ان ہی کی ترغیب کے نتیجے میں ان کے قبیلے نے دو موسموں میں تجارتی سفروں کا اہتمام کیا۔ (سورہ قریش میں ان سفروں کی طرف اشارہ ہوا ہے)۔

نیز انھوں نے حبشہ کے حکمران نجاشی کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ قریشیوں کو اپنے زیر نگیں علاقوں میں کاروبار و تجارت کی غرض سے آمد و رفت کی اجازت دیں۔

ہاشم نے مکہ سے شام تک کے راستے میں آباد عرب قبائل کے سرداروں کے ساتھ قراردادیں منعقد کیں تاکہ قریش امن و امان کے ساتھ ان علاقوں سے گذریں اور اس کے بدلے قریشی ان کا ساز و سامان کرایہ وصول کئے بغیر مطلوبہ مقامات تک پہنچادیں۔

ہاشم ہی بظاہر اس رسم کے بانی تھے کہ ہر قریشی تاجر تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی کو ایک نادار شخص کے ساتھ تقسیم کرے۔ اس اقدام کے نتیجے میں تمام غرباء بھی اغنیاء کی مانند، صاحب مال و ثروت ہوئے۔ یہ سلسلہ ظہور اسلام تک جاری رہا۔ اسی بنا پر عرب قبائل کے درمیان کوئی بھی قبیلہ قریش کی طرح صاحب عزت و حیثیت نہ تھا۔ قریشی ہاشم کے احکامات کی تعمیل اور ان کے ساتھ تعاون کے نتیجے میں پر آسائش زندگی سے بہرہ ور ہوئے۔ ہاشم قریش کی شوکت و عظمت اور آسائش فکر کا بنیادی سبب تھے اور قریش

قریش دلی طور پر ان سے بہت زیادہ وابستہ تھے؛ یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ بہت زیادہ فکر مند تھے کہ کہیں دوسرے عرب قبائل ان پر غلبہ نہ کرلیں۔

ہاشم اپنے آخری سفر میں قریش کے چالیس افراد کے ہمراہ شام کی طرف چلے گئے اور جب غزہ پہنچے تو بیمار پڑ گئے اور وہیں وفات پا گئے۔ ان کے ساتھی ان کی تدفین کے بعد ان کے اموال ان کے فرزندوں کے لئے لے گئے۔ زیادہ تر مؤرخین نے وفات کے وقت ہاشم کی عمر کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے؛ بلاذری کے بقول ہاشم بوقت وفات 20 سالہ یا 25 سالہ نوجوان تھے۔ تاہم بلاذری کا یہ خیال، ہاشم کی سماجی منزلت اور فرزندوں کی تعداد کو مد نظر رکھ کر قابل قبول نہیں آتا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آخری سفر میں ہاشم کا ایک ساتھی (قبیلۂ بنو عامر بن لؤی کا) ابو رہم بن عبد العزی العامری 20 برس کا نوجوان تھا۔ معلوم ہوتا ہے دوسرے مؤرخین کی رائے درست نہیں ہے اور انھوں ے اس عدد کو ہاشم کی عمر قرار دیا ہے۔

ہاشم نے اپنے بھائی مطلب کو اپنا وصی اور جانشین قرار دیا اور بعد کے زمانوں میں بنو ہاشم اور بنو المطلب ہمیشہ متحد رہے۔

ان کو ہاشم کا لقب ملا کیونکہ جن سالوں میں قریش قحط کا شکار ہوئے تھے، ہاشم نے ان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے شام یا فلسطین کا سفر اختیار کیا اور ہدایت کی بہت زیادہ روٹیاں تیار کی جائیں۔ بعد ازاں روٹیوں کو اونٹوں پر لاد لیا اور مکہ منتقل کیا۔ وہاں روٹیوں کے ٹکڑے کر دیئے اور ثرید تیار کیا((هَشَم الثَّرِيدَ / الخُبزَ) اور اونٹوں کو نحر کیا اور پکایا اور بے کسوں کا پیٹ بھر دیا۔ اسی بنا پر انہیں ہاشم (ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا) کہا گیا۔

قریش کو قبائل کے سربراہوں اور پڑوسی بادشاہوں کے ساتھ مانوس و متحد کرنے کی بنا پر "صاحب ایلاف قریش" کا لقب دیا گیا ہے

ہاشم کو "عمرو العلیٰ" کہا جاتا تھا جس کا سبب ان کی ذاتی خصوصیات اور نمایاں اور اعلی ذاتی صفات تھیں۔ "ابو الشعث الشجیات" بھی ہاشم کا ایک نام تھا۔ "بدران" بھی ایک لقب تھا جو لوگوں نے ہاشم اور ان کے بھائی عبد مناف کو دیا تھا۔ اس لقب کا سبب یہ تھا کہ وہ دونوں بہت زیادہ خوبصورت اور حسین و جمیل تھے "اقداح النضار" ـ یعنی خالص اور خوبصورت پیمانے۔ بھی ایک اجتماعی خطاب تھا جو ہاشم اور ان کے بھائیوں (مطلب اور نوفل) کو دیا گیا تھا۔

"مجیرون" (پناہ دینے والے) یا" مجیزون (اجازت دینے والے اور گذارنے والے) دوسرا اجتماعی لقب تھا جو ہاشم اور ان کے بھائیوں کو دیا گیا تھا؛ کیونکہ وہ بہت سخی اور فیاض تھے اور دوسرے عربوں پر سیادت و اعزاز رکھتے تھے اور ان کے درمیان ہاشم نے شام، روم اور غسان کے بادشاہوں کے ساتھ معاہدے کئے اور ان کے بھائیوں نے ایران، حبشہ اور یمن کے بادشاہوں کے ساتھ معاہدے کئے اور ان سب نے قریش کے لئے امان نامے وصول کئے تا کہ وہ خاطر جمعی اور سکون و آسائش کے ساتھ ان بادشاہوں کے قلمرو میں تجارت کر سکیں۔ بروایت دیگر، چونکہ خداوند متعال نے ان کے وسیلے سے قریش کی غربت اور بدحالی کا ازالہ کیا چنانچہ انہیں "مُجَبِّرون" (جبران یا ازالہ کرنے والے) کہا گیا۔

ہاشم نے کئی شادیاں کیں اور ان سے چار بیٹوں اور پانچ بیٹیوں کے باپ بنے ان کے بیٹوں کے نام "عبد المُطّلِب، اسد، ابو صَیفی، اور نَضلہ "۔ اور بیٹیوں کے نام "الشّفاء، خالدۃ، رقیۃ، حبۃ اور ضعیفۃ" ہیں۔

ہاشم کی نسل صرف عبد المطلب سے چلی ہے۔ جبکہ نضلہ اور اسد کی نسل باقی اور جاری نہیں رہی۔ البتہ ابو صیفی کا "صیفی" نامی بیٹا تھا جو طفولت ہی میں وفات پا چکا تھا اور ان کی دو دوسرے بیٹے "عمرو اور ضحاک" بھی تھے۔ نیز نضلہ ایک بیٹا تھا جس کا نام "ارقم" تھا۔ لیکن چونکہ عرب نسب شناس ابو صیفی اور نضلہ کے مقطوع النسل ہونے کے قائل ہوئے ہیں لہذا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے بیٹوں سے کوئی نسل باقی نہیں رہی

ہے۔ اسد کے لئے بھی فاطمہ بنت اسد کے سوا کسی فرزند کا تذکرہ نہیں ہوا ہے جو (ابو طالب کی زوجۂ مکرمہ اور) امام علی علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

جناب ہاشم کی تربت غزہ فلسطین میں ہے جس پر ایک قدیم مسجد (مسجد السید ہاشم) بھی قائم ھے - جو کہ پیش کردہ تصویر میں دیکھی جاسکتی ھے -

حوالہ جات -:

۱ - ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ج1، ص1۔

۲ - طبری، تاریخ، ج2، ص251۔

۳ - ابن اثیر، الکامل، ج2، ص16۔

۴ - ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ج1، ص138۔

۵ - ابن سعد، الطبقات، ج1، ص75۔

۶ - حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ج1، ص7۔

7 - بلاذری، انساب الاشراف، ج1، ص61-54

حضرت عبد المطلب

عبد المطلب (پیدائش:480ء، مدینہ منورہ–وفات:578ء،مکہ)(عربی میں عبد المطّلب)سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا تھے ان کا اصل نام شیبہ تھا(شیبہ بن ہاشم عربی میں شيبة ابن ہاشم یا شيبة الحمد)۔ان کو عبد المطلب (درست تلفظ:عبد المطّلِب)اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کو ان کے چچا مطلب نے پالا تھا۔کیونکہ ان کے والد ہاشم کی وفات ان کی پیدائش سے کچھ ماہ پیشتر ہو گئی تھی۔حضرت عبد المطلب دینِ ابراہیمی (اسلام) پر قائم تھے اور ایسی کوئی ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ انہوں نے کبھی بت پرستی کی ہو۔

تعارف

آپ کا اسم گرامی عامر،لقب شیبہ (بوڑھا) عبد المطلب،فیاض اور مطعم طیر السماء(آسمانی پرندوں کی ضیافت کرنے والا)،کنیت ابو حارث اور ابو بطحاء ہے۔آپ کے والد ماجد کا نام گرامی عمرو لقب عمرو العلا (اعلیٰ،بلند اور بزرگوار) اور ہاشم (چورہ کرنے والا) اور کنیت ابو نضلہ،ابو یزید اور بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو اسد ہے اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سلمی ہے۔امام سہیلی کہتے ہیں کہ درست بات یہی ہے کہ آپ کا نام شیبہ ہے۔

آپ انتہائی حسین و جمیل تھے۔حذافہ بن غانم عدوی نے آپ کے بارے میں کہا ہے:

وَ أَلَادُهُ بِيْضُ الْوُجُوهِ وُجُوهُهُمْ تُضِيءُ ظَلَامُ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

ان (شیبہ) کی اولاد کے چہرے سفید ہیں۔ وہ چودھویں کے چاند کی طرح رات کی تاریکی کو روشن کر دیتے ہیں۔

سلسلہ نسب

والد ماجد کی جانب سے سلسلہ نسب یہ ہے ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

والدہ ماجدہ کی جانب سے سلسلہ نسب یہ ہے سلمی بنت عمرو بن زید بن لبید خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

دادی جان کی جانب سے سلسلہ نسب یہ ہے عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ۔

نانی جان کی جانب سے سلسلہ نسب یہ ہے عمیرہ بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار۔

شیبہ کی وجہ تسمیہ

جب آپ پیدا ہوئے تھے تو آپ کی پیشانی کے چند بال سفید تھے تو اس لیے شیبہ (بوڑھا یا بڑھاپے والا) نام پڑ گیا۔ چونکہ آپ نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے اس لیے شیبۃ الحمد کے لقب سے پکارے جانے لگے اور بعض کے نزدیک لوگ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے اس لیے یہ نام مشہور ہو گیا۔ واللہ اعلم

عبد المطلب کی وجہ تسمیہ

جب حضرت مطلب بن عبد مناف حضرت عبد المطلب کو مدینہ سے مکہ لے کر آرہے تھے تو راستے میں جو بھی مطلب سے پوچھتے کہ یہ پیچھے کون ہے تو حضرت مطلب بتاتے یہ میر اغلام (عبد) ہے جو مدینہ سے خرید کر لا رہا ہوں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبد المطلب مناسب لباس بھی نہیں پہنے ہوئے تھے، راستے میں آفتاب کی تمازت سے اور تکلیف بھی اٹھائی تھی اس لیے تکان کی وجہ سے چہرہ کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ مکہ میں آکر مطلب نے شیبہ کو عمدہ لباس پہنا کر بنو عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بیٹھایا۔ اور سب کو بتایا یہ میر ا بھتیجا شیبہ بن ہاشم ہے۔ چونکہ راستے میں حضرت مطلب نے شیبہ کو عبد کہا تھا اس لیے آپ عبد المطلب مشہور ہو گئے۔

بہن اور بھائی

حضرت عبد المطلب کے تین بھائی اور پانچ بہنیں تھیں۔ ان میں رقیہ بنت ہاشم آپ کی حقیقی بہن ہے جو بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔

ان کے علاوہ بھائیوں میں اسد بن ہاشم، ابو صیفی بن ہاشم جن کا نام عمرو تھا اور نضلہ بن ہاشم شامل ہیں۔ آپ کی بہنوں میں شفاء بنت ہاشم، حیہ بنت ہاشم، ضعیفہ بنت ہاشم اور خالدہ بنت ہاشم شامل ہیں۔ ان سب میں سے ابو صیفی اور حیہ کی والدہ کا نام ہند بنت عمرو ہے، اسد کی والدہ کا نام قیلہ ملقب بہ جزور بنت عامر، نضلہ اور شفاء کی والدہ کا نام امیہ بنت عدی ضعیفہ اور خالدہ کی والدہ کا نام واقدہ بنت ابو عدی تھا۔ حضرت عبد المطلب کی بہن بھائیوں کی مذکورہ تفصیل ابن ہشام کے مطابق ہے جبکہ طبقات ابن سعد کے مطابق ابو صیفی نام عمرو ہے اور ان کے ایک اور بھائی صیفی بن ہاشم کا ذکر کرتے ہیں لیکن حیہ کا ذکر نہیں کرتے اور وہ خالدہ کی ایک اور بہن رقیہ بنت ہاشم کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے علاوہ حضرت عبد المطلب کے ایک اور بہن کا حنہ بنت ہاشم کا ذکر کرتے ہیں جن کی والدہ کا نام عُدی بنت حبیب ہے۔ ابن سعد کی پیش کردہ محمد بن سائب کلبی

کی روایت کے مطابق حضرت ہاشم بن عبد مناف کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں بنتی ہیں جبکہ کلبی کی روایت کے آغاز میں یہ عبارت ہے: ہاشم کی اولاد چار بیٹوں اور پانچ بیٹیوں پر مشتمل ہے اس لیے ابن ہشام کی تفصیلات ہی درست معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

پیدائش و بچپن

آپ کے والد ہاشم بن عبد مناف نے آپ کی والدہ ماجدہ سلمی بنت عمرو سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ وہ جو بھی بچہ جنے گی وہ میکے میں جنے گی چنانچہ جب حضرت عبد المطلب کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت ہاشم نے اپنی زوجہ کو اس کے میکے مدینہ میں چھوڑ کر خود تجارت کی غرض سے ملک شام چلے گئے اور وہیں غزہ میں وفات پائی۔ حضرت عبد المطلب کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ سات آٹھ برس تک مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ ایک مرتبہ بنو الحارث بن عبد مناۃ کا ایک شخص مدینہ آیا۔ یہاں اسے چند لڑکے تیر اندازی کرتے ہوئے ملے۔ شیبہ جب نشانے پر تیر مارتے تھے، وہ فخر سے کہتے تھے، میں ہاشم کا بیٹا ہوں، میں بطحا کے رئیس کا بیٹا ہوں۔ حارثی نے ان سے پوچھا تم کون ہوں؟ انہوں نے کہا میں شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ حارثی نے مکہ آکر حضرت مطلب بن عبد مناف سے جو حجر میں بیٹھا ہوئے تھے کہا اے ابو الحارث سنو! میں نے یثرب میں چند لڑکوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک ایسا لڑکا تھا کہ جب اس کا تیر نشانے پر لگ جاتا تو وہ اظہار فخر میں کہتا، میں ہاشم کا بیٹا ہوں، میں بطحا کے رئیس کا بیٹا ہوں۔ حضرت مطلب نے کہا بخدا! میں اب اپنے گھر نہیں جاؤں جب تک کہ اس بچے کو نہ لے آؤں گا۔ حارثی نے کہا کہ اگر اس قدر مستعد ہو تو میری ناقہ صحن میں بندھی ہے اس پر چلے جاؤ۔ مطلب اسی اونٹنی پر سوار ہو کر یثرب گئے۔ سر شام وہ آبادی میں پہنچے۔ پھر بنو عدی بن النجار کے محلے میں آئے۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ قبیلہ کی چوپال میں لڑکے گیند کھیل رہے تھے، اس نے اپنے بھتیجے کی شناخت کر کے وہاں والوں سے پوچھا کہ یہ ہاشم کا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں یہ تمہارا بھتیجا ہے۔ اگر تم اسے لینا چاہتے ہو تو ابھی پکڑ لو اس کی ماں کو اس کی خبر نہ ہونے پائے، ورنہ اگر اسے معلوم ہو گیا تو وہ اسے کبھی نہیں جانے دے گی اور پھر ہم بھی اسے

نہ جانے دیں گے اور روک لیں گے۔ مطلب نے شیبہ کو آواز دی اور کہا کہ اے میرے بھتیجے میں تمہارا چچا ہوں، تم کو تمہاری قوم کے پاس لے جانے آیا ہوں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنی اونٹنی بیٹھادی اور وہ تیر کی طرح اچھل کر ناقہ کے پچھلے حصہ پر بیٹھ گئے۔ مطلب اسی وقت لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ اس کی ماں کو رات ہونے تک اس کے جانے کی اطلاع نہ ہوئی، جب رات کو اسے اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے شور مچایا کہ کوئی شخص میرے بچے کو بھگا لے گیا پھر اسے اطلاع کی گئی کہ اس کا چچا اسے لے گیا ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی کہتے ہیں کہ ثابت بن المنذر بن حرام صحابی رسول حسان بن ثابت کے والد عمرہ کے لیے مدینہ سے مکہ مکرمہ گئے وہاں حضرت مطلب بن عبد مناف سے ملے جو ان کے دوست تھے (باتوں باتوں میں) ان سے کہا: اگر تو اپنے بھتیجے شیبہ کو ہمارے قبیلہ میں دیکھتا تو اس کے شکل و شمائل میں تجھے خوبی و خوبروئی و ہیبت و شرافت نظر آتی، میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں تیر اندازی کر رہا ہے کہ نشان آموزی (وہ کمزور تیر ہے جس سے لڑکے تیر اندازی سیکھتے) کے دونوں تیر میرے کف دست جیسے مقدار کے ہدف میں داخل ہو جاتے ہیں، جب تیر نشانہ پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے

" **انا ابن عمرو العلی** "میں بلند و مرتبہ عمرو (ہاشم) کا فرزند ہوں

مطلب: میں تو جب تک وہاں نہ جاؤں اور اس کو ساتھ نہ لاؤں اتنی بھی تاخیر نہیں کر سکتا کہ شام ہو جائے (اتنی جلدی ہے کہ آج دن کے اختتام ہونے کا بھی انتظار نہیں کر سکتا)۔ ثابت: میری رائے میں اسے نہ تو سلمی تیرے سپرد کر دے گی اور نہ اس کے ماموں تجھے لے جانے دیں گے۔ اگر تو اسے وہیں رہنے دیں کہ اپنے ننھیال میں اس وقت تک رہے کہ خود بخود تیرے پاس برضا و رغبت آ جائے تو اس میں تیرا کیا حرج ہے؟ مطلب نے کہا کہ وابواؤس میں تو اسے وہاں نہ چھوڑوں گا کہ اپنی قوم کے ماثر و فضائل سے بیگانہ بنا رہے، تجھے یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس کا حسب و نسب و مجد و مشرف سب کچھ اس کی قوم کے ساتھ ہے۔ حضرت مطلب بن عبد مناف مکہ سے مدینہ گئے اور ادھر ایک گوشہ میں فروکش رہے۔ شیبہ کو دریافت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے ننھیالی لڑکوں میں تیر اندازی کرتے ہوئے وہ مل گئے۔ مطلب نے انہیں دیکھا تو باپ کی شباہت ان میں نظر آئی، پہچان لیا، آنکھیں اشکبار ہوئیں، گلے سے لگایا، حلہ یمانی پہنایا اور کہنے لگے:

عرفت شيبة والنجار قد حفلت

ابناؤها حوله بالنبل تنتضل

"میں نے شیبہ کو پہچان لیا اور ایسی حالت میں پہچانا کہ قبیلہ بنی نجار کے لڑکے اس کے ارد گرد تیر اندازی کے لیے مجمع کیے ہوئے تھے"

عرفت اجلاده منا و شيمته

ففاض مني عليه وابل سبل

"میں نے پہچان لیا کہ اس کا زور بازو و طور و طریق ہم ہی میں سے ہے اور یہ پہچان کر میری آنکھیں اس پر آنسوؤں کے ڈونگرے برسانے لگیں "

سلمی نے پیغام بھیج کر مطلب بن عبد مناف کو اپنے ہاں فروکش ہونے کی دعوت دی جس کے جواب میں مطلب نے کہا: میری حالت اس (تکلف) سے بہت ہی سبک واقع ہوئی ہے، میں جب تک اپنے بھتیجے کو نہ پاؤں گا اور اسے اس کے شہر و قوم میں نہ لے جاؤں گا اس وقت تک گرہ بھی نہیں کھولنا چاہتا۔ سلمی نے کہا: میں تو اس کو تیرے ساتھ بھیجنے کی نہیں۔ سلمی نے اس جواب میں مطلب کے ساتھ درشتی و خشونت ظاہر کی تو انہوں نے کہا ایسا نہ کر میں تو بغیر اس کے ساتھ لیے واپس جانے والا نہیں۔ میرا بھتیجا سن شعور کو پہنچ چکا ہے اور غیر قوم میں ہے اور اجنبی ہے۔ ہم لوگ اس کے خاندان کے ہیں کہ ہماری شرافت اور اپنے قومی شہر میں قیام کرنا یہاں کی اقامت سے اس کے لیے بہتر ہے اور وہ جہاں کہیں بھی ہو بہر حال تیرا ہی لڑکا ہے۔ لوگوں کا دعوی ہے کہ شیبہ نے اپنے چچا المطلب سے کہا کہ میں اپنی ماں کو جب تک وہ اجازت نہ دے نہ چھوڑوں گا۔ تو پھر سلمی نے اجازت دے دی اور شیبہ کو مطلب کے حوالے کر دیا۔

مکہ مکرمہ آمد اور مکہ کی سرداری

مطلب دن چڑھتے ہی شیبہ کو مکہ لے کر آئے اس وقت سب لوگ اپنی نشست گاہوں پر موجود تھے وہ پوچھنے لگے کہ مطلب یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا غلام ہے۔ اسی طرح مطلب اسے لیے ہوئے اپنے گھر پہنچے تو ان کی بیوی خدیجہ بنت سعید بن سہم نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا یہ میرا غلام ہے۔ گھر سے نکل کر مطلب حزدرہ آئے۔ یہاں سے انہوں نے ایک حلہ خریدا اور اسے شیبہ کو جا کر پہنایا پھر سر شام اسے لے کر بنی عبد مناف کی مجلس میں آئے اس کے بعد وہ لڑکا اسی حلہ کو پہنے ہوئے مکہ کی گلی کوچوں میں پھرا کرتا تھا۔ شیبہ کو عبد کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبد المطلب مناسب لباس بھی نہیں پہنے ہوئے تھے، راستے میں آفتاب کی تمازت سے اور تکلیف بھی اٹھائی تھی اس لیے تکان کی وجہ سے چہرہ کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ مکہ میں آکر مطلب نے شیبہ کو عمدہ لباس پہنا کر بنو عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لاکر بیٹھایا اور سب کو بتایا کہ یہ میرا بھتیجا شیبہ بن ہاشم ہے۔

چونکہ راستے میں حضرت مطلب نے شیبہ کو عبد کہا تھا اس لیے آپ عبد المطلب مشہور ہوگئے۔ ایک اور روایت کے مطابق محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ مطلب شیبہ کو لیے ہوئے ظہر کے وقت مکہ پہنچے تھے۔ قریش نے یہ دیکھ کر کہا: ھذا عبد المطلب (یہ مطلب کا غلام ہے)۔ مطلب نے کہا: ہائیں افسوس! یہ تو حقیقت میں میرا بھتیجا شیبہ بن عمرو (ہاشم) ہے۔ لوگوں نے (بنظر غائر) شیبہ کو جب دیکھ لیا تو (پہچان کے) سب نے کہا: ابنہ لعمری (میری جان کی قسم یہ عمرو کا لڑکا ہے)۔ اس وقت سے لے کر حضرت عبد المطلب برابر مکہ میں ہی مقیم رہے، تا آنکہ سن بلوغت کو پہنچے اور جوان ہوگئے۔

متولی کعبہ

جناب مطلب بن عبد مناف یمن کے ایک تجارتی سفر کے دوران میں بر دمان (یمن) میں ایسے بیمار ہوئے کہ پھر جاں بر نہ ہو سکے۔ انہیں وہیں سپرد خاک کر دیا گیا اور مکہ مکرمہ میں خاندانی قیادت و سیادت کی ذمہ داریاں حضرت عبد المطلب کے کندھوں پر آ گئی۔ اس طرح آپ نوجوانی ہی میں سردار قریش تسلیم کر لیے گئے۔ حضرت ہاشم کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا شرف مطلب بن عبد مناف کو ملا اور وہی قریش کے سردار مقرر ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے تبرکات مثلاً کمان، نذار کا عَلم، خانہ کعبہ کی کنجیاں وغیرہ سب مطلب کو ملی اور مطلب کی وفات کے بعد سب کچھ حضرت عبد المطلب کو مل گیا۔

نوفل کے ساتھ تنازع

مکہ آ کر مطلب نے حضرت عبد المطلب کو باپ کی املاک کی نشان دہی کر دی اور ان کو اس کے سپرد کر دیا۔ نوفل بن عبد مناف نے ایک کنوئیں کے بارے میں اس سے تنازع کیا اور زبردستی اسے غصب کر لیا۔ عبد المطلب نے اپنی قوم کے کئی آدمیوں کے پاس جا کر اس کی شکایت کی اور اپنے چچا کے مقابلہ میں مدد مانگی مگر ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم تمہارے چچا کے درمیان میں نہیں پڑتے۔ اس جواب پر عبد المطلب نے اپنی حالت اپنی ننھیال کو لکھی اور خط میں چند ایسے شعر بھی لکھے جس میں اپنے چچا نوفل کی شکایت کی تھی۔ چنانچہ اس خط کے موصول ہونے کے بعد ابو اسعد ابن عدس النجاری اسی ناقہ سواروں کے ساتھ یثرب سے روانہ ہو کر مکہ آیا۔ عبد المطلب کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی وہ اس کے استقبال کو آئے اور انھوں نے کہا ماموں صاحب قیام فرمایئے۔ ابو اسعد نے کہا جب تک نوفل سے میری مڈ بھیڑ نہ ہو جائے

گی میں فروکش نہ ہوں گا۔ عبد المطلب نے کہا میں اسے بحر میں قریش کے مشائخ کے ساتھ بیٹھا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔ ابو اسعد بحر آیا نوفل کے سرہانے آکر کھڑا ہوا اور اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور پھر نوفل سے کہا کہ رب کعبہ کی قسم ہے یا تو میرے بھانجے کو اس کا کنواں واپس دے دے ورنہ میں ابھی اس تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا ہوں۔ نوفل نے کہا رب کعبہ کی قسم ہے میں نے وہ کنواں اسے واپس دے دیا۔ اس پر تمام حاضرین کی شہادت ہوئی۔ اس کے بعد ابو اسعد نے کہا اے میرے بھانجے اب میں تمہارا مہمان بنا ہوں۔ تین دن اس نے عبد المطلب کے ہاں قیام کیا اور اسی اثناء میں اس نے عمرہ بھی ادا کیا۔ اس واقعہ کے بیان میں عبد المطلب نے چند شعر کہے اور سمرہ بن عمیر ابو عمرو الکنانی نے بھی کچھ شعر کہے۔ اس واقعہ کا خود نوفل پر بھی اثر ہوا کہ اس نے تمام بنو عبد شمس سے بنو ہاشم کے خلاف ایک سمجھوتہ کر لیا۔

باہمی اتفاق و اتحاد کا معاہدہ

ہشام بن محمد نے اپنے والد سے، عبد المجید بن ابی عبس سے اور ابو المقوم وغیر ہم سے روایت کی ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ تمام قریش میں عبد المطلب سب سے زیادہ خوش رو، سب سے زیادہ بلند و بالا، سب سے زیادہ بردبار (تحمل مزاج)، سب سے زیادہ فیاض اور سب سے زیادہ ان مہلکات سے دور رہنے والے شخص تھے جو لوگوں کی حالت و حیثیت بگاڑ دیا کرتے ہیں۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں پیش آیا کسی بادشاہ نے انہیں دیکھ کے ان کی تعظیم و تکریم نہ کی ہو اور ان کی سفارش نہ مانی ہو وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار بنے رہے۔ قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں نے آکے ان سے کہا: نحن قوم متبادرون في الدار هلم فلهانعک (ہم سب لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ و ہم جوار ہیں یعنی آؤ مخالفہ یعنی باہمی امداد و نصرت کا عہدہ پیمان کر لیں)۔ عبد المطلب نے یہ درخواست قبول کر لی اور سات شخصوں کو لے کے چلے جو اولاد مطلب بن عبد مناف وارقم بن نضلہ بن ہاشم و ضحاک و عمرو فرزندان ابو صیفی بن ہاشم تھے۔ اس میں سے نہ تو فرزندان عبد شمس بن عبد مناف میں سے کوئی شریک ہوا اور نہ نوفل بن عبد مناف کی اولاد میں سے کسی نے شرکت کی۔ عبد المطلب اپنی جماعت کو

لیے ہوئے دارالندوہ میں آئے۔ جہاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی مدد مواسات کے لیے عہد وپیمان کیے اور ایک عہد نامہ لکھ کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ عبد المطلب اس باب میں کہتے ہیں:

سادمی زبیرا أن توافت منیتی بامساك ما بینی و بین بنی عمرو

وأن یحفظ الحلف الذی مسین شخه ولا یلحدن فیه بظلم ولا عذر

هم حفظوا الآل القدیم و حالفوا اباك فكانوا دون قومك من فهر

ترجمہ:

اگر میری موت آگئی تو میں زبیر کو وصیت کر جاؤں گا کہ میرے اور فرزندان عمرو وخزاعی کے درمیان میں جو معاہدہ تھا وہ اس پر قائم رہے اور ٹوٹنے نہ دے۔

میں وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے اس کی حفاظت کرے اور ایسا نہ ہو کسی طرح کے ظلم وعذر کے باعث اس کی خلاف ورزی ہو۔

اے زبیر! خاندان فہر کہ وہی تیری قوم والے ہیں ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی قسم کی حفاظت کی اور تیرے باپ کے حلیف بنے۔

اسی بنا پر عبد المطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبد المطلب کو اس عہد وپیمان کی وصیت کی۔ زبیر نے ابو طالب سے اور ابو طالب نے یہی وصیت عباس بن عبد المطلب سے کی تھی۔

طائف میں کامیابی

ابو مسکین کہتے ہیں: طائف میں ایک کنواں (یا چشمہ) عبد المطلب کی ملکیت میں تھا۔ جسے ذوالھرم کہتے تھے یہ ایک زمانے سے قبیلہ ثقیف کے قبضے میں تھا۔ عبد المطلب نے مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ جندب بن الحارث بن خبیب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف (ان دنوں) قبیلہ ثقیف کے سردار تھے جو منکر ہو گئے اور عبد المطلب سے لڑنے لگے۔ دونوں کو مناظرے کی ضرورت پڑی جس کے لیے کاہنہ بنی عذرہ منتخب ہوا کہ اس کو عزی سلمہ کہتے تھے اور وہ شام میں رہتا تھا۔ منافرہ چند اونٹوں پر قرار پایا جو نامزد کر لیے گئے (یہ شرط ہوئی کہ جیتنے والے کو اتنے اونٹ دیے جائیں گے)۔ عبد المطلب چند قریشیوں کو لے کر چلے اور ساتھ میں حارث بن عبد المطلب تھے کہ ان کے علاوہ عبد المطلب کے ان دنوں اور کوئی لڑکا نہیں تھا۔ جندب چلے تو ان کے ہمراہ ثقیف کے کچھ لوگ تھے۔ عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس (راستہ میں) پانی ختم ہو گیا ثقفیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے نہ دیا۔ اللہ تعالی نے خود ہی عبد المطلب کے اونٹ کے نیچے ان کے لیے ایک چشمہ جاری کر دیا۔ عبد المطلب نے خدائے عزوجل کی حمد کی اور جان لیا کہ یہ اسی کا احسان و منت ہے۔ سب نے سیر ہو کے پانی پیا اور بقدر ضرورت لے لیا۔ جب بعد میں ثقفیوں کا بھی پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے عبد المطلب سے التجا کی تو انہوں نے سب کو پانی پلوایا۔ کاہن کے پاس آئے تو انہوں نے عبد المطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔ عبد المطلب نے شرط کے اونٹ لے کر ذبح کر ڈالے۔ ذوالہرم کو اپنے قبضے میں لے لیا اور واپس آئے۔ خدا نے عبد المطلب کو جندب پر اور عبد المطلب کی قوم کو جندب کی قوم پر فضیلت بخشی۔

زم زم کی دوبارہ کھدائی

حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ بیت اللہ کے پاس سب سے پہلے آباد ہونے والے بنو جرہم کی بے اعتدالیاں جب حد سے بڑھ گئیں، مکہ آنے والے حاجیوں پر ان کے ظلم اور زیادتیوں میں بہت اضافہ ہو گیا تو اللہ تعالی نے ان سے اقتدار چھیننے اور انھیں مکہ سے نکالنے کے اسباب مہیا کر دیے۔ ان کے آخری سردار عمرو بن حارث جرہمی نے کعبے کے

نفیس اور قیمتی تحائف اور رکن یمانی کا پتھر چاہ زمزم میں پھینک دیے اور چاہ زمزم کو توڑ پھوڑ کر اس طرح بھرا کہ اس کا نشان ہی مٹا دیا اور خود بیان کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر مدتیں بیت چکی تھیں۔ زمزم اور اس کا محل وقوع لوگوں کے ذہنوں تک سے محو ہو گیا تھا۔ لیکن اب ابراہیم علیہ اسلام کی نسل میں سے وہ فرد فرید اس دنیا میں آنے والا تھا جو خود اور اس کے ماننے والے سیدنا اسماعیل کے بعد آب زمزم کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔

خواب

سیدنا علی بن ابی طالب فرماتے ہیں: عبد المطلب کو خواب کے ذریعے سے اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کی علامات اور نشانات خواب ہی میں بتائے گئے۔ عبد المطلب نے بیان کیا: میں حطیم میں سو رہا تھا۔ خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا: برہ کھودو۔ میں نے دریافت کیا: برہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ اگلے روز میں پھر اسی جگہ سویا۔ میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ وہ شخص کہہ رہا ہے: مضنونہ کھودو، میں نے دریافت کیا: مضنونہ کیا ہے؟ وہ شخص جواب دیے بغیر چلا گیا۔ تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص کہہ رہا ہے: طیبہ کھودو، میں نے پوچھا: طیبہ کیا ہے؟ وہ شخص پھر چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ یہ خواب دیکھا تو وہ شخص کہنے لگا: زمزم کھودو، میں نے کہا: زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ (کنواں ہے جس کا پانی) نہ کبھی ختم ہو گا نہ کبھی کم ہو گا اور وہ حاجیوں کی بہت بڑی تعداد کو سیراب کرے گا۔ پھر اس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتائی گئیں کہ وہاں چیونٹیوں کا بل ہو گا اور وہ گوبر اور خون کے درمیان میں ہے جہاں سفید پروں والا ایک کوا چونچ مار رہا ہو گا۔ یہ جگہ دو بتوں اساف اور نائلہ کے درمیان میں تھی جہاں قریش اپنے جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات اُجاگر ہونے سے عبد المطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ خواب سچا ہے۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبد اللہؓ کی پیدائش سے بھی پہلے پیش آیا۔

خواب کی عملی تعبیر

عبد المطلب نے قریش کو اپنا خواب سنایا اور کہا: میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے۔ قریش نے مخالفت کی مگر عبد المطلب نے مخالفت کی کوئی پروانہ کی۔ وہ اپنے بیٹے حارث (اس وقت آپ کا یہی ایک بیٹا تھا) کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور بتائے گئے نشان کے مطابق وہ جگہ کھودنی شروع کر دی۔ عبد المطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث بن عبد المطلب مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ جب باپ اور بیٹا کنواں کھود رہے تھے تو اس موقع پر جب قریش نے ان کا مذاق اڑایا تو حضرت عبد المطلب نے نذر مانی کہ اللہ تعالی نے اگر انہیں دس بیٹے عطا کیے اور وہ ان کے لیے قوت کا ذریعہ بنے اور دشمن سے مدافعت میں کام آئے تو وہ ایک بیٹے کو کعبہ کے پاس ذبح کر دیں گے۔ تین روز کی کھودائی کے بعد اس کے کچھ آثار نظر آئے تو عبد المطلب نے خوشی سے نعرہ لگایا: ھذا طوی اِسمعیلؑ یہی اسمعیل کا کنواں ہے۔ جب قریش کو پتہ چلا کہ عبد المطلب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ سب مل کر آئے اور کہنے لگے: اے عبد المطلبؓ! یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیلؑ کا ہے۔ اس پر ہمارا بھی حق ہے، اس لیے اس کے جملہ حقوق میں ہمیں بھی شرکت کا موقع دو۔ عبد المطلبؓ نے جواب دیا: ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ یہ فضیلت میرے ہی لیے خاص کی گئی ہے۔ تمھارا اس میں کوئی حصہ نہیں لیکن قریش اپنے دعوے پر اصرار کرتے رہے، آخر کار یہ طے پایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ بنو سعد بذیم کی ایک کاہنہ سے کرایا جائے۔ یہ عورت شام کی سرحد کے پاس رہتی تھی۔

زمزم کی تولیت

عبد المطلب اور قریش کے چند دیگر افراد کاہنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ قافلہ شام اور حجاز کے درمیان میں پہنچا تو ان کے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ جب صحرا کی شدید گرمی اور پیاس نے انھیں ستایا تو انھیں اپنی موت یقینی نظر آنے گئی۔ عبد

المطلب نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ وہ کہنے لگے: موجودہ اضطراب انگیز حالت میں تو ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، تم ہی کچھ بتاؤ۔ عبد المطلب کہنے لگے: ہمیں باقی ماندہ توانائی مجتمع کر کے اپنی اپنی قبریں کھودنی چاہیں۔ ہم میں سے جو شخص فوت ہو جائے، اس کے ساتھی مل کر اسے دفن کر دیں یہاں تک کہ آخر میں جو شخص بچ جائے، وہ دفن ہونے سے رہ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سب کے ضائع ہونے سے بہتر یہی ہے کہ کوئی ایک ضائع ہو۔ انھوں نے کہا: تمھاری بات ٹھیک ہے، چنانچہ وہ سب اپنی اپنی قبر کھودنے لگے۔ انھیں موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بعد عبد المطلب نے ان سے کہا: اس طرح بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے سے بہتر ہے کہ ہم پانی کی تلاش جاری رکھیں، ہو سکتا ہے اللہ تعالی پانی کی طرف ہماری رہنمائی کر دے۔ وہ اس ارادے سے اپنی سواریوں کی طرف بڑھے۔ جب عبد المطلبؓ نے اپنے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ انھوں نے خود بھی پانی پیا، اپنی سواریوں کو بھی پلایا اور اپنے مشکیزوں میں بھی بھر لیا، پھر وہ سب کہنے لگے: اے عبد المطلبؓ! ہمارے اور تمھارے درمیان میں فیصلہ ہو گیا ہے۔ اب اس کاہنہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ ہم تم سے زمزم کے بارے میں بھی نہیں جھگڑیں گے۔ اب زمزم پر تمھارا ہی حق مسلم ہے

زمزم کا خزانہ

ابن ہشام کے مطابق زمزم کی کھدائی کے وقت سونے کے دو ہرن اور کچھ تلواریں اور زرہیں بھی ملیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا: اے عبد المطلبؓ! ان چیزوں پر ہمارا بھی حق ہے۔ عبد المطلبؓ نے ان چیزوں میں ان کا حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: اگر تم حصہ لینے پر مصر ہو تو آؤ فال کے تیر نکلوائیں۔ جس کا تیر نکل آئے، وہ حقدار ہو گا اور جس کا نہ نکلے، وہ محروم تصور کیا جائے گا۔ انھوں نے پوچھا: یہ فال گیری کیسے ہو گی؟ عبد المطلبؓ نے کہا: دو تیر کعبہ کے، دو میرے اور دو تمھارے لیے ہوں گے۔ جس کے تیر جس چیز پر نکل آئے، وہ چیز اسے مل جائے گی اور جس کے نہ نکلے، وہ اس سے محروم رہے گا۔ سب نے کہا: یہ ٹھیک ہے اور انصاف کی بات ہے۔ اس پر عبد المطلب نے دو زرد تیر کعبہ کے لیے اور دو سیاہ تیر اپنے لیے اور دو سفید تیر قریش کے لیے تیار کیے، پھر سب سے بڑے بت ہبل کے پاس جا کر وہ تیر پانسادار کے حوالے کیے

اور خود عبد المطلب کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے۔ پانسادار نے فال نکالی تو کعبہ کے دو زرد تیر ہرنوں کے نام نکلے اور عبد المطلب کے دو سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں کے لیے نکلے مگر قریش کے تیر ناکام رہے۔ عبد المطلب نے ان تلواروں سے بیت اللہ کا دروازہ بنا دیا اور سونے کے دو ہرن، جو کعبے کے حصے میں آئے تھے، انھیں پگھلا کر کعبے کا دروازہ سونے سے مرصع کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کعبے کا دروازہ سونے سے مزین کیا گیا۔ عبد المطلب نے زمزم کو بلا تخصیص سب لوگوں کے لیے وقف کر دیا۔

حرب بن امیہ سے تنازع

علامہ بلاذری بیان کرتے ہیں: عبد المطلب انتہائی بردبار، دانا اور انصاف کے علمبردار تھے۔ حرب بن امیہ ان کا ہم نوالہ و ہم پیالہ تھا۔ عبد المطلب کی پناہ میں ادینہ نامی ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ تہامہ کے بازار میں خرید و فروخت کیا کرتا تھا۔ حرب کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس نے قریش کے نوجوانوں کو ترغیب دی: اگر تم اس یہودی کو قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کر لو تو یہاں کوئی اس کے خون کا مطالبہ کرنے والا ہے نہ اس کا مال طلب کرنے والا۔ دو نوجوانوں ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار اور صخر بن عامر بن کعب نے حرب کی باتوں میں آ کر اسے قتل کر دیا۔ عبد المطلبؓ کو اس جرم سے بہت تکلیف پہنچی۔ انھوں نے اس قتل کا سراغ لگا لیا اور حرب بن امیہ سے اس یہودی کے قاتلوں کو پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ حرب نے قاتلوں کو چھپا دیا اور انھیں عبد المطلب کے حوالے کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ دونوں کے درمیان میں تلخ کلامی بھی ہوئی۔ معاملہ سنگین نوعیت اختیار کر گیا تو ان دونوں نے نجاشی کو حکم مان لیا کہ وہ جو فیصلہ کرے گا، ہمیں منظور ہو گا لیکن نجاشی ان کا فیصل بننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ پھر انھوں نے سیدنا عمر بن خطاب کے جد امجد نفیل بن عبد العزی بن ریاح کو حکم مان لیا۔ نفیل حرب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: اے ابو عمرو! کیا تم ایک ایسے آدمی سے اختلاف کر رہے ہو جو قامت میں تم سے لمبا، صورت میں تم سے زیادہ حسین اور سرداری میں تم سے بڑھ کر ہے۔ اسے ملامت کرنے والے تم سے تھوڑے ہیں، اس کی اولاد تم سے زیادہ ہے۔ وہ صلہ رحمی میں تم سے بڑھ کر ہے اور اس کا دستر خوان تم سے وسیع تر ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم حلیم ہو، تمھاری عرب میں شہرت ہے۔ تم دور اندیش ہو تمھارے قبیلے والے تم سے محبت کرتے

ہیں۔ لیکن تم ایک ایسے آدمی کے مقابلے میں آئے ہو جو تم سے بہت ممتاز ہے۔ نفیل نے عبد المطلب کے حق میں فیصلہ کر دیا لیکن حرب نے اس کا فیصلہ تسلیم نہ کیا۔ عبد المطلب نے یہ معاملہ عبد اللہ بن جدعان کے سپرد کر دیا۔ عبد اللہ بن جدعان حرب کے پیچھے پڑے رہے یہاں تک کہ مقتول یہودی کے چچازاد کو اس سے دیت دلوائی۔

(حوالہ تمام کتب سیر و تاریخ)

مطلع ثانی

نور مصطفوی ﷺ کی برکات

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ کی تربیت عالم غیب سے اس طرح ہوتی کہ ایک دن آپ نے اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب سے عرض کیا کہ جب کبھی میں بطحائے مکہ اور کوہ بشیرہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے نور چمکتا دمکتا ظاہر ہوتا ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مشرق و مغرب کی طرف جاتا ہے پھر مجتمع ہو کر ابر کی شکل اختیار کر کے میرے اوپر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور یہ ابر پارہ مدور شکل اختیار کر

کے آسمان کی طرف جاتا ہے اور فوراًواپس آجاتا ہے اور میری پشت میں واپس چلا جاتا ہے۔ میں جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے

" اے وہ شخص جس کی پشت میں نور محمدی ﷺ امانت ہے آپ پر سلامتی ہو "

آپ نے مزید فرمایا کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھا ہوں تو وہ سرسبز و شاداب ہو گیا اور مجھ پر سلام کرتا ہے۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ اے جان پدر تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری صلب سے رحم مادر میں ایسا نطفہ منتقل ہو گا جو تمام مخلوق الٰہی کی بزرگ ترین شخصیت ہو گا اور میں نے بھی ایسے بہت سے مشاہدات کیے ہیں اور مجھے خواب میں بھی بہت سی بشارتیں دی گئی ہیں۔

عبد المطلب کی نذر

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت عبد المطلب نے زمزم کے کھودنے کے وقت جب قریش کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو منت مانی تھی کہ اگر انہیں دس لڑکے ہوں گے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک لڑکے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے ذبح کر دیں گے۔ جب انہیں پورے دس لڑکے ہوئے اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ان کی حفاظت کریں گے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کی انہیں خبر دی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نذر پوری کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی بات مانی اور دریافت کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ حضرت عبد المطلبؓ نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنے نام لکھ کر میرے پاس لائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور عبد المطلبؓ کے پاس آئے۔ حضرت عبد المطلبؓ انہیں لے کعبۃ اللہ کے اندر ہبل کے پاس آئے اور ہبل ایک باولی پر تھا اور یہ باولی وہ تھی جس پر بیت اللہ کی نذر و نیاز میں جو چیزیں آئیں وہاں جمع رہتی تھی اور ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے اور ہر تیر پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک پر خون بہا دوسرے پر ہاں تیسرے پر نہیں

چوتھے پر تمہیں میں سے پانچویں پر تم میں ملا ہوا چھٹے پر تم میں سے نہیں ساتویں پر پانیوں کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ حضرت عبد المطلب اس تیروں والے کے پاس آکر کہا کہ میرے ان بچوں کے یہ تیر ہلا کر نکالو اور جو نذر انہوں نے مانی تھی اس کی کفیت بھی اسے سنادی۔ ان میں سے ہر ایک لڑکے نے اپنا تیر اس کو دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ لوگوں کے خیال کے موافق عبد اللہ عبد المطلب کے بہت چہیتے فرزند تھے اور یہی دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر ان پر سے نکل گیا تو گویا وہ خود بچ گئے۔ جب تیر والے نے تیر لیے تا کہ انہیں حرکت دے کر نکالے تو عبد المطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرنے لگے۔ جب تیروں والے نے تیر چلائے تو حضرت عبد اللہ کا نام نکلا۔ پھر تو عبد المطلب نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چھری لی اور انہیں لے کر اساف و نائلہ کے پاس آئے تا کہ انہیں ذبح کریں۔ جب قریش نے دیکھا تو وہ اپنی مجلس چھوڑ کر ان کے پاس آئے اور کہا عبد المطلب تم کیا کرنا چاہتے ہوں۔ انہوں نے کہا میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ جب قریش اور آپ کے دوسرے لڑکوں نے دیکھا تو کہا خدا کی قسم اس کو ہر گز ذبح نہ کیجئے جب تک آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر ایک شخص ہمیشہ اپنے بچے کو لایا کرے گا کہ اس کو ذبح کرے۔ اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی۔ مغیرہ بن عبد اللہ نے کہا خدا کی قسم ایسا ہر گز نہ کیجئے جب تک کہ آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر ان کا عوض ہمارے مال سے ہو سکے تو ہم ان کا فدیہ اپنے مال سے دیں گے۔ قریش اور ان کے دوسرے بچوں نے کہا ان کو ذبح نہ کیجئے بلکہ انہیں حجاز لے چلیئے وہاں ایک عرفہ (غیب کی باتیں بتانے والی) ہے جس کا کوئی (موکل یا شیطان یا کوئی روح) تابع ہے اس سے آپ دریافت کیجئے۔ اگر اس نے بھی ان کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ کو ان کے ذبح کر ڈالنے کا پورا اختیار ہو گا اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور اس لڑکے کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی شکل ہو تو آپ اس کو قبول کر لیں۔ پھر وہ سب کے سب وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ خیبر میں ہے تو پھر وہاں سے سوار ہو کر خیبر آئے۔ عبد المطلب نے اس عورت کو اپنے اور اپنے لڑکے کے حالات سنائے اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ اس عورت نے کہا آج تو میرے پاس سے تم لوگ واپس جاؤ یہاں تک کہ میرا تابع میرے پاس آئے اور میں اس سے دریافت کر لوں۔ پس سب کے سب اس کے پاس سے لوٹ آئے اور عبد المطلب اس کے پاس سے آکر کھڑے اللہ تعالی سے دعا مانگتے رہے۔ دوسرے روز صبح سویرے سب اس کے پاس گئے۔ اس عورت نے کہا ہاں مجھے تمہارے متعلق کچھ معلومات ہوئی ہے۔ تم لوگوں میں دیت کی مقدار کیا ہے۔ سب نے کہا دس اونٹ اور واقعۃً یہی مقدار

تھی۔ اس عورت نے کہا تم لوگ اپنی بستیوں کی جانب لوٹ جاؤ اور تم اپنے اس آدمی کو (اپنے لڑکے کو) اور دس اونٹوں کو پاس پاس رکھو اور ان دونوں پر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈالو اگر تیر تمہارے اس لڑکے پر تو اونٹوں کو اور بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا پروردگار راضی ہو جائے (اور) اونٹوں پر تیر نکل آئے تو اس کی بجائے اونٹ ذبح کر دو۔ اس طرح تمہارا رب بھی تم سے راضی ہو گیا اور تمہارا لڑکا بھی بچ جائے گا۔ (یہ سن کر) وہ وہاں سے نکل کر مکہ پہنچے۔ جب سب اس رائے پر متفق ہو گئے تو عبد المطلب اللہ تعالی سے دعا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت عبد اللہ کو اور دس اونٹوں کو وہاں لے آئے۔ اس حالت میں کہ عبد المطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو حضرت عبد اللہ پر نکلا۔ تو دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی اس طرح بڑھتی بڑھتی جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو تب جا کر تیر اونٹوں پر نکلا۔ وہاں پر موجود قریش اور دوسرے لوگوں نے کہا اے عبد المطلب اب تم اپنے رب کی رضامندی کو پہنچ گئے۔ عبد المطلب نے کہا اللہ قسم ایسا نہیں یہاں تک کہ تین وقت اونٹوں پر ہی تیر نکلے۔ پھر یہ عمل تین بار کیا گیا اور ہر بار ہی تیر اونٹوں پر نکلا۔ عبد المطلب نے اللہ اکبر کی تکبیر کہی۔ عبد المطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی حضرت عبد اللہؓ کو لے گئیں۔ حضرت عبد المطلبؓ نے صفا و مروہ کے درمیان میں اونٹوں کو لے جا کر قربانی کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبد المطلبؓ نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لیے ان کو چھوڑ دیا (جو چاہیے گوشت کھائے روک نہ رکھی)۔ انسان یا درندہ یا طیور کوئی بھی ہو کسی کی ممانعت نہ کی البتہ خود نہ کچھ کھایا نہ آپ کی اولاد میں سے کسی نے کوئی فائدہ اٹھایا۔ عکرمہ عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ان دنوں دس اونٹوں کی دیت (خون بہا) ہوتی تھی (دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے دس اونٹ دیے جائیں) عبد المطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دیا۔ جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہی دستور ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو خود برقرار رکھا۔

حضرت عبد اللہؓ کی شادی

جب وہب بن عبد مناف نے ابلق سواروں کی جانب سے حضرت عبد اللہؓ کی حفاظت دیکھی تو ان کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ وہ اپنی بیٹی آمنہؓ کا نکاح حضرت عبد اللہؓ سے کرے گے۔ گھر آکر انہوں نے سارا واقعہ اپنی بیوی کو سنا کر انہیں حضرت عبد المطلب کی خدمت میں روانہ کیا کہ جا کر ان سے کہیں میری عفت مآب اور نیک سرشت بیٹی جو اخلاق و اعمال میں بے مثال ہے اگر وہ اس کو اپنے بیٹے عبد اللہ کی زوجیت کے لیے قبول کر لیں تو نہایت مناسب ہو۔ حضرت عبد المطلبؓ نے حضرت آمنہ بنت وہب کی صفات اپنی بیوی ہالہ سے جو حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی والدہ اور حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں بہت بار سنی تھیں۔ علاوہ ازیں قبیلہ کی عورتیں بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی رہتی تھیں کہ حضرت عبد اللہؓ اور حضرت آمنہؓ کا جوڑ نہایت مناسب ہے۔ در حقیقت حضرت آمنہؓ اپنے دور کی نہایت عقلمند اور لائق فائق خاتون تھیں اور ان صفات میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ لہذا عبد المطلب نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ علاوہ ازیں یہ بات اس یمنی خبر کے عین مطابق تھیں جو اس نے حضرت عبد المطلب سے سفر یمن کے موقع پر کہی تھی۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت عبد المطلب یمن کے سفر پر گئے اور وہاں یہودیوں کے ایک بڑے عالم نے ان سے ملاقات کے دوران میں دریافت کیا تھا کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ آپ نے جواب دیا بنو ہاشم سے ہوں اور ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے عبد المطلب سے اجازت مانگی کہ آپ اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں آپ کے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ جسم کے دیکھنے میں کوئی اخلاقی گراوٹ نہ ہو تو دیکھ سکتے ہو۔ لہذا اس نے آپ کی ناک کے ایک نتھنے کو اپنے ہاتھ سے کھینچا اور اسی طرح دوسرے جانب عمل کیا۔ ایک اور روایت کے مطابق اس نے آپ کے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو دیکھ کر کہا کہ ایک سے ملک و سلطنت اور دوسرے سے نبوت کا اظہار ہو رہا اور یہ سعادت دو منافوں کے قران سے ظاہر ہو رہی ہے (پہلے عبد مناف بن قصی دوسرے عبد مناف بن زہرہ) پھر اس نے سوال کیا کہ تمہارے بیٹے عبد اللہ کی شادی ہو گئی ہے۔ عبد المطلب نے جواب دیا نہیں۔ تب یہودی عالم نے کہا کہ اب تم واپس جا کر ان کی شادی بنی زہرہ میں کر دینا۔ جب

حضرت عبد المطلبؓ مکہ آئے تو یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ وہب بن عبد مناف عبد اللہؓ سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں کارکنان قضاو قدر نے یہ یہودیوں والا قصہ اس کا سبب بنا دیا۔ لہذا حضرت عبد المطلبؓ نے حضرت ہالہ سے کہا کہ حضرت عبد اللہؓ کے لیے حضرت آمنہؓ کا نکاح ایک مجلس میں کیا گیا۔ لیکن یہ روایت کہ عبد المطلب اور حضرت عبد اللہ کا نکاح ایک مجلس میں پڑھا گیا محل نظر ہے کیونکہ حضرت عبد المطلب نے ہالہ سے حضرت آمنہ کی تعریف سنی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبد اللہؓ کی وفات

حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب قریش کے ایک قافلے کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے۔ دوران میں سفر بیمار ہو گئے۔ واپسی پر یہ قافلہ مدینہ منورہ کے پاس سے گزرا تو حضرت عبد اللہ بیمار ہونے کی وجہ سے مدینہ ہی میں اپنے والد عبد المطلب کے ننھیال بنو عدی بن نجار کے ہاں ٹھہر گئے۔ قافلہ مکہ پہنچا تو حضرت عبد المطلب نے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ قافلے والوں نے بتایا وہ بیمار تھے اس لیے واپسی پر مدینہ ٹھہر گئے۔ حضرت عبد المطلب نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو عبد اللہ کی خبر لینے کے لیے بھیجا لیکن حضرت حارث بن عبد المطلب کے پہنچنے سے پہلے حضرت عبد اللہ فوت ہو چکے تھے اور انہیں دارالنابغہ میں دفن کر دیا گیا تھا۔ حارث نے واپس آ کر یہ افسوس ناک خبر سنائی تو حضرت عبد المطلب، ان کے بھائی، بیٹے، بھتیجے غرض کہ سارا خاندان انتہائی غم زدہ ہو گیا۔ وفات کے وقت حضرت عبد اللہ کی عمر پچیس سال تھی اور رسول اللہ ﷺ اس وقت شکم مادر میں تھے۔

اصحاب فیل اور عبد المطلب

حملے کی وجہ

جب ابرہہ کی حکومت کو یمن میں بہت زمانہ گزر گیا تو اس نے صنعا میں ایک کلیسا بنوایا جو اس زمانہ میں بے مثل مکان تھا۔ پھر اس نے نجاشی کو لکھ کہ میں نے تیرے لیے ایک ایسا کلیسا بنایا ہے جو اس وقت بے مثل مکان ہے اور اسی پر میں نے قناعت نہیں کی بلکہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ عرب کے حجاج کی زیارت گاہ اسی کو قرار دوں۔ جب اس بات کی ملک عرب میں شہرت ہوئی تو نساہ کے قبیلہ بنی فقیم میں ایک شخص کو غصہ آیا اور وہ اس کلیسا میں آیا اور اس کو بول و براز سے آلودہ کر گیا اور پھر اس بات کی ابرہہ کو خبر دی گئی اور لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ کام ان لوگوں میں سے کسی کا ہے جن کے پاس ایام حج میں حجاج آکر ٹھیرا کرتے ہیں۔ اس امر سے ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ میں کعبہ جاؤں گا اور اسے منہدم کر دوں گا۔

سردار قریش ابرہہ کے لشکر میں

چنانچہ ابرہہ حبشیوں کی ایک جرار فوج لیکر اسی قصد سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ ایک ہاتھی جس کا نام محمود تھا وہ اس کے ساتھ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے پاس تیرہ ہاتھی تھے اور سب کے سب محمود کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ مگر اللہ

سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فیل کو بصیغہ واحد بیان کیا ہے۔ بعض علما کرام فرماتے ہیں کہ اس سے وہی فیل مراد ہے جس کا نام محمود تھا وہ سب سے بڑا اور نہایت شوکت دار تھا۔ ہاتھیوں کی تعداد کتنی تھی اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ جب ابرہہ روانہ ہوا تو عربوں نے یہ خبر سن کر اس سے جہاد کرنا ضروری سمجھا۔ لہذا اشراف یمن میں سے ایک شخص جس کا نام ذو نفر تھا وہ اس کے مقابل میں آیا مگر لڑائی میں اس نے شکست اٹھائی اور گرفتار ہوا۔ ابرہہ نے اسے قتل کرنا چاہا مگر پھر اس مہم کے انجام تک اسے قید میں رکھا۔ جب آگے بڑھا تو دوسرا شخص نفیل بن الخشعمی اس کا مقابل ہوا اور اس نے بھی شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔ نفیل نے ابرہہ سے راستہ بنانے کے وعدہ پر رہائی پائی۔ جب ابرہہ طائف میں پہنچا تو بنو ثقیف نے اپنا ایک آدمی جس کا نام ابو رغال تھا راستہ بتانے کے لیے ساتھ کر دیا اور جب یہ لشکر مغمس میں آیا تو وہاں ابو رغال مر گیا اسے وہی دفن کر دیا گیا جس پر عرب ہنوز پتھر مارا کرتے ہیں۔ پھر ابرہہ نے اسود ابن مقصود کو مکہ کی طرف روانہ کیا اور وہاں سے عرب لوگوں کے اونٹ پکڑ لایا اور انہیں اونٹوں کے ساتھ حضرت عبد المطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد ابرہہ نے ایک دوسرے آدمی کو جس کا نام حناط الحمیری تھا مکہ معظمہ کو روانہ کیا اور اس سے کہا کہ قریش کے سردار سے کہو کے میں تم سے لڑنے کو نہیں آیا ہوں بلکہ میں صرف اس ارادہ سے آیا ہوں کہ کعبہ کو گرادوں اگر تم اس کے گرانے میں میری مزاحمت نہ کرو تو میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا۔ جب یہ بات حناط نے عبد الطلب بن ہاشم سے کی تو آپ نے کہا کہ ہم اس سے لڑنا نہیں چاہتے یہ بیت اللہ ہے اگر خدا کو اس کی حفاظت منظور ہوئی تو وہ آپ اس کی حفاظت کریں گا۔ یہ بیت مکرم اس کا حرم ہے اور اگر اللہ ہی کو اس کی حفاظت منظور نہیں ہے تو ہمیں اس کے بچانے کی قوت نہیں ہے۔ جب یہ تقریر حناط نے عبد المطلب کی سنی تو حناط نے آپ سے کہا کہ اچھا آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے تو آپ اس کے ساتھ ہو لیے۔ جب دونوں بادشاہ کے لشکر میں پہنچے تو وہاں جا کر ذو نفر کا پتہ پوچھا جو عبد المطلب کا دوست تھا۔ لوگوں نے بتادیا کہ وہ فلاں مقام پر ہے۔ جب آپ اس سے ملے اور مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ ایک قیدی کیا کر سکتا ہے جو ایک بادشاہ کے ہاتھ میں قید ہے جب چاہے اسے مار ڈالے البتہ جو یہاں کا ہاتھیوں کا سردار ہے جس کا نام انیس ہے وہ میرا دوست اس سے میں کچھ کہتا ہوں اور آپ کے درجہ اور عزت کا حال بیان کرتا ہوں وہ آپ کو شایستہ تقریب سے بادشاہ کے سامنے پیش کر دے گا اور جو آپ چاہتے ہیں وہ اس سے کہیئے۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ بس اتنا ہی کافی ہے چنانچہ اس نے انیس کو بلایا اور آپ کی اس سے سفارش کی اور کہا کہ قوم قریش کے یہ

سر دار ہیں- انیس نے ابرہہ سے آپ کا ذکر کیا کہ قریش کا سر دار آپ کے لشکر میں آیا ہوا ہے۔ ابرہہ نے آپ کو بلالیا۔ حضرت عبد المطلبؓ بڑے تندرست و توانا اور خوب صورت جوان تھے۔ جب ابرہہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کی عظمت و بزرگی اس کے دل میں جگہ کر گئی اور اس نے آپ کی تعظیم کی اور تخت سے اتر پڑا اور فرش پر ان کے ساتھ آکر بیٹھ گیا اور اپنے برابر ان کو بیٹھایا اور ترجمان سے کہا کہ پوچھو آپ کیا چاہتے ہیں؟ ترجمان نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے دو سو ناقہ (اونٹ) آپ کے آدمی پکڑ لائے ہیں وہ مجھے دلوا دیجیئے۔ ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ میں نے جب تمہاری صورت دیکھی تھی تو آپ کو بہت اچھا سمجھا تھا لیکن جب آپ سے میری بات چیت ہوئی تو وہ عظمت جو آپ کی میرے دل میں تھی جاتی رہی۔ آپ نے اپنے اونٹوں کا مجھ سے سوال کیا اور جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دین ہے اس کی نسبت کے کچھ نہ کہا جس کے گرانے کے لیے میں آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں اور اس بیت کا مالک خدا تعالی ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے اس کی حفاظت نہ کر سکے گا اور حکم کیا ان کے اونٹ دلا دیے جائیں۔ جب عبد المطلب نے اونٹ لیے تو ان اونٹوں کے گلے میں جوتیاں ڈال دیں اور ان کو ہدیہ اور قربانی کے طور پر حرم میں چھوڑ دیا۔ یہ عرب کا ایک دستور تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر اس میں سے کوئی اونٹ کھو جائیں گا تو پروردگار عالم کو غصہ آجائے گا۔

حضرت عبد المطلبؓ کی مناجات

جب عبد المطلب بن ہاشم قریش کی طرف لوٹ کر آئے تو قوم کو اس معاملہ کی خبر دی اور مشورہ ہوا کہ مکہ مکرمہ سے نکل کر چلے جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چھپیں۔ پھر حضرت عبد المطلب کعبہ کے دروازے کے حلقہ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اشراف قریش بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے اللہ تعالی سے دعا مانگی اور ابرہہ کے مقابلہ میں پروردگار عالم سے مدد چاہی۔ حضرت عبد المطلب نے اس انداز میں رب العالمین کے حضور مناجات پیش کیں۔

يَآرَبِّ لَا اَرْجُوْ لَهُمْ سِوَا كَا ... يَارَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَا كَا

اِنَّ عُدُوَّ الْبَيْتِ مَنْ عَادَا كَا ... اِمْنَعْهُمْ اَنْ يُّخَرِّبُوْ فِنَا كَا

لَا هُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ ... رِحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ ... وَمُحَالُهُمْ اَبَداً مُحَالَكَ

وَ لَئِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّهٗ ... اَمْرٌ تَتِمُّ بِهٖ فِعَالَكَ

اَنْتَ الَّذِيْ اِنْ جَاءَ بَاغٍ ... نَرْ تَجِيْكَ لَهٗ فَذَالِكَ

وَلَمْ يَحْوَوْا سِوَى ... خِزْيٍ وَ تُهْلِكُهُمْ هُنَالَكَ

لَمْ اَسْتَمِعْ يَوْمًا مَارْ ... جَس مِنْهُمْ يَبْغُوْا قِتَالِكَ

جَرُّوا جُمُوْعَ بِلَادِهِمْ ... وَالْفِيْلَ كَيْ يَسبُوْا عِيَالَكَ

عَمَدُوْا حِمَاكَ بِكَيْدِهِمْ ... جَهْلاً وَمَا رَقَبُوا جَلَالَكَ

اِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ ... وَ كَعْبَتَا فَامْرٌ بَدَالَكَ

ترجمہ:

اے پروردگار مجھ کو تیرے سوا ان دشمنوں کے دفع کرنے کے لیے اور کسی سے امید نہیں ہے، اے پروردگار تو ہی اپنی چیزوں کو ان حبشیوں سے بچا

بیت کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے اس لیے تو ان کو روک لے وہ تیرے صحن کو خراب نہ کریں

اے اللہ ہر ایک بندہ اپنے گھر کی چیزوں کو بچاتا ہے تو اپنے گھر کی چیزوں کی حفاظت کر

ایسا ہرگز نہ کر کہ ان کی صلیب غالب ہو جائے اور ان کی قوت تیری قوت پر بھی غالب آ جائے

اور اگر ایسا تو نے کر دیا تو ظاہر ہے کہ یہ ایسا کام ہے جس سے تیرے کام پورے ہوتے ہیں

تو ہی وہ ہے کہ اگر کوئی باغی آئے تو اس کے دفع کرنے کی ہم تجھ سے ہی امید کر سکتے ہیں چنانچہ یہ ایسا ہی وقت ہے

انہیں ذلت و خواری کے سوا اور کچھ نہیں ملا تو انہیں ہلاک کر ڈال

میں نے اس سے زیادہ نجس کبھی کسی کو نہیں سنا اور ایسی پلید قوم تجھ سے لڑنے کی خواہش کرتی ہے

اور اپنے تمام ملک کے لوگوں کو یہاں کھینچ کر لے آئے ہیں۔ اور ان میں ہاتھی بھی ہیں کہ تیری عیال کو مصیبت میں ڈالیں اور لونڈی غلام بنائیں

انہوں نے جہالت کے سبب سے تیرے ننگ و ناموس کی تخریب کا ارادہ کیا ہے اور تیرے جلال کا کچھ اندیشہ نہ کیا

اگر تو انہیں اور ہمارے کعبہ کو چھوڑ دے گا کہ جو چاہیں وہ اس کے ساتھ کریں تو جو بات ہو گی وہ تجھ پر ظاہر ہے

یہ مناجات تمام کر کے عبد المطلب نے کعبہ کے حلقہ کو چھوڑ دیا اور وہ اور ان کے ہمراہی پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا کر مخفی ہو گئے۔ ادھر جا کر وہ اس بات کے منتظر تھے کہ دیکھیے ابرہہ بیت کے ساتھ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس بیت مقدس کا مالک کیا کرتا ہے۔

حملہ اور لشکر پر عذاب الٰہی

دوسرے دن صبح کو ابھی آفتاب عالم تاب کی کرنیں پوری طرح افق عالم پر نمودار نہ ہو پائی تھیں اور شب کے آثار خاکدان عالم پر باقی تھے کہ حبشہ والوں کا لشکر مکہ مکرمہ سے دو فرسنگ دور وادی مجاز سے روانگی کے لیے تیار ہوا۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ روانگی سے قبل ہاتھیوں کو رنگا رنگ کی جھولوں او قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا جائے۔ روانگی شروع ہوئی ابرہہ نے کہا کہ ہاتھیوں کو ہراول دستہ رکھا جائے اور محمود نامی ہاتھی سب سے آگے رہے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ فتح و نصرت اس کے قدموں کی رہین منت ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نفیل خشمی نے آگے بڑھ کر محمود نامی ہاتھی کے کان میں کہا کہ اے ہاتھی واپس لوٹ جا کیونکہ جس طرف تو جارہا ہے وہ حرم خدا ہے اور ذات باری کی طرف منسوب ہے خبردار اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچانا۔ جب محمود ہاتھی نے اس ذات مقدس کا نام سنا تو گردن جھکائی اور جب اس کو خانہ کعبہ کی طرف بڑھایا گیا تو شطرنج کے بے جان (فیل) ہاتھی کی طرح خاموش کھڑا رہا اور سونڈ زمین پر رکھ دی۔ فیل بانوں نے امکانی کوشش کی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ مہاوت کبھی تو اس کا نام لے کر بڑھاتے، کبھی گالیاں دیتے، کبھی گردن پر آنکس مارتے، کبھی اس کی پیشانی پر ضربیں لگاتے اور کبھی اس کے ساتھ نرمی و تلطف کے ساتھ پیش آتے لیکن ساری کوششیں عبث و بیکار رہیں۔ محمود نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے کسی دوسری سمت موڑا جاتا تو وہ رواں دواں ہونے کے لیے تیار تھا۔ البتہ دوسرے ہاتھی اپنے فیل بانوں کے ساتھ مکمل تعاون پر آمادہ تھے لیکن شگون تو اسی محمود نامی سے لینا تھا اور اسی سے توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ لہذا اس کے اس رویہ سے سخت پریشان تھے کہ ناگہانی زمین پر اندھیرا ہوتا محسوس ہوا اور جب آسمان پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سمندر کی جانب سے کوے کے پروں کی طرح سیاہ پرندوں کے غول کے غول مصروف پرواز تھے۔ یہ پرندہ کوتا گردن اور گردن پر گہرا سبز رنگ باغ کی تازہ گھاس کے مانند لمبی چونچ اور دراز پنجے اور قد و قامت میں قدی سے بڑا اور گوریا سے چھوٹا لاکھوں کی تعداد میں ایک عجیب انداز کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا گئے۔ مشاہدین کا بیان ہے کہ وہ وقت ایسا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان پر سیاہ چادر تان دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے پرندے نہ تو مصر و شام کے علاقے سے تعلق ت رکھتے تھے اور نہ خشکی و تری میں ایسے پرندے مصروف پرواز دیکھے گئے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ اور پنجوں میں ایک ایک پتھر جو مسور کے دانہ سے بڑا اور چنے سے چھوٹا تھا دبا ہوا

تھا جس پر ہر اس شخص کا نام تحریر تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت مقرر تھی۔ یہ پرندے فوج در فوج آتے پہلے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور پھر ابرہہ کے لشکر کی جانب متوجہ ہو جاتے۔ یہ قدرتی لشکر دنیاوی سازو سامان سے آراستہ لشکر پر حملہ کرتا اور ان پر سنگ باری شروع کر دیتا اور اس چھوٹے سے پتھر میں قدرت نے یہ طاقت رکھی تھی جس جگہ بھی گرتا وہاں سے گزرتا ہوا آر پار ہو جاتا۔ اگر کسی سوار کے خود پر گرتا تو اس کے مقابلے کو چھیدتا ہوا سوار اور اس کے گھوڑے کے نیچے سے نکلتا جس کے نتیجہ میں سوار اور سواری دونوں ہلاک ہو جاتے۔ قصہ مختصر تمام لشکری خواہ سوار ہوں یا پیادے قہر الٰہی اور غضب خداوندی کا شکار ہو کر سرنگوں ہو گئے۔ ابرہہ چونکہ اس معرکہ سے بھاگ گیا لیکن چند روز کے بعد اس کا درناک طریقے سے مر گیا۔ اس کی کیفیت اس طرح ہوئی کہ جب ابابیل کے لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر یلغار کی تو یہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور حبشہ کی راہ پکڑی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور راستے میں کوڑھ کا شکار ہو گیا اور اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا۔ ہاتھ سے انگلیاں گل گل کر گرنے لگیں اور جسم کے جوڑوں سے خون بہنے لگا۔ اسی حالت میں وہ گرتا پڑتا نجاشی کے پاس آیا اور صورت حال بتلائی۔ اتفاقاً ایک پرندہ جو نجاشی کے قتل پر مامور تھا اپنا مشن پورا کرنے کے لیے وہاں پہنچ گیا جس کے پنجے اور چونچ میں ابرہہ کے نام کے پتھر موجود تھے۔ جیسے ہی ابرہہ کی نظر اوپر اٹھی اس کو مصروف پرواز دیکھ کر نجاشی سے کہا کہ وہ ایسے ہی پرندے تھے جنہوں نے میرے لشکر کو تاراج کیا ہے۔ اسی اثناء میں وہ پرندہ اپنا کام کر چکا تھا اور پتھر ابرہہ پر گرائے جا چکے تھے تاکہ ابرہہ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جائے۔ قصہ مختصر قریش کے کچھ لوگ ابرہہ کے لشکر کی پسپائی و بربادی اور ان مصائب و ابتلا کے بعد کوہ حرا سے اتر کر تفتیش اور احوال جاننے لگے۔ ابرہہ کے لشکریوں کو دیکھا کہ وہ بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں اور ان میں زندگی کی رمق بھی باقی نہیں ہے لہذا انہوں نے یہ طے کیا کہ سب کا ایک طرف سے جائزہ لینا شروع کریں اور بعد میں سب کو جا کر بتائیں گے۔ عبد المطلب جو ایک فہیم و فطین اصحاب میں سے تھے انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر ساتھیوں سے کہا ممکن ہے کہ لشکریوں نے مکر کا نٹھا ہو اور اس بے حس و حرکت پڑے رہنے میں کوئی سازش ہو جو ہمارے لیے نقصان کا سبب بن سکے لہذا تم یہاں ٹھہرو میں حالات کا جائزہ لے کر آتا ہوں کیونکہ میرے ابرہہ سے ذاتی تعلقات ہے لہذا وہ مجھے نقصان نہ پہنچائیں گے اور میں بخیر و عافیت واپس آ جاؤں گا اور اگر قدرت نے ان سے ان کی بداعمالیوں کا کا بدلہ لے لیا ہے تو میں صحیح خبر تمہیں آ کر بتاؤں گا۔ جب آپ جائزہ لینے گئے تو آپ نے اپنی دانست اور امور ملکی کے تجربہ کی بنا پر

سمجھ لیا تھا کہ ابرہہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے اور اس کے غرور کا بت پاش پاش ہو چکا ہے لیکن مکہ والوں کو حقیقت حال کا یقین دلانے سے پہلے آپ نے مناسب خیال کیا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کے چھوڑے ہوئے مال و متاع سے کچھ محفوظ کر لیا جائے لہذا آپ ابرہہ کی لشکر گاہ میں آئے اور مرضی کے مطابق تمام کام سر انجام دیے اور قیمتی ساز و سامان کو جمع کر کے اس کو دفن کر دیا۔ اس مال و دولت کی وجہ سے آپ کا معاشرتی مقام بہت بلند ہو گیا۔ اس کام سے فراغت کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ

اے قوم قریش تمہیں مبارک ہو دشمن کا کام تمام ہو چکا ہے، ان کا خانہ خراب ہو چکا ہے اور خانہ کعبہ محفوظ ہے۔ اب اطمینان کے ساتھ نیچے اتر آؤ۔

عبد المطلب کا اعلان سن کر تمام لوگ نیچے دوڑتے ہوئے آئے تا کہ مال غنیمت سے جتنا زیادہ مل سکے حاصل کر لیں۔ ایک یا دو دن انہوں نے مال جمع کرنے میں لگایا لیکن جب ابرہہ کے لشکریوں کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا اور یہ بدبو نا قابل برداشت ہو گئی تو پھر حضرت عبد المطلب در کعبہ پر آ کر بارگاہ الٰہی میں مصروف ہوئے اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا کی۔ آپ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور ایک سیلاب آیا جو ان لاشوں کو بہا کر لے گیا اور سرزمین مکہ ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد اہل مکہ کے دل میں خانہ کعبہ اور حضرت عبد المطلبؓ کی عزت و احترام اور بڑھ گیا اور اطراف و کناف میں قریش مکہ کی ہیبت و دبدبہ بڑھ گیا کیونکہ رب العالمین نے ان کے دفع و شر کے لیے عالم غیب سے لشکر جرار روانہ کر کے انہیں کیفر ار کردار کو پہنچایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک اسی سال ہوئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم کی ولادت اس واقعہ کے چھپن دن بعد ہوئی۔ نبی کریم نے خود بھی فرمایا کہ میں عام الفیل میں پیدا ہوا۔

قرآن پاک میں تذکرہ

ہاتھی والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں ایک سورت نازل کر ان حالات کا ذکر اس انداز میں کیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (1) اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (2) وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ (3) تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (4) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (5)

ترجمہ: اے محبوب ﷺ کیا آپ نے نہ دیکھا آپ کے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا2۔ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی بھوسی

رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور عبد المطلب رضی اللہ عنہ

خواب میں پیشین گوئی

ایک دن حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنے حجرہ میں عزلت نشین تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا۔ آپ محو نیند ہوئے تو ایک خواب دیکھا جب نیند سے بیدار ہوئے تو عجیب حالت تھی۔ دلی کیفیات پر اطمینان حاصل کرنے کے لیے رواج کے مطابق کاہنہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی کہا کہ اے عرب کے سردار آپ کے چہرہ پر اضمحلال کے آثار

نمودار ہیں کیا وجہ ہے ؟عبد المطلبؓ نے کہا میں نے خواب میں ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ کاہنہ نے کہا کہ کم از کم اس کی کیفیت بیان کریں تا کہ میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کر سکوں۔ عبد المطلب نے کہا کہ ایک زنجیر میری پشت سے نکلی اور شش جہات میں پھیل گئی۔ ایک کونہ مشرق کے انتہائی سرے تک اور دوسرا مغربی سمت اسی طرح شمال و جنوب میں۔ بالائی سرا ثریا تک اور نچلا حصہ تحت الثریٰ تک چلا گیا۔ میں اس زنجیر کو تعجب سے دیکھتا رہا۔ وہ زنجیر ناگہانی طور پر پھیلی اور ایک درخت کی شکل اختیار کر لی۔ یہ درخت بہت ہی بڑا تھا اور اس میں دنیا زمانہ کے پھل لگے ہوئے تھے۔ اس درخت سے نوری خوشبو کے بھبکے نکل رہے تھے اور نورانی کرنیں اس کی جانب سجدہ ریز تھیں اور لحہ بہ لحہ نور و تقدس کے آثار اس سے ظاہر ہو رہے تھے۔ میں نے دیکھ کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخیں پکڑے لٹک رہی ہے لیکن قریش کی ایک جماعت اس کی شاخیں کاٹنے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپہ تھی لیکن مخالف جماعت جب کبھی قریب آنے کی کوشش کرتی ایک خوبرو نوجوان کہ اس جیسا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ انہیں ایسا کرنے سے روک دیتا تھا اور انہیں منتشر کر دیتا بعض لوگوں کی آنکھیں بھی حلقہ جسم سے نکال دیتا۔ میں نے بھی کوشش کی کہ اس نور مبارک سے میں بھی مستفیض ہوں لہذا میں نے اسی جوان خوبرو سے ایک سوال کیا کہ اس نور سے کون فیض یاب ہو گا انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں اس سے مستفیض ہوں گے۔ اب میرا استعجاب کم ہوا تو اس کے تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ میں نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا کہ میں نوحؑ نجی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت وہ ہے جو ہمارے آباؤ اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہاری صلب سے ظاہر ہوا ہے۔ جب عبد المطلب نے خواب سنایا تو کاہنہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور سوچ بچار کے بعد کہنے لگی کہ جو واقعہ تم نے سنایا ہے اگر درست ہے اور اس طرح پیش آئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک شخصیت تمہاری نسل میں پیدا ہو گی جس پر پاشندگان زبان اور ساکنان ملاء اعلیٰ ایمان لائیں گے اور ان کی متابعت اور اطاعت میں کمر باندھیں گے اور زنجیر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس دین کو استحکام نظم و ضبط ربط اتفاق و اتحاد کی دولت میسر ہو گی۔ شش جہات تک اس کا پھیلنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ دین ہمہ گیر ہو گا جو شش جہات میں پھیلے گا اور لوگوں کا شاخوں کو پکڑنا اس امر پر دلیل ہے کہ اس کی

شاخیں انتہائی مضبوط ہوں گی۔ اس دین کے متبعین عزم وہمت کے پیکر اور صبر واستقلال کے پہاڑ ہو گئے۔ نوحؑ وابراہیم علیہ السلام کی موجودگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ان کے مخالف قوم نوحؑ کی طرح عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور ان کی موافقت کرنے والے ملت حنفیہ کی برکت سے اپنے مقاصد پر قبضہ قدرت حاصل کر کے کامیاب وکامران ہوں گے اور ان کی شر یعت قیام قیامت تک باقی اور درخشندہ ہو گی۔

مطلع ظہور

ولادت مبارک

حضرت عبد المطلبؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت کے وقت طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے خانہ کعبہ کو مقام ابراہیم کی طرف سجدہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے سنا کہ اب مجھے مشرکوں کی نجاست اور زمانہ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس میں تمام بت جھک گئے۔ میں نے ہبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بت تھا وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پر پڑا ہوا تھا اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہ کے بطن سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پر چلا گیا۔ صفا پہاڑ پر میں نے غوغا دیکھا۔ مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں۔ پھر میں حضرت آمنہؓ کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے کہا دروازہ کھولو حضرت آمنہؓ نے کہا اباجان محمد (علیہ الصلوۃ واسلام) پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے

کہا: لاؤ ذرا دیکھوں تو کہنے لگیں: اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا اے آمنہؓ اس (بچے) کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا۔ یہ کہہ کر میں نے تلوار سونتی اور گھر سے باہر چلا گیا۔ میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو تلوار سونتے ہوئے تھا اور چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا کہنے لگا اے عبد المطلب واپس جا تا کہ ملائکہ، مقربین اور تمام عالمین کے رہنے والے

تیرے بچے کی زیارت سے فارغ ہوں۔ اس سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں اسی حالت میں باہر آ گیا کہ تا کہ قریش کو اپنے بچے کی پیدائش کی خبر دو لیکن میری زبان ایک ہفتہ تک بند ہو گئی اور میں کسی سے بات نہ کر سکا۔

ایک اور روایت ہے کہ ولادت کے دوسرے روز احبار یہود نے عبدالمطلب سے پوچھا کہ گذشتہ رات تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری ایک عورت کو حمل ہے لیکن وضع حمل کا کوئی علم نہیں۔ انہوں نے کہا ہم نے توریت میں اس طرح دیکھا ہے کہ کل سید الاولین والآخرین وادی مقدس جو زیارت گاہ عرب و عجم ہے کی ولادت ہو گی وہ علم رفیع اور سراج منیر گذشتہ رات منتقل ہو گیا ہے۔ عبدالمطلبؓ نے کسی شخص کو آمنہؓ کے پاس بھیجا تا کہ صورت حالات معلوم کرے۔ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کل ختنہ کیا ہوا اور ناف بریدہ ایسا بچہ پیدا ہوا ہے گویا اسے غسل دیا ہوا ہے۔ وہ آلائش جو بچوں کے ساتھ ہوتی ہے سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اس سے ایسا نور پیدا ہوتا ہے کہ دنیا اس سے منور ہو گی جیسا کہ اس سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا مجھے کسی قسم کی تکلیف پہنچے بغیر متولد ہوا۔ اس نے انگشت اٹھائی اور آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرح آواز آئی کہ تین دن اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھوں۔ جب یہ خبر عبدالمطلبؓ کی مجلس میں پہنچی تو علما یہود نے کہا اللہ اکبر توریت کی بات درست نکلی۔

عبدالمطلبؓ گھر گئے اور خبر دریافت کی پھر کمرہ میں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے مبارک باد دی۔ آپؓ نے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اپنے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ انہوں نے پوچھا یہ نام تم نے کیوں اختیار کیا باوجودیکہ تمہارے آباواجداد میں سے کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے کہا کہ زمین وآسمان میں اس کی تعریف کی جائے۔

تین روز کے بعد آمنہؓ کے گھر گئے ، حضرت رسالت مآب کو گود میں لیا اور کعبہ میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں سلا دیا اور یہ رجز پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلَّذِی أَعْطَانِی		هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْأَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِمَانِ		أُعِیذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الْإِرْکَانِ
حَقَّ رَاهُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ		أَنْتِ اَلَّذِی سُمِّیتَ فِی الْقُرْاٰنِ
أُعِیذُهٗ مِنْ شَرِّ ذِی شَنِیَانِ		مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِنَانِ

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے یہ پاکیزہ، خوش خصلت لڑکا عطا فرمایا۔ یہ بچپن ہی میں اپنے ہم عمروں پر برتری لے گیا۔ میں اسے اللہِ ذوالارکان کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہ حق کے راستے پر مضبوط بنیادوں کے ساتھ آگے بڑھنے والا ہے، تو ہی وہ ذات ہے جس نے (اس کا ذکر / نام) قرآن میں فرمایا۔ میں اسے ہر دشمن کی برائی سے تیری پناہ میں دیتا ہوں، اور ہر اس حسد کرنے والے سے بھی جس کا حسد بگڑا ہوا ہو۔

جب آپ اس رجز سے فارغ ہوئے تو آنحضرت ﷺ کو آمنہؓ کے گھر واپس لے گئے اور اس کی حفاظت کے لیے تاکید کی اور کہا یہ عظیم الشان فرزند ہوگا۔

ایک اور روایت کہ مطابق یزید بن عبد اللہ بن زمعہ کی بہن کہتی ہیں: آمنہؓ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو آمنہؓ نے عبد المطلبؓ کو خبر کرائی۔ خوش خبری لانے والا ایسے وقت میں ان کے پاس پہنچا کہ وہ حجر (وہ مقام جس پر حطیم شان ہے جو شمالی جانب سے کعبہ کو میط ہے) میں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اطلاع دی کہ آمنہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ عبد المطلب خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اٹھے۔ آمنہؓ کے پاس آئے تو جو کچھ انہیں نظر آیا تھا، جو ان سے کہا گیا تھا اور جس کا حکم ملا تھا عبد المطلبؓ کو سب کچھ سنا دیا۔ عبد المطلبؓ

آنحضرت ﷺ کو لیے ہوئے کعبہ میں آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر خدا سے دعا کی اور خدا نے جو نعمت بخشی اس کا شکر کرتے رہے۔

محمد بن عمر والاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ اس دن عبد المطلب نے یہ کہا تھا۔

اَلْحَمْدُ اللهِ أَلَذّی أَعْطَانی		هذَا الْغُلَامِ الطّیب الْأَرُدَان

قَدْسَادَفِی أَلَمُهد عَلی الْغَمان		أُعِیذهٗ بِاللهِ ذَی الإِرکأَب

حَقّ رَّاهٗ بَالِغ الْبُنّیأَنْ		أُعِیذهٗ مِنْ شَرِّ ذی شَنِیان

مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْغَنان

ترجمہ:

ہر طرح اور ہر قسم کی حمد وثنا خدا کے لیے ہے جس نے مجھے یہ پاک دامن لڑکا عنایت فرمایا

یہ وہ لڑکا ہے کہ گہوارہ ہی میں تمام لڑکوں کا سردار ہو گیا، اس کو اللہ تعالی کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لیے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اس کو تا بہ بنیاد رسیدہ دیکھوں، میں اس کی نسبت بغض رکھنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو یعنی ایک روش پر اسے قرار نہ رہے۔

ختنہ، عقیقہ اور نام

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنے والد عباسؓ بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ ناف بریدہ تھے۔ عبد المطلبؓ کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی قدر بڑھ گئی اور انہوں نے کہا: میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہو گی۔ چنانچہ فی الواقع آنحضرت ﷺ کی خاص شان ہوئی۔

ایک اور روایت کے مطابق ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلبؓ نے ختنہ کرایا جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی سنت کے مطابق مولود کی ساتویں روز ختنہ کراتے تھے۔

عقیقہ اور نام

ابو الحکم تنوخی بیان کرتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ساتواں دن ہوا تو عبد المطلبؓ نے جانور ذبح کیے اور قریش کو کھانے پر بلایا۔ وہ لوگ کھانا کھا چکے تو انھوں نے پوچھا: اے عبد المطلبؓ! آپ نے اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟" عبد المطلبؓ نے جواب دیا: "میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ وہ بولے: آپ نے اپنے خاندانی ناموں کو نظر انداز کر کے یہ نام کیوں رکھا؟' عبد المطلبؓ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی آسمانوں میں اس بے مثال بچے کی تعریف کرے اور اللہ کی مخلوق زمین پر اس کے لیے رطب اللسان رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے رضاعت کا انتظام کرنا

حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب مکہ پہنچی تو پیر کا دن تھا میرے قبیلے کی دوسری عورتیں پہلے ہی مکے میں پہنچی چکی تھیں اور قریش کے مالدار گھروں میں پہنچ کر اپنے لیے بچوں کی بات کر چکی تھیں۔ بنو مخزوم وغیرہ قبیلے کے بچے انہوں نے اپنے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ میرا اپنا بچہ بھی سفر کی تکان کی وجہ سے اس دن بیمار تھا دودھ نہیں پیتا تھا اور نیم بے ہوش سا نظر آتا تھا گویا مردہ ہے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ بیٹے نے حرکت کی آنکھیں کھولیں اور مسکرایا۔ میں اس کی اس ادا پر بڑی متعجب ہوئی چنانچہ میں اسے گھر چھوڑ کر شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی۔ میں ادھر ادھر مختلف گھروں میں مارے مارے

پھرتی رہی تاکہ مجھے کوئی بچہ مل جائے لیکن میری ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بنی سعد کی عورتیں اپنی مرضی کے مطابق بچوں کو لے چکی تھیں۔ انہیں بڑے بڑے امرا اور اغنیاء کے بچے مل گئے تھے۔ میں اس صورت حال سے بڑی مغموم اور آزردہ خاطر تھی۔ میں اس سفر پر لعن طعن کر رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنی قسمت کو کوس رہی تھی۔ ناگاہ مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جو عظمت حشمت کے آثار پیشانی پر لیے ہوا تھا۔ نور کرامت اور رعب شہامت اس کی شخصیت سے ٹپک رہا تھا۔ وہ زور سے آواز دے رہا تھا کہ بنی سعد کی عورتوں میں سے کوئی ہے جس نے ابھی تک کچھ نہ لیا ہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ مکہ کے ایک بزرگ بنو ہاشم سے عبد المطلبؓ ہیں۔ میں آپ کے پاس گئی۔ سلام عرض کیا اور کہا کہ میں بنی سعد کی ایک عورت ہوں۔ آپ نے نام پوچھا تو میں نے بتایا حلیمہؓ سعدیہ۔ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے۔ رخ رخ خصلتان حسنتان سعد و حلم فیھما نمر الدھر و نمر الابد (واہ واہ۔ تم میں دو چیزیں خوبصوت اور اچھی یکجا پائی جاتی ہیں۔ سعادت اور حلیمی۔ یہ دونوں عادات دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں۔) پھر کہنے لگے حلیمہ میرا ایک بچہ ہے یتیم اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہے۔ میں نے بنی سعد کی ساری عورتوں کو دکھایا کہ کسی نے قبول نہیں کیا تمام نے کہا اس کا باپ نہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے امید ہے۔ تم اس یتیم بچے کو لے کر فائدہ اٹھاؤ گی۔ میں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے شوہر سے بات کر لوں۔ حضرت عبد المطلبؓ نے کہا ہاں اس میں کوئی قباحت نہیں۔ میں اپنے شوہر کے پاس آئی۔ ساری بات بیان کی۔ اللہ تعالی نے اس کے دل میں فرحت اور سرور پیدا کیا۔ مجھے کہنے لگا۔ جاؤ اور اس بچے کو فورا قبول کر لو ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری عورت لے جائے لیکن میری ہمشیرہ کے لڑکے نے کہا، افسوس بنی سعد کی عورتوں نے اشراف اور مالداروں کے بچے لے کر جمعیت اور بزرگی حاصل کر لی اور تم تیم بچے کو اپنے ساتھ لیے جارہی ہوں جس کی کفالت محنت و مشقت کی زیادتی کا موجب ہے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس بات سے میرے عزم میں تنزل پیدا ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں الہام ہوا کہ اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا تو ہر گز فلاح نہیں پائے گی۔ میں نے بھانجے کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی، میں نے کہا قوم کی تمام عورتیں دودھ پلانے کے لیے بچے لے جائیں اور میں کوئی فرزند ساتھ نہ لے جاؤں خدا کی قسم میں اسے ہی لوں گی اگر اس کا باپ نہیں ہے لیکن اس کا دادا عبد المطلبؓ ہے۔ میں اسے یتیم ہونے کی وجہ سے رد نہیں کروں گی۔ اگر اس در یتیم کا مرتبہ کوئی اور نہیں پہچانتا تو میں پہچانوں گی۔ مجھے امید ہے کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا میں واپس آئی اور عبد المطلبؓ کے

پاس گئی میں نے کہا وہ فرزند کہاں ہے؟ لایئے تا کہ میں اسے دیکھوں۔ اس بات سے ان کا چہرہ چمک اٹھا اور بے پناہ خوشی و مسرت سے کہا حلیمہؓ کیا تو نے میرے فرزند کو دودھ پلانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ عبد المطلبؓ سجدہ شکر بجا لائے اور سر اٹھایا اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا، الٰہی حلیمہؓ کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سعادت افروز فرما، پھر مجھے آمنہؓ کے گھر لے گئے، میں نے ایک عورت دیکھی جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، عبد المطلبؓ نے میرا نام اور حال بیان کیا، اس نے کہا اہلا وسھلا یا حلیمہ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس مکان میں لے گئی جہاں آنحضرت ﷺ تھے۔ آپ کو سفید صوف کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کستوری کی مانند خوشبو آ رہی تھی۔ ان کے نیچے ریشم کا سبز کپڑا پڑا ہوا تھا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سو رہے تھے جب میں نے آپ کا چہرہ کھولا تو بچہ دیکھا جس کا چہرہ مبارک خورشید کی مانند چمک رہا تھا اور انوار حسن و جمال ذوالجلال اس کی ذات باکمال کے آئینہ سے تاباں تھے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میری نظر مبارک فرزند دلبند کے جمال پر پڑی میں ہزار جان اس پہ فریفتہ و شفیتہ ہو گئی۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ میرے جسم کی تمام رگوں سے دودھ نے پستان کی طرف جوش مارا اور اس کی محبت میرے روح کی گہرائی میں اس قدر جا گزیں ہوئی یہاں تک کہ میں نے انہیں خواب سے بیدار کیا، آپ نے اپنی آنکھیں کھول دیں میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا میں نے ان کے تبسم میں وہ ملاحت دیکھی جو کسی حسین کی مسکراہٹ میں بھی نہیں دیکھی، میں نے ایک نور دیکھا جو ان کی دونوں آنکھوں سے منعکس ہوا جس کی شعاعیں آسمان کو پہنچیں، میں نے اسی وقت ان کا منہ چوم لیا، میں اپنی اس حالت کو آمنہؓ سے چھپاتی تھی ایسا نہ ہو کہ اسے اس حال کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور دایاں پستان ان کے منہ میں دیا۔ انہوں نے دودھ پینا شروع کیا، جب میں نے بایاں پستان ان کی طرف کیا تو وہ رک گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاف کی توفیق دی گئی کہ ایک پستان کو اپنے دودھ شریک بھائی کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں اپنا دایاں پستان ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محفوظ رکھتی اور بایاں اپنے فرزند ضمرہ کو دیتی تھی۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میری گود میں تھے اور دودھ پی رہے تھے میں آپ کی خواب آلودہ آنکھوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور خوشی مجھ سے ضبط نہیں ہو رہی تھی میں چاہتی تھی کہ جلد از جلد انہیں اپنے گھر لے جاؤں تا کہ میرا خاوند بھی ان کے دیدار سے سعادت اندوز

ہو۔ عبد المطلبؓ نے کہا حلیمہؓ تجھے بشارت ہو کہ کوئی عورت بھی اپنے قبیلہ کی طرف اس طرح واپس نہیں جائے گی جیسا کہ تو جا رہی ہے۔

والی یمن کی بارگاہ میں

ابرہہ کی موت کے بعد اللہ تعالی نے سیف بن ذی یزن کو یمن پر غلبہ عطا فرمایا۔ اس نے اہل حبشہ کو یمن سے جلاوطن کر دیا۔ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو برس بعد وقوع پزیر ہوا۔ قریش مکہ کا ایک وفد اسے کامیابی پر مبارکباد دینے یمن پہنچا اس میں عبد المطلبؓ بن ہاشم، امیہ بن عبد شمس اور عبد اللہ بن جدعان وغیرہ شامل تھے۔ سیف حضرت عبد المطلب کے انداز تقریر اور پر وقار شخصیت سے بہت متاثر ہوا اور آپ سے اپنا تعارف کرانے کو کہا۔ آپ نے کہا کہ میں عبد المطلبؓ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ بادشاہ نے کہا پھر تو تم ہمارے بھانجے ہوئے۔ اس نے ایک مہینہ تک آپ اور آپ کے ساتھیوں کو مہمان بنائے رکھا نہ جانے دیتا نہ ملاقات کا موقع دیتا پھر ایک روز اس نے علیحدگی میں عبد المطلبؓ کو بلایا اور کہا کہ ہمارے پاس ایک کتاب موجود ہے جسے ہم خفیہ رکھتے ہیں، اس میں لکھا ہے کہ تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہو گا جس کے کندھوں کے درمیان میں ایک نشان ہو گا اس کے ذریعے تمہیں بھی قیامت کے دن تک سارے عرب کی قیادت نصیب ہو گی۔ سیف نے کہا کہ اس بچے کی پیدائش کا زمانہ آگیا ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا۔ اس کے والد اور ماں فوت ہوں گے اور اس کا دادا اور چچا اس کی کفالت کریں گے۔ وہ خداوند رحمن کی عبادت کرے گا۔ شیطان کو ٹھکرادے گا۔ آگ کو بجھادے گا۔ بتوں کو توڑ دے گا۔ اس کی بات فیصلہ کن ہو گی۔ اس کا حکم سراپا انصاف ہو گا۔ حضرت عبد المطلبؓ نے مزید وضاحت چاہی تو سیف بولا اس غلافوں والے گھر کی قسم اے عبد المطلبؓ تو اس کا دادا ہے۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ عبد المطلبؓ سجدے میں گر پڑے۔ بادشاہ نے کہا کہ سر اٹھایئے۔ آپ کا سینہ ٹھنڈا ہے۔ کیا آپ نے اس چیز کو محسوس کیا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ عبد المطلبؓ نے کہا کہ بے شک اے بادشاہ بے شک میرا ایک بیٹا تھا جو مجھے بہت عزیز تھا۔ میں نے اس کی شادی ایک عفت مآب خاتون سے کی جس کا نام آمنہؓ بنت وهب ہے۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام رکھا۔ اس کا

باپ فوت ہو چکا ہے۔ اس کے کندھوں کے درمیان میں ایک نشان ہے۔ اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا۔ سیف نے کہا پھر اپنے اس بچے کی حفاظت کیا کرو اور یہود سے محتاط رہا کرو کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس پر غالب نہیں ہونے دے گا اور جو باتیں میں نے آپ سے کی ہیں وہ اپنے ساتھیوں کو نہ بتایئے گا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ حسد نہ کرنے لگیں۔ اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ عنقریب اس کی بعثت سے قبل میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو میں اپنے سواروں اور پیدل سپاہیوں کے ساتھ یہاں سے ترک سکونت کر کے یثرب کو اپنا دار السلطنت بناتا کیونکہ میری کتاب میں لکھا ہے کہ یثرب میں اس کا دین مستحکم ہو گا اور اس شہر میں آپ کا مدفن ہو گا۔ سیف بن ذی یزن نے قریش کے وفد کو دوبارہ دربار میں طلب کیا۔ ہر ایک کو ایک ایک سو اونٹ، دس غلام، دس دس کنیزیں، دس رطل چاندی، دس رطل سونا اور عنبر کا ایک بھرا ہوا برتن لیکن حضرت عبد المطلبؓ کو ہر چیز دس گنا دی۔

رسول اللہ ﷺ کا گم ہو جانا

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس امر عجیب و غریب (واقعہ شق صدر) کے ظہور کے بعد میرے شوہر اور دوسرے رشتے داروں نے مجھے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس سے پہلے کوئی تکلیف پہنچے عبد المطلبؓ کے پاس پہنچادو۔ جب میں نے پختہ ارادہ کر لیا، میں نے منادی کو سنا کہتا تھا، ضیاء ملک یا بطحا مکہ خیر و امن کا موسم بہار بنی سعد سے نکلا جا رہا ہے بلاد بطحا مکہ خوش قسمت ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھ جیسی کوئی شخصیت اس جگہ نزول فرمائے بہترین خلائق نے جب مکہ میں نزول فرمایا اہل حوادث سے محفوظ و مامون ہو گئے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں مرکب پر سوار ہوئی اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے سامنے لیے ہوئے تھی اور ایک لحظہ بھی اس سے غافل نہیں ہو سکتی تھی کہ میں نے اپنے اطراف و جوانب سے عجیب آوازیں سنیں اور جب مکہ کے دروازے پر پہنچے، میں سواری سے اتری اور کسی پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سواری سے اتارا، وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی ان کے سامنے آنحضرت ﷺ کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے گئی اچانک تیز آواز میرے کانوں میں گونجی میں تیزی سے واپس آئی،

آنحضرت ﷺ کو وہاں میں نے نہ پایا میں نے کہا، لوگو! وہ بچہ کہاں ہے جو میں نے یہاں بٹھایا تھا۔ انہوں نے پوچھا کونسا بچہ؟ میں نے کہا محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے میرے چہرہ کو تازہ اور میری عیش و آسائش کو بے اندازہ رکھتا تھا۔ میں نے اس کی تربیت کی۔ اس کی باتوں سے میرا دل مسرور تھا اور اس کے جمال کے دیدار سے میری آنکھوں کو روشنی حاصل ہوئی ہے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے اس کے دادا کے پاس پہنچادوں اور اس کی امانت اس کے سپرد کر دوں، اچانک یہ واقعہ پیش آگیا، مجھے لات و عزیٰ کی قسم کہ اگر میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکی اور امانت کو اس کے مالک تک نہ پہنچا سکی تو خود کو بلند پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرادوں گی اور اپنے اعضا کو پارہ پارہ کر دوں گی۔ القصہ ہر چند میں نے جستجو کی اس راحت جان کی طرف کوئی راہ نہ پا سکی۔ جب میں اس کی جستجو سے مایوس ہو گئی میں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور فریاد و زاری شروع کر دی۔ میں کہتی تھی واہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے میری آنکھوں کے نور، اے میرے پسندیدہ دوست، اے بے چین روح کے ریحان، اے میرے مجروح دل کے مونس، اے میرے بند دروازوں کی کلید، اے میری خستہ جان کی شفاء، اے میرے کاشانۂ شادمانی کے چراغ میں تجھ پر قربان ہوں۔ میں نے اس قدر گریہ وزاری کی اور اضطراب و بیقراری دکھائی کہ ایک عالم میری سوز جاں سے بیقرار ہو گیا اور پیر و جوان میرے ساتھ مل کر رونے لگے۔ اچانک انہی حالات میں مَیں نے ایک بوڑھا دیکھا جو کمزوری سے ہلال کی مانند نحیف و نزار اور ناتوانی کے خیال سے زیادہ دبلا پتلا تھا، اس نے کہا کیا بات ہے یہ سوز و ملال کس وجہ سے ہے، میں نے صورت واقعہ بیان کی میں نے خدائے ابراہیمؑ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ مل سکے تو میں خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرادوں گی۔ بوڑھے نے کہا اے سعدیہ میں تجھے ایسے عالم کا پتہ بتاتا ہوں جو تیرے فرزند کے حالات جانتا ہے اور اگر اس نے چاہا تو وہ اسے تیرے پاس لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا میری جان تجھ پر قربان ہو پھر میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا صنم اعظم جس کا نام ہبل ہے۔ میں نے کہا تیری ماں تجھے روئے، کاش تیری ماں تجھے گونگا پیدا کرتی، شاید تو اس حالت سے واقف نہیں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شب ولادت ہبل ولات و عزیٰ پر کیا گزری، تو نے وہ حالات نہیں سنے۔ اس نے کہا اے سعدیہ شاید تو دیوانی ہوئی ہے ہرزہ گو اور عقل و ہوش سے بیگانہ ہے، میں ابھی آتا ہوں اور تیرے فرزند کو ہبل سے طلب کرتا ہوں اور تیرے فرزند وقت کو تجھ تک پہنچاؤں گا۔ شیخ نے جا کر سات مرتبہ ہبل کا طواف کیا، اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا، اے میرے آقا! آپ کا لطف و احسان اور فضل و امتنان قریش سے کبھی منقطع نہیں ہوا اور

کوئی حاجت مند اس آستانہ سے بے نیل مرام واپس نہیں ہوا، یہ بوڑھی سعدیہ گمان کرتی ہے کہ اس کا فرزند گم ہو گیا ہے اس کے گم ہو جانے کی وجہ سے وہ رو رو کر جان ہلکان کر رہی ہے، اگر آپ اس کے فرزند کو اس تک پہنچا دیں تو بہت مناسب ہو گا۔ جب اس نے آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی زبان سے ادا کیا۔ ہبل اور دوسرے تمام بت زمین پر اوندھے منہ گر پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و شمائل بیان کرنے لگے انہوں نے کہا اے شیخ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری ہلاکت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ سے ہی ہو گی۔ خدا تعالی معبود برحق ہے اسے ضائع نہیں کرے گا، بت برستوں سے کہہ دو ذبح اکبر یہی ہے یعنی سوائے اس شخص کے جو اس کی اتباع کرے سب کو قتل کر دے گا۔ حلیمہ کہتی ہیں میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ رو رہا ہے آتش تاسف سے اس کا دل کباب ہے، لاٹھی ہاتھ سے گری پڑی ہے اور موت کے کنارے پہنچ چکا ہے، اس کے منہ میں باتوں کی بجائے دانت بج رہے ہیں، اس کے تمام اعضا ہیبت سے بید کی مانند کانپ رہے ہیں، اس نے کہا اے حلیمہ! تیرے فرزند کا ایک پروردگار ہے جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، تیری امانت صحیح و سالم تجھے لوٹائے گا، اطمینان سے اس کی تلاش کرو اور دل تنگ نہ ہو اور رخسارہ اقبال بد بختی کے ناخن سے نہ تراش۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں ڈری کہ مجھ سے پہلے ہی یہ خبر عبد المطلبؓ تک نہ پہنچ جائے۔ میں والہ و شیفتہ اس کی طرف بھاگی، مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا تیرے ساتھ سعادت ہے یا نحوست؟ میں نے کہا اے امیر نحوست ہے اور نحوست بھی ایسی، اس نے کہا شاید تیرا فرزند گم ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں، عبد المطلبؓ کو خیال ہوا کہ قریش میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہو گا اور ہلاک کر دیا ہو گا پس اس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور غیظ و غضب اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اونچی آواز میں پکارا، اے آل غالب سب لبیک کہہ کر اس کی خدمت میں دوڑے کیونکہ کوئی شخص آپ کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عبد المطلبؓ نے کہا قریش کی عزت اور سرمایہ راحت و عیش میرا فرزند محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غائب ہو گیا ہے۔ قریش نے کہا اے امیر سوار ہو جائیے ہم بھی سوار ہوتے ہیں اس عزیز کو آپ کے ساتھ تلاش کرتے ہیں اگر آپ تلاطم دریا میں کو دیں گے تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کریں گے اور وہاں پہنچیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اپنے قبائل کے ساتھ سوار ہوا بیتاب ہو کر ہر طرف بھاگا پھرتا اور بے تحاشا اس مسعوق کی خاطر خود کو تنگیوں اور ہلاکت گاہوں میں ڈالتا تھا اور کہتا تھا

أَلْقِ عَسَاكِرَ فُؤَادِي ثُمَّهُ

کَیۡ أُنۡظُرۡ فِیۡ أَهۡلِ وُدَادِیۡ ثُمَّهُ

إِمَّا قَدَمِیۡ تُوصِلَنِیۡ مَقۡصُودِیۡ

وَاتۡرُكۡ رَأۡسِیۡ كَفُؤَادِیۡ ثُمَّهُ

میرے دل کے لشکر (یعنی خیالات و جذبات) کو چھوڑ دے، تاکہ میں اہلِ محبت کو دیکھ سکوں۔ یا تو میرے قدم مجھے میرے مقصود تک پہنچا دیں، ورنہ میرے سر کو بھی میرے دل کے حال پر چھوڑ دے۔

اپنے بیٹے کی تلاش میں ہر طرف گھوڑا دوڑایا لیکن گم شدہ کی کوئی خبر نہ ملی تو آپ اپنی قوم کو چھوڑ کر تنہا بیت الحرام کی طرف بھاگے۔

یارب رُدَّ راکِبی محمداً

رُدَّ إلیَّ واتَّخِذ عندی یَداً

اے میرے رب! محمد ﷺ کو (میری طرف) واپس لوٹا دے،

اور انہیں میرے لیے سہارا اور دستِ مدد بنا دے۔

أنتَ الَّذی جعلتَهُ لی عَضُداً

أنتَ الَّذی سَمَّیتَهُ مُحَمَّداً

تو ہی ہے جس نے انہیں میرا بازو (قوت و مددگار) بنایا،

اور تو ہی ہے جس نے ان کا نام محمد رکھا۔

لا یُعبَدُ الدَّهرُ به فیُعبَد

يارب إنَّ محمداً أَلَمْ تُوجِدا

ان کے سبب زمانے (یا مخلوق) کی عبادت نہ کی جائے،

اے رب! کیا تو نے محمد ﷺ کو (ہدایت کے لیے) پیدا نہیں فرمایا؟

عبد المطلب مناجات میں تھے کہ آپؓ نے سنا منادی کرنے والا فضائے آسمان سے ندا کر رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پروردگار ہے جو اسے ذلیل وضائع نہیں چھوڑے گا۔ عبد المطلبؓ نے کہا اے ہاتف وہ کہاں ہے۔ اس نے کہا، وادی تہامہ میں یمنی درخت کے پاس ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک کیلے کے درخت کے پاس ہے عبد المطلبؓ نے ہتھیار لگائے اور وادی تہامہ کی طرف چل دیے، راستے میں ورقہ بن نوفل ملے دونوں اس طرف چل دیے، جب کیلے کے درخت کے پاس پہنچے آنحضرتؐ کو کیلے کے درخت کے نیچے کھڑا دیکھا آپ اپنا ہاتھ درخت کی ٹہنیوں پر پھیر رہے تھے۔

عبد المطلب نے کہا جان من جان من فدائے تو باد کہ فلک چون تو مہ ندارد یاد

اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابو مسعود ثقفی اور عمرو بن نوفل نے آنحضرت ﷺ کو کیلے کے درخت کے نیچے دیکھا کہ اس کے پتوں کو چن رہے تھے، انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ عمرو بن نوفل انہیں اٹھا کر عبد المطلبؓ کے پاس پہنچایا، اس کے بعد عبد المطلبؓ نے انہیں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا اے بیٹے میں تیرا دادا ہوں، انہیں سوار کر کے مکہ واپس لائے، پھر حلیمہ سے بہت معذرت کی اور بہترین سامان تیار کیا اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ عبد المطلبؓ اور آمنہؓ نے الگ الگ اس قدر مال و دولت دی کہ اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔

رسول اللہ ﷺ کی کفالت

حضرت آمنہؓ کی ابواء کے مقام پر تدفین کے بعد ام ایمنؓ نے آنحضرت ﷺ کو اٹھایا اور مکہ میں لے آئیں اور عبدالمطلبؓ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اس گرامی بیٹے کو اپنے گھر میں رکھا اور کماحقہ عزت و تکریم بجالاتے۔ ان کی تربیت اور دیکھ بھال میں پوری طرح توجہ دی اور ہمیشہ تمام بنی عبد مناف کے اشراف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ واشگاف الفاظ میں بیان کرتے اور کہتے کہ اس فرزند ارجمند کی ذات عالی صفات میں صباحت قریش، ملاحت یثرب اور فصاحت بنی سعد جمع ہو گئی ہے۔

عبدالمطلبؓ اور رسول اللہ ﷺ کا بارش کے لیے دعا کرنا

جس سال میں حضرت عبدالمطلبؓ روسائے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ سیف ذی الیزن کی تہنیت کے لیے حبشہ کی طرف گئے جب اس سفر سے واپس آئے، قریش پانی کی کمی سے ان کی احتیاج کی بنا پر فریاد کر رہے تھے۔ اشراف و اہالی مکہ میں مسلسل کئی سال عظیم قحط ظہور پزیر ہوا، چنانچہ زراعت اور جانوروں کے پستانوں سے دودھ خشک ہو گیا، لوگ شدید فاقہ اور زحمت میں مبتلا ہو گئے۔ رفیقہ بنت ابی سیف بن ہاشم جو حضرت عبدالمطلبؓ کے بھائی کی بیٹی تھی کہتی ہیں کہ ایک رات دوران غنودگی میں نے ایک ہاتف کو کہتے جان من جان من فدائے تو باد　　　کہ فلک چون تو مہ ندارد یاد

اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ایک اور روایت میں ہے کہ ابو مسعود ثقفی اور عمرو بن نوفل نے آنحضرت ﷺ کو کیلے کے درخت کے نیچے دیکھا کہ اس کے پتوں کو چن رہے تھے، انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟، آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ عمرو بن نوفل انہیں اٹھا کر عبد المطلبؓ کے پاس پہنچایا، اس کے بعد عبد المطلبؓ نے انہیں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا اے بیٹے میں تیرا دادا ہوں، انہیں سوار کر کے مکہ واپس لائے، پھر حلیمہ سے بہت معذرت کی اور بہترین سامان تیار کیا اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ عبد المطلبؓ اور آمنہؓ نے الگ الگ اس قدر مال و دولت دی کہ اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔ ہوئے سنا کہ اے گروہ قریش پیغمبر

آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا وقت ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم میں سے پیغمبر پیدا ہونے کا وقت ہے عمدہ زندگی اور باران رحمت تمہیں حاصل ہو گی، احتیاط سے دیکھو کہ تمہارے درمیان میں بزرگ بلند و بالا، سفید اندام، ستواں ناک، تازہ رو جس کی پلکیں دراز ہیں، فخر و حسب والا ہے۔ اسے کہو کہ وہ اپنے فرزند کو لے کر لوگوں کے درمیان میں سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ سے ایک لڑکا اور ہر بطن سے ایک مرد لیے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے اس کے ساتھ ہو۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کریں اور اس کی معیت میں کوہ ابو قبیس پر جائیں وہ موصوف بارش کی دعا کرے ان کے ساتھی آمین کہیں تاکہ بارش برسے اور ان کی زندگی اچھی ہو جائے۔ رقیقہ کہتی ہیں کہ صبح ڈرتی اور کانپتی ہوئی بستر خواب سے اٹھی اور جس کے سامنے بھی صورت واقعہ بیان کی قسم ہے حق و حرمت کی کہ اس نے کہا یہ شخص حضرت

عبد المطلبؓ ہے جب یہ خبر مشہور ہو گئی قریش کی ایک جماعت عبد المطلبؓ کے پاس جمع ہوئی اور ہر بطن سے ایک شخص نے پاک ہو کر خوشبو لگائے ہوئے طواف کیا۔ عبد المطلبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر جبل ابو قبیس کی طرف گئے اور دوسرے لوگ بھی ساتھ گئے۔ حضرت عبد المطلبؓ باوجودیکہ آہستہ چل رہے تھے، دوسرے لوگ اگرچہ بھاگ رہے تھے مگر اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ جب سفر طے کر لیا

جبل ابو قبیس پر گئے حضرت عبد المطلبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اے حاجات کو پورا کرنے والے، مصائب کو دور کرنے والے، بغیر بتائے ہوئے جانے والے، غیر مختتم عطائیں بخشنے والے، اے فکر کو روکنے والے اور اسے اندوہ غم کو زائل کرنے والے یہ تیرے حرم کے بندے اور غلام ہیں تنگی اور قحط کی شکایت کرتے ہیں، ان کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گئے ہیں، خدایا بارش بھیج جو سبزے کے اگنے کا سبب ہو اور ہماری زندگی کی بقاء کا باعث بنے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم، ہم نے ابھی واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ بارش شروع ہو گئی اور اس قدر برسی کہ نہریں جاری ہو گئیں اور سرداران قریش مثل عبد اللہ مرعان اور شہاب بن مغیرہ وغیرہ حضرت عبد المطلبؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابو البطحیٰ تجھے یہی نعمت خوشگوار ہو۔

عبد المطلبؓ حضور ﷺ کے مشفق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عبد المطلبؓ بہت زیادہ خیال رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم میں مبالغہ کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات کی دیکھ بھال میں انتہائی کوشش کرتے، جہاں تک ہو سکتا اس کی رعایت و محافظت کے جھنڈے بلند رکھتے کہتے ہیں کہ شفقت و محبت اور مہربانی جو حضرت عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کے حق میں رکھتے تھے کسی دوسرے فرزند کے حق میں نہیں کی۔ اگر حضرت عبد المطلبؓ نیند میں ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص انہیں خواب سے بیدار نہیں کر سکتا تھا، اگر اپنے احباب کے ساتھ یا تنہا کسی جگہ خلوت میں ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی کو آپ کے بستر پر بیٹھنا

نصیب نہیں ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے متعلق ام ایمنؓ کو تاکید کی ہوئی تھی کہ خبردار اس کے حال سے غافل نہیں ہونا اور اس کی پرورش اچھی طرح کرنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ امت کا پیغمبر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں بنی مدلج کی ایک جماعت نے فن قیافہ میں مہارت حاصل کی وہ بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے اور علم قیانہ میں مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت عبد المطلبؓ سے کہا ،ہم نے آپ کے اس فرزند کے قدموں کو ملاحظہ کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قدم کے ساتھ جس کا نشان مقام ابراہیم میں ظاہر ہے کسی قدم کو اس کے قدم سے زیادہ اس کے مشابہ نہیں دیکھا۔

عبد المطلبؓ نے حضرت ابو طالب سے کہا سنو! یہ جماعت کیا کہتی ہے، پس حضرت ابو طالب اس روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لیے کوشاں ہوئے اور ان کا لحاظ کرنے لگے۔ روایت ہے کہ حضرت عبد المطلبؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ اپنے کسی بھی فرزند کے ساتھ اس قسم کی محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ سے ملے بغیر سفر نہیں کرتے اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کو ذکر خیر میں دوسروں پر ترجیح دیتے۔ حضرت عبد المطلبؓ کے حجرہ میں ان کی ایک خاص نشست گاہ تھی۔ ان کے بغیر کوئی شخص اس مسند پر نہیں بیٹھتا تھا۔ شرفائے قریش کو اس نشست گاہ کے ارد گرد بٹھاتے۔ حضرت عبد المطلبؓ کی اولاد اس مسند کو ان کے ساتھ ہی مخصوص رکھتی چنانچہ کسی شخص میں یہ قدرت وجرات نہیں تھی کہ اس مسند کے قریب قدم رکھ سکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ،رگ ہاشمی کی عظمت وجلالت سے حضرت عبد المطلبؓ کے بساط دولت اور تخت اقبال پر فی الفور بیٹھ جاتے اور حضرت عبد المطلبؓ بیٹے اور بزرگان قریش حضرت عبد المطلبؓ کے احترام کی وجہ سے اس نشست گاہ کو عزیز رکھتے تھے اور بعض اوقات وہاں بیٹھنے سے منع کرنا چاہتے تھے حضرت عبد المطلبؓ انہیں آواز دیتے اور کہتے: دعوا ابنی فواللہ ان لہ سشاناً عظیماً میرے بیٹے کو اس مسند پر بیٹھنے دو خدا کی قسم! اس کا نفس ایک شرف محسوس کرتا ہے جو کسی مسند پر بیٹھے کا تقاضا کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کی بزرگی کے

بہت سے نشانات ہیں اور عنقریب وہ تمہارا سردار ہو گا۔ یہ نور جو میں اس کی پیشانی میں دیکھتا ہوں۔ ایسے شخص کا نور ہے جسے لوگوں کی سرداری اور سرداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یہ فرزند بہت بڑے ملک کا مالک ہو گا۔ اور خدا تعالی کا اس کے ساتھ ایک ایسا راز ہے جو کسی کے ساتھ نہیں، ہمیشہ آپ کے سر پر دست شفقت رکھتے اور آپ کی حرکات و سکنات اور خصائل سے خوش ہوتے تھے۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد المطلبؓ کی مسند پر مرجع صورت میں تشریف فرما تھے اور اکثر و بیشتر قریش حرم کے گردونواح میں موجود تھے۔ حضرت عبد المطلب نے سب کو یہ حال دکھایا اور کہا، دیکھو! سلطنت و وجاہت کے آثار آپ کی حرکات و سکنات سے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

عبد المطلبؓ کی بے قراری

کندیر بن سعید اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں حج کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ آدمی بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے والہانہ انداز میں یہ اشعار پڑھ رہا ہے

رب! ردالی راکبی محمداً   یارب ردہ واصطنع عندی یداً

اے میرے رب! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس لے آ اے میرے رب! مجھ پر احسان فرما اور اسے لوٹا دے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ عبد المطلبؓ بن ہاشم ہیں۔ انھوں نے اپنے پوتے محمد (ﷺ) کو گم شدہ اونٹ تلاش کرنے بھیجا ہے۔ یہ جب بھی اسے کسی کام کے لیے کہتے ہیں تو وہ ہمیشہ کامیاب لوٹتا ہے۔ آج اسے دیر ہو گئی ہے۔ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ یہ بزرگ اسی وجہ سے پریشان ہیں۔

ابھی عبد المطلبؓ وہیں کھڑے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ لے کر آ گئے۔ عبد المطلب نے آپ کو گلے لگایا اور کہا اے میرے بیٹے! کیا بتاؤں میں تمھارے لیے کس قدر پریشان تھا۔ میں کسی کے لیے بھی اتنا پریشان نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! اب میں تمھیں کسی کام کے لیے نہیں بھیجوں گا، نہ تم مجھ سے کبھی جدا ہونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آشوب چشم

علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سات سال کے ہوئے تو آپ کو بہت سخت قسم کا آشوب چشم ہوا (آنکھیں دکھنے والا مرض)۔ مکہ میں آپ کا علاج کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عبد المطلبؓ سے کسی نے کہا کہ عکاظ کے علاقے میں ایک راہب ہے جو آنکھوں کی تکلیف کا علاج کرتا ہے۔ عبد المطلبؓ آنحضرت کو لے کر وہاں گئے۔ اس کی عبادت گاہ کا دروازہ بند تھا اس لیے عبد المطلبؓ نے اس راہب کو آواز دی مگر راہب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک عبادت گاہ میں شدید زلزلہ آیا اور راہب کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں عمارت اس پر ہی نہ گر جائے۔ اس لیے ایک دم باہر نکل آیا اور اس نے عبد المطلبؓ سے کہا (جنہیں غالباً وہ پہچانتا تھا) "اے عبد المطلبؓ یہ لڑکا اس امت کا نبی ہے۔ اگر میں باہر نہ نکل آتا تو یہ عبادت گاہ یقیناً میرے اوپر گر پڑتی اس لڑکے کو لے کر فوراً لوٹ جاؤ اور اس کی حفاظت کرو کہ کہیں اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) میں سے کوئی اسے قتل نہ کر دے، اس کے بعد اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا علاج کیا اور کچھ دوا ساتھ کر دی۔ مگر ایک کتاب ہے جس کا نام کریم الندماء و ندیم الکرماء ہے میں نے اس میں یہ واقعہ اس طرح دیکھا کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آشوپ چشم کی تکلیف ہو گئی اور کئی دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف رہی۔ کسی نے عبد المطلبؓ سے کہا کہ مکے اور مدینے کے درمیان میں ایک راہب ہے جو آشوب چشم کا علاج کرتا ہے اس کے ہاتھوں ایک مخلوق شفاء حاصل کر چکی ہے۔

عبد المطلبؓ یہ سن کر آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اس راہب کے پاس گئے جیسے ہی راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا وہ فوراً عبادت خانے میں گیا اور نہا دھو کر کپڑے بدلے اور پھر ایک صحیفہ (کتاب) نکال کر لایا۔ پھر کبھی وہ اس کتاب میں کچھ دیکھتا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتا۔ آخر اس نے کہا:۔ یہ خدا کی قسم خاتم النبیین ﷺ ہیں"۔ پھر اس نے عبد المطلبؓ سے کہا۔ اے عبد المطلبؓ؟ کیا انہیں آشوب چشم ہو گیا ہے؟ عبد المطلبؓ نے کہا "ہاں"۔ اس نے کہا اس کی دوا تو خود ان کے پاس ہی موجود ہے۔ اے عبد المطلبؓ ان کا لعاب دہن لو اور ان کی آنکھوں پر لگا دو۔ عبد المطلبؓ نے ایسا ہی کیا کہ آپ کا لعاب دہن لے کر آپ ﷺ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں۔ پھر راہب نے کہا۔ "اے عبد المطلبؓ خدا کی قسم یہی وہ انسان ہے جس کے نام پر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں تو بیماروں کو شفاء ہو جاتی ہے اور آشوب چشم ٹھیک ہو جاتا ہے۔

حذافہ عدری کی رہائی

ایک مرتبہ جذام قبیلے کے لوگ حج کے لیے آئے تو ان کا ایک فرد مکہ میں قتل کر دیا گیا۔ انھیں راستے میں حذافہ بن غانم عدری ملا، انھوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ عبد المطلبؓ ابو لہب کے ساتھ طائف سے واپس آئے تو انھیں اس ماجرے کا پتہ چلا، اس وقت ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ عبد المطلبؓ نے بنو جذام سے کہا: تمھیں میری تجارت اور مال کا اندازہ ہے۔ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ میں بیس اوقیہ سونا یا دس اونٹ یا جس پر تم راضی ہو، ادا کر دوں گا، تم حذافہ کو چھوڑ دو، میری یہ چادر تمھارے پاس گروی ہے۔ انھوں نے عبد المطلبؓ کی بات مانتے ہوئے حذافہ کو چھوڑ دیا۔ عبد المطلبؓ حذافہ کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر مکہ لے آئے اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

وفات

آپؒ کی وفات 579ء میں ہوئی تھی۔ آپؒ کی وفات یوم الفجار سے بیشتر ہوئی تھی۔ اس وقت آپؒ کی عمر 82 سال اور دوسری روایت کے مطابق 110 سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپؒ کی 92 سال اور روایت کے مطابق 120 سال اور کے مطابق 140 اور 144 سال تک عمر بتائی گئی ہے۔ آپؒ کو حجون قبرستان میں اپنے جد اعلیٰ قصی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر کئی دنوں تک بازار بند رہے اور منڈیوں میں کاروبار معطل رہے۔

رسول اللہ ﷺ رو دیے

حضرت ام ایمنؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت عبد المطلبؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پلنگ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے، اس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔

اشعار

ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جب عبد المطلبؓ کی رحلت کا وقت آیا اور انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنی لڑکیوں کو جو چھ تھیں جمع کیا جن میں صفیہ، برہ، عاتکہ، ام حکیم البیضاء، امیمہ اور اروی تھیں اور ان سے کہا تم سب مجھ پر گریہ وزاری کرو تاکہ میں اپنے مرنے سے پہلے سن لوں کہ تم کیسے بین کرو گی اور کیا کہو گی۔ ابن ہشام نے کہا کہ میں نے علمائے شعر میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جو ان اشعار کو جانتا ہو لیکن ان کی روایت محمد بن سعید بن المسیب نے کی

صفیہ بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

ارقت لصوت نائحةٍ بليل	على رجل بقارعة الصعيد
ففاضت عند ذلكم دموعی	على خدی كمنحدر الفريد
على رجل كريم غير وغل	له الفضل المبين على العبيد
على الفياض شيبة ذی المعالی	ابيك الخير وارث كل جود
صدوق فی المواطن غير نكس	ولا شخت المقام ولا سنيد
طويل الباع اروع شيظمی	مطاع فی عشيرته حميد
رفيع البيت ابلج ذی فضول	وغيث الناس فی الزمن الحرود
كريم الجد ليس بذی وصوم	يروق على المسود والمسعود
عظيم الحلم من نفر كرامٍ	خضارمةٍ ملاوثه الاسود
فلو خلد امرو لقديم مجد	ولكن لا سبيل الى الخلود
لكان مخلدا اخری الليالی	لفضل المجد والحسب التليد

ترجمہ

رات میں ایک رونے والی کی آواز سے میری نیند اچٹ گئی جو ایک بالکل راستے پر کھڑے ہوئے شخص پر رو رہی تھی۔

اس وقت میرے آنسو میرے رخسار پر ڈھلکنے والے موتیوں کی طرح بہنے لگے۔

اس شریف شخص پر جو دوسروں کے نسب میں ملنے کا جھوٹا دعوے دار نہ تھا جس کو بندگان خدا پر نمایاں فضیلت حاصل تھی۔

شیبہ جو بڑا فیاض اور بلند مرتبے والا تھا۔ اپنے اچھے باپ پر جو ہر قسم کی سخاوت والا تھا۔

اس پر جو جنگ کے میدانوں میں خوب لڑنے والا اپنے ہمسروں سے کسی بات میں پیچھے نہ رہنے والا نہ کم رتبہ اور نہ دوسروں کے نسب میں مل جانے والا تھا۔

اس پر جو بہت ہی کشادہ دست عجیب حسن و شجاعت والا بھاری بھر کم گھرانے کا قابل تعریف سردار تھا۔

اس پر جو عالی خاندان روشن چہرہ اقسام کے فضائل والا اور قحط سالی میں لوگوں کا فریادرس تھا۔

اس پر جو اعلیٰ شان والا۔ ننگ و عار سے بری۔ سرداروں اور خادموں پر فضل و انعام کرنے والا تھا۔

اس پر جو بڑے حلم والا اعلیٰ شان والوں میں کا ایک فرد دوسروں کے بار اٹھانے والا سردار شیروں کے لیے پشت پناہ تھا۔

اگر کوئی شخص اپنی دیرینہ عزت و شان کے سبب ہمیشہ رہ سکتا۔

تو ضرور وہ اپنی فضیلت و شان اور دیرینہ خاندانی وقار کے سبب زمانے کی انتہا تک رہتا لیکن بقا کی طرف تو کوئی راستہ ہی نہیں۔

برہ بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا:

أعيني جودا بدمع درر — على طيب الخيم والمعتصر

على ماجد الجد وأي الزناد — جميل المحيا عظيم الخطر

علی شیبة الحمد ذی المکرمات

وذی المجد والعز والمفتخر

ولذی الحلم والفضل فی انائبات　　کثیر المکارم جم الفجر

له فضل مجد علی قومه　　منیر یلوح کضوء القمر

اتته المنایا فلم تشوی　　بصرف اللیالی وریب القدر

ترجمہ:

اے میری آنکھوں نیک سیرت اور سخی پر موتیوں کے سے آنسوؤں سے سخاوت کرو۔

اعلیٰ شان والے پر لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے والے پر حسین چہرے اور بڑے رہنے والے پر۔

بزرگوں والے شیبتہ الحمد پر عزت وشان والے اور افتخار والے پر۔

آفات میں فضل وعطاو حلم کرنے والے پر بہت خوبیوں والے بڑے سخی مالدار پر۔

اپنی قوم پر اسے بڑے فضیلت حاصل تھی وہ ایسا نور والا تھا کہ چاند کی روشنی کی طرح چمکتار ہتا تھا۔

زمانہ کی گردشوں اور مکروہات تقدیر کو لیے ہوئے موتیں اس کے پاس آئیں اور اس پر اچٹتی ہوئی ضرب نہیں (بلکہ) کاری وار کیا۔

عاتکہ بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر رہتے ہوئے کہا

أعینی جودا ولا تبخلا　　بدمعکما بعد نوم النیام

أعینی واسحنفرا واسکبا　　وشوبا بکاء کما بالتدام

أعنى واستخرطا واسجما　　علی رجل غیر نکس کھام

علی الجحفل الغمر فی الانائبات　　کریم المساعی وفی الذمام

علی شبیۃ الحمد وأی الزنا　　وذی مصدق بعد ثبت المقام

وسیف لدی الحرب صمصامۃ　　ومردی المخاصم عند الخصام

وسھل الخلیقۃ طلق الیدین　　وفی غد ملی صمیم لھام

تبنك فی باذخ بیتہ　　رفیع الذوابۃ صعب المرام

ترجمہ:

اے میری آنکھو سونے والوں کے سو جانے کے بعد اپنے آنسو کی سخاوت کرو اور بخل نہ کرو۔

اے میری آنکھو خوب تیز جھڑی لگا دو اور یہ پڑھ اور اپنے رونے کے ساتھ رخساروں پر طمانچے بھی مارو۔

اے میری آنکھو خوب جم کر رولو اور ایسے شخص پر آنسو بہاؤ جو نہ پیچھے رہنے والا تھا اور نہ کمزور۔

بزرگ سردار پر آفات میں اپنے احسانات میں ڈبو لینے والے پر بزرگانہ کوششوں والے پر ذمہ داری کو پورا کرنے والے پر۔

مہمان نواز شیبتہ الحمد پر اور (اپنے) مقام پر جمے رہ کر صحت حملہ کرنے والے پر۔

اس پر جو جنگ کے وقت ختم نہ ہونے والی تلوار اور جھگڑے کے وقت دشمن کو ہلاک کرنے والا تھا۔

نرم سیرت والے کشادہ ہاتھوں والے وفادار سخت پختہ ارادے والے کثیر الخیر شخص پر۔

اس پر جس کے گھر کی اساس علو شان پر مستحکم بلند طرے والے اعلیٰ مقاصد والے پر۔

ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

ألا یا عین جودی واستھلی　　وبکی ذا الندی والمکرمات
الا یا عین ویحك اسعفینی　　بدمع من دموع ھاطلات
وبکی خیر من رکب المطایا　　أباك الخیر تیار الفرات
طویل الباع شیبة ذا المعالی　　کریم الخیم محمود الھبات
وصولا للقرابة ھبرزیا　　وغیثا فی السنین الممحلات
ولیثا حین تشتجر العوالی　　تروق له عیون الناظرات
عقیل بنی کنانة والمرجی　　إذا ما الدھر أقبل بالھنات
ومفزعھا إذا ما ھاج ھیج　　بداھیةٍ وخصم المعضلات
فبکة ولا تسمی بحزن　　وبکی ما بقیت الباکیات

ترجمہ:

ہاں اے آنکھ سخاوت اور آہ وفغاں کر اور بزرگوں والے اور سخاوت والے پر رو۔

ہاں اے کمبخت آنکھ لگاتار برسنے والے آنسوؤں سے میری امداد کر

سواریوں پر سوار ہونے والوں میں جو سب سے اچھا تھا اس پر آہ وفغاں کر اپنے اچھے باپ پر جو میٹھے پانی کا موج زن دریا تھا۔

شیبہ پر جو بڑا سخی اور بلند رتبوں والا نیک سیرت سخاوت میں قابل مدح وستائش تھا۔

صلہ رحمی کرنے والے پر اس پر جس کے چہرے سے شرافت و جمال ظاہر ہوتا تھا۔ جو قحط سالیوں میں برستا ہوا بادل تھا۔

جو نیزوں کے ایک دوسرے سے مل کر جھاڑی کی طرح بن جانے کے وقت کا شیر تھا جس کے لیے دیکھنے والوں کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

جو بنی کنانہ کا سردار تھا اور زمانے کے اقسام کی آفتیں سر پر پڑنے کے وقت امیدوں کا آسرا تھا۔

جب کوئی سخت آفت آتی تو اس کے خوف کو وہ دور کر دینے والا اور مشکلات کا مقابلہ کرنے والا تھا۔

پس ایسے شخص پر آہ و فغاں کر اور غم کرنے میں سستی نہ کر اور دوسری رونے والیوں کو اس وقت تک رلاتی رہ جب تک تو باقی رہے۔

امیمہ بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

لا هلك الراعي العشيرة ذو الفقد	وساقي الحجيج والمحامي عن المجد
ومن يولف الضيف الغريب بيوته	إذا ما سماء الناس تبخل بالرعد
كسبت وليداً خير ما يكسب الفتى	فلم تنفكك تزداد يا شيبة الحمد
ابو الحارث الفياض خلى مكانه	فلا تبعدن فكل حيي إلى بعد
فاني لباك ما بقيت ومرجع	وكان له اهلا لما كان من وجدي
سقاك ولي الناس في القبر ممطرا	فسوف ابكيه وإن كان في اللحد
فقد كان زينا للعشيرة كلها	وكان حميداً حشيما كان من حمد

ترجمہ:

سن لو کہ خاندان کا محافظ خاندان والوں کو ڈھونڈ نکالنے والا حاجیوں کا ساقی عزت وشان کی حمایت کرنے والا چل بسا۔

جس کا گھر مسافر مہمانوں کو اس وقت جمع کر لیتا تھا جب لوگوں کا آسمان گرج کے باوجود بخل بھی کرتا تھا۔

جو خوبیاں ایک جواں مرد حاصل کیا کرتا ہے اے شیبتہ الحمد تو نے ان خوبیوں میں کی بہترین صفتیں اپنی کم سنی ہی میں حاصل کر لیں اور پھر ان میں تو ہمیشہ ترقی ہی کرتا رہا۔

ایک فیاض شیر نے اپنی جگہ خالی کر دی پس تو (اسے اپنے دل سے) دور نہ کر کہ ہر زندہ (کسی نہ کسی روز) دور ہونے والا ہے۔

میں تو جب تک رہوں گا آبدیدہ اور غمگین ہی رہوں گا۔ اور میری محبت کے لحاظ سے وہ اس کا سزاوار تھا۔

قبر میں بھی تمام لوگوں کی سرپرستی کرنے والا (خدا) تجھ کو (اپنی رحمت کی) بارش سے سیر اب رکھے۔ میں تو اس پر روتا ہی رہوں گا۔ اگرچہ وہ قبر ہی میں رہے۔

وہ اپنے پورے گھرانے کی زینت تھا۔ اور جہاں کہیں جو تعریف بھی ہو وہ اس تعریف کا سزاوار تھا۔

اروٰی بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

بکت عینی وحق لها البکاء　　　علی سمح سجیته الحیاء

علی سهل الخلیقة ابطحی　　　کریم الخیم نیته العلاء

على الفياض شيبة ذى المعالى　　ابيك الخير ليس له كفاء
طويل الباع املس شيظمى　　اغر كان غرته ضياء
اقب الكشح أروع ذى فضول　　له المجد المقدم والشناء
ابى الضيم ابلج هبرزى　　قديم المجد ليس به خفاء
ومعقل مالك وربيع فهر　　وفاصلها اذا التمس القضاء
وكان هو الفتى كرما وجوداً　　وباسا حين تنسكب الدماء
إذا هاب الكماة الموت حتى　　كان قلوب اكثرهم هواء
مضى قدما بذى ربد خشيب　　عليه حين تبصره البهاء

ترجمہ:

میری آنکھ ایک سر تاپا سخاوت اور حیا شعار پر روتی ہے اور اس آنکھ کے لیے رونا ہی سزاوار ہے۔

نرم خو بطحہ کے رہنے والے بزرگانہ سیرت والے پر جس کی نیت عروج حاصل کرنے کی تھی۔

بلند رتبوں والے فیاض شیبہ پر جو تیرا بہترین باپ تھا جس کا کوئی ہمسر نہیں۔

کشادہ اور نرم ہاتھ والے بھاری بھر کم سفید پیشانی والے پر جس کی سفیدی ایسی تھی گویا ایک روشنی ہے۔

پتلی کمر والے عجیب حسن و شجاعت والے بہت سی فضیلتوں والے پر جو قدیم سے عزت و بزرگی اور مدح و ثنا کا مالک ہے۔

ظلم کی برداشت نہ کرنے والے روشن چہرے والے پر جس کے چہرے سے شرافت اور جمال ظاہر ہوتا تھا۔
جس کی بزرگی اور شرف قدیم ہے جس میں قسم کی پوشیدگی نہیں۔

جو بنی مالک کے لیے پناہ کی جگہ اور بنی فہر کے لیے بہار کی بارش اور جب جھگڑوں کے فیصلے کے لیے تلاش ہوتی تو وہی ان میں فیصلہ کرنے والا ہوتا تھا۔

جود و سخا میں وہ ایک جواں مرد تھا اور دبدبے میں بھی وہی یکتا تھا جبکہ خون بہتے تھے۔

اور جب کہ زرہ پوش بہادر موت سے یہاں تک ڈرتے کہ ان میں کے اکثروں کے دلوں کا یہ حال ہوتا کہ گویا وہ ہوا ہیں۔

قدیم سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ جب تو اسے جوہر والی صیقل کی ہوئی (تلوار) کے ساتھ دیکھتا تو اس پر رونق نظر آتی تھی۔

جب سب کی زبان بند ہو گئی تو عبد المطلب نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں مجھ پر ایسے ہی بین کرنا۔

ازواج و اولاد

نمبر شمار	ازواج	پسران	دختران
1	صفیہ بنت جیندب	حارث	

2 فاطمہ بنت عمرو زبیر، ابو طالب (عبد مناف) عبد الکعبہ، عبد اللہ ام حکیم بیضاء، امیمہ، اروی، برہ عاتکہ

3 لبنی بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ) ابو لہب (عبد العزی)

4 ہالہ بنت وہیب مقوم، حجل (مغیرہ)، حمزہ صفیہ

5 نتیلہ بنت جناب ضرار، قثم، عباس

6 ممنعہ بنت عمرو غیداق (مصعب)

میزان ازواج 6 پسران 13 دختران 6

کلبی کہتے ہیں کہ تمام عرب میں فرزندان عبد المطلبؓ کی طرح کسی ایک باپ کی اولاد بھی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف و جسیم و بلند بیتی و روشن پیشانی ہو۔

فرہ بن حجل بن عبد المطلب اپنے چچاؤں کے متعلق لکھتے ہیں:

اعدد ضراراً عددت فتی نداً   واللیث حمزہ واعدد العباسا

وعد زبیراً والمقوم بعدہ   والصتم حجلا والفتی الراسا

والقرم عیدناً نعد حجاحجا   سادوا علی رغم العدو الناسا

والحارث الفیاض ولی ماجدا   ایام نازعہ الھمام الکاسا

ما فی الانام عمومۃ کعمومتی   خیراً ولا کاناسنا اناسا

ترجمہ:

اگر کسی فیاض نوجوان کا شمار کرنا ہے تو ضرار کو شمار کر، شیر مرد حمزہ کو شمار کر اور عباس کو شمار کر۔

زبیر کو اور اس کے بعد مقوم کو حجل کو شمار کر جو نوجوان سردار ہے۔

بہادر غیداق کو شمار کر کہ یہ سب عظمائے قوم ہیں اور برر غم دشمن ان کو سب کی سرداری حاصل ہو چکی ہے۔

فیاض حارث کو شمار کر جو ایسا بہادر تھا کہ جام مرگ پینے کے دنوں میں اس نے دنیا سے مجد و شرف کے ساتھ منہ موڑا۔

جیسے چچا میرے ہیں تمام مخلوق میں ویسے اچھے چچا کسی کے نہیں اور نہ جیسے لوگ ہم میں ہیں ویسے کسی خاندان میں ہیں۔

فرزندان عبد المطلب میں عباس، ابو طالب، ابو لہب اور حارث کی اولاد چلی اگرچہ حمزہ، مقوم، زبیر اور حجل کی صلبی اولاد ہوئی تھی لیکن سب کا خاتمہ ہو گیا باقی جتنے تھے سب لاولد رہے۔ بنو ہاشم میں کثرت اولاد پہلے حارث بن عبد المطلب کی اولاد میں رہی پھر ابو طالب کی اولاد میں منتقل ہو گئی لیکن آخر میں یہ کثرت عباس بن عبد المطلب کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔

سیرت

خضاب لگانا

ہشام بن حمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے مدینہ کے ایک شخص جعفر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ نے روایت کی جو اپنے والد (عبد الرحمن بن المسور) سے راوی تھے۔ ان

دونوں راویوں کا بیان یہ ہے جس قریشی نے پہلے پہل وسمہ سے خطاب کیا وہ عبد المطلبؓ بن ہاشم تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ عبد المطلب جب یمن جاتے تو ایک حمیری سردار کے گھر اترتے عبد المطلب سے اس نے کہا: اگر تو ان سفید بالوں کا رنگ بدل دے تو پھر جوان نظر آئے۔ عبد المطلب نے اجازت دی تو اس حکم سے پہل مہندی کا خضاب لگایا گیا۔ پھر اس پر وسمہ چڑھایا گیا۔ عبد المطلب نے کہا: ہمیں اس میں بطور زاد سفر کے تھوڑا خضاب دے دینا۔ میزبان نے بہت سا خضاب ان کے ساتھ کر دیا۔ شب میں وہ مکے پہنچے اور دن میں باہر نکلا تو ان کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوے کے سیاہ پر ہوں۔ نتیلہ بنت جناب بن کلیب نے جو عباس بن عبد المطلب کی ماں تھیں یہ دیکھ کے کہا: شیبتہ الحمد! یہ اگر ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہے۔ عبد المطلب نے جواب دیا:

ولو دام لی هذا السواد حمدته　　　　فکان بدیلا من شباب قد انصرم

تمتعت منه والحیاة قصیرة　　　　ولا بد من موت نتیلة اوهوم

وما ذا الذی یجد علی المر حفظه

ونعمة یوما اذا عرشه انهدم

فموت جهیز عاجل لا شوی له　　　　احب الی من مقالهم حکم

ترجمہ:

سیاہی اگر میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اس صورت میں یہ اس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے۔

میں نے اس سے فائدہ تو اٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نتیلہ! آخر کار مرنا یا بوڑھا ہونا ضروری ہے۔

انسان کو اس کی فراخی و نعمت بھلا کیا نفع پہنچا سکتی ہے جبکہ ایک دن اس کے تخت کو منہدم ہونا ہی ہے۔

ان حالات میں لوگوں کی دانش آرائی سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ موت ہے جو آراستہ ہو، جلد آئے اور اس میں کسی قسم کی آسانی و سفلگی نہ ہو۔

ہی واقعہ تھا جس کے بعد اہل مکہ سیاہ خضاب کرنے لگے۔

غار حرا (جبل نور) میں عبادت کی ابتدا

اسی طرح جناب عبد المطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے جبل نور (غار حراء) میں جا کر عبادت کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ عموماً کوہ حراء پر چلے جاتے اور پورا مہینہ یا کم و بیش دن وہاں گزارتے تھے۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی غالباً اس مقام پر عبادت کرنے کا طریقہ اپنے دادا سے سیکھا تھا۔

حجاج کرام کی خدمت وتواضع

جناب عبد المطلبؓ کے عظیم الشان کارناموں میں یہ کارنامہ بھی شامل ہے کہ آں نے ’حجاج کرام کی خدمت اور زائرین مکہ کی مہمان نوازی کے والے عظیم روایات قائم کیں۔ مورخین کے مطابق آں اپنے بزرگوں کی

طرح بہت دل جمعی سے حاجیوں اور زائرین کی خدمت و تواضع کرتے تھے۔اسی بنا پر انہیں لوگ ''فیاض'' اور مطعم (کھانا کھلانے والا) کہتے تھے۔بقول ابن اسحاق آپ زمزم کی دریافت سے قبل مکہ مکرمہ کے کنوؤں سے اور زمزم کی دریافت کے بعد چاہ زمزم سے منی اور عرفات میں چمڑے کے بڑے بڑے مشکیزوں میں پانی جمع کر کے حجاج کرام کو پلاتے تھے۔

احادیث میں ذکر

ایک دفعہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو عبد المطلبؓ کی وفات یاد ہے؟

آپ نے فرمایا ہاں اس وقت میں آٹھ سال کا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے دادا عبد المطلبؓ کو بادشاہوں اور معزز لوگوں کی پوشاک میں اٹھایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں دروازہ جنت کی زنجیر ہاتھوں میں لوں گا تو اس وقت اولاد عبد المطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا؟

(ابن نجار بحوالہ ارادۃ الادب ص24)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش میں سے کچھ لوگ میری پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اپنے حسب و نسب پر تفاخر کیا۔

حضرت صفیہؓ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا نسب سب لوگوں سے اعلیٰ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہم میں اللہ تعالی کے محبوب ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کا مبارک نسب ہی سب سے اعلیٰ ہو سکتا ہے نہ کہ تمہارا۔ اس پر وہ تمام لوگ غصے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ حضور کا نسب تو ایسے ہے جیسے کوئی کھجور کا پورا کسی کوڑے کرکٹ سے اگ آئے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت صفیہ نے یہ تمام واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا تو رسالت مآب ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو جمع کرو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے مقدس منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: اے لوگوں میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: میرا نسب بیان کرو۔ انہوں نے نسب بیان کرتے ہوئے کہا آپ حضرت عبد اللہؓ کے بیٹے ہیں اور حضرت عبد المطلبؓ کے پوتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اس قوم کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب کو کم تصور کرتی ہے انہیں علم ہونا چاہیے کہ میں نسب کے لحاظ سے ان سے افضل ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر ارشاد فرمایا میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلبؓ کا بیٹا ہوں۔

حوالہ جات:

خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

خاندان نبوت کا تعارف تالیف الشیخ محمد عظیم حاصلپوری

سیرت انسائیکلو پیڈیا تصنیف و تالیف حافظ محمد ابراہیم طاہر گیلانی، حافظ عبد اللہ ناصر مدنی اور حافظ محمد عثمان یوسف جلد دوم

طبقات ابن سعد مصنف محمد بن سعد اردو ترجمہ علامہ عبد اللہ العمادی جلد اول

معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ جلد مصنف ملا معین واعظ الہروی مترجمین علامہ اقبال احمد فاروقی، حکیم اصغر احمد فاروقی جلد اول

طبقات ابن سعد مصنف محمد بن سعد اردو ترجمہ علامہ عبد اللہ العمادی جلد اول ص

ومارسلناک إلا رحمۃ للعالمین تالیف قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری حصہ دوم

معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ جلد مصنف ملا معین واعظ الہروی مترجمین علامہ اقبال احمد فاروقی، حکیم اصغر احمد فاروقی جلد اول

شواہد نبوۃ مولف نور الدین عبد الرحمان جامی متراجم بشیر حسین

سیرۃ حلبیہ مولف علامہ علی ابن برہان الدین حلبی اردو مترجم محمد اسلم قاسمی جلد اول حصہ نصف اول

سیرت انسائیکلو پیڈیا تصنیف و تالیف حافظ محمد ابراہیم طاہر گیلانی، حافظ عبد اللہ ناصر مدنی اور حافظ محمد عثمان یوسف جلد دوم

وما ارسلناک إلا رحمۃ للعالمین تالیف قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری حصہ دوم

طبقات ابن سعد مصنف محمد بن سعد اردو ترجمہ علامہ عبد اللہ العمادی جلد اول

سیرۃ حلبیہ مولف علامہ علی ابن برہان الدین حلبی اردو مترجم محمد اسلم قاسمی جلد اول حصہ نصف اول

ضیاء النبی ﷺ مولف پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد دوم

سیرۃ حلبیہ مولف علامہ علی ابن برہان الدین حلبی اردو مترجم محمد اسلم قاسمی جلد اول حصہ نصف اول

نسب شریف

مشکٰوۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ﷺ ہوں عبد اللہؓ کا بیٹا اور عبد المطلبؓ کا پوتا، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا۔ انسان میں دو فرقے پیدا کئے۔ عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر

عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا ہوں آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک سفاح یعنی جاہلیت کا کوئی مورث مجھ کو نہیں پہنچا یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤامہات سب اس سے منزہ رہے، پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں (مواہب اللدنیہ)

عمر مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا، آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا، حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے جبرائیل! میرے رب کی عزت و جلال کی قسم! وہ ستارہ میں ہوں۔ (انسان العیون جلد ۱ صفحہ ۲۹، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۴۳)

ولادتِ محمدی ﷺ

بیانِ سابق میں یہ بات آچکی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا گیا جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ نورِ مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم و حوا علیہم السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلابِ طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا سرکار ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔ الخ۔ (مشکوٰۃ، ص:۵۱۱)

دلائل النبوۃ میں ابو نعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المؤمنین رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا میں نے حضرت محمد ﷺ جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا، نہ خاندانِ بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون جلد ۱ ص ۲۶)

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے آیا تو حضرت عبد المطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کا نورِ مبارک جناب عبد المطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبد المطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے، یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مواہب اللدنیہ، جلد ا صفحہ ۱۵)

حضرت عبد المطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کے لئے جناب عبد المطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نور کی وجہ سے ابرہہ ازراہِ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا پھر جناب عبد المطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ا، تاریخ حبیب الٰہ)

ابرہہ نے لشکر کی خبر دینے کے لئے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبد المطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش میں آیا تو عبد المطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول، صفحہ ۱۵)

یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں ہو کہ یہ سارا تذکرہ جو نبی دوعالم ﷺ اور ان کے اجداد کا کیا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے

حضور مری تو ساری بہار آپ سے ہے

میں بے قرار تھا میرا قرار آپ سے ہے

میری تو ہستی ہی کیا ہے میرے غریب نواز

جو مل رہا ہے مجھے سارا پیار آپ سے ہے

کہاں وہ ارضِ مدینہ کہاں میری ہستی

یہ حاضری کا سبب بار بار آپ سے ہے

سیاہ کار ہوں آقا بڑی ندامت ہے

قسم خدا کی یہ میرا وقار آپ سے ہے

محبتوں کا صلہ کون ایسے دیتا ہے

سنہری جالیوں میں یارِ غار آپ سے ہے

حضور آپ کی یادوں میں اشکِ رحمت ہے

یہ میری آنکھ ضیاء اشک بار آپ سے ہے (رفیق ضیاؔ قادری)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَّ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلَی إِبرَاھِیمَ وَعَلَی آلِ إِبرَاھِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ اللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَّ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی إِبرَاھِیمَ وَعَلَی آلِ إِبرَاھِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

عبد مَناف بْن عَبدُ المُطلب بن ہاشم

ابو طالب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا ایک اسمِ گرامی عمران بھی تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے، حضرت علیؑ کے والد، پیغمبر اسلامؐ کے چچا اور مکہ میں قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے۔ کچھ عرصے کے لیے آپ سقایۃ الحاج کے عہدے پر فائز رہے اور اپنے والد عبد المطلب کی وفات کے بعد حضرت محمد ﷺ کی سرپرستی قبول کی اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے نبوت کے اعلان کے بعد ان کی مکمل حمایت کی۔ اور جب تک زندہ رہے مشرکین اور کفار کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا ﷺ پہ کسی قسم کی سختی کر سکیں۔ آپ کے القاب میں سید العرب، شیخ بطحا اور مومنِ قریش زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کے والد کا نام عبد المطلب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کے واحد سگے بھائی تھے چونکہ دیگر کی والدہ مختلف تھیں۔

ایمانِ ابو طالب پہ مسالکِ اسلام میں اختلاف ہے۔ اہلسنت حنفی بریلوی اور اہل التشیع ابو طالب کے ایمان کے قائل ہیں جبکہ اہلسنت حنفی دیوبندی اور اہل الحدیث ایمانِ ابو طالب سمیت حضور صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین اور دادا کے ایمان کے بھی منکر ہیں۔

نگہبانِ رسالت جنابِ ابو طالب 'بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے ' کتبِ تاریخ وحدیث میں ان کی بت پرستی کی ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ آپ کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہانے اسلام قبول کیا' آپ کے صاحبزادے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کم عمری میں اسلام قبول کیا مگر جنابِ ابو طالب نے نہ انکو روکا اور نہ احکامِ اسلام کی بجا آوری پر ان کو کوئی تکلیف دی۔ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات اور خصائل وشمائل پر جنابِ ابو طالب کے اشعار ان کے ایمان پر سند ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ عمومی اعلان کے بعد بھی جنابِ ابو طالب کے دستر خوان پر کھانا کھاتے حالانکہ اعلانیہ تبلیغ کے بعد آپ نے کسی مشرک وکافر کے ساتھ کھانا تناول نہیں فرمایا۔ جنابِ ابو طالب نے دشمنان اسلام کے خلاف ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حفاظت کی یہاں تک کہ شعبِ ابی طالب کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بدل بدل کر اپنے بیٹوں کو سلاتے تاکہ قریش آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا سکیں' یہ بھتیجے کی محبت کے علاوہ اسلام سے بھی محبت کا ثبوت ہے کیونکہ بھتیجے کی محبت بیٹوں سے فوقیت نہیں رکھتی۔

جو شخص بھی تعصب کو ایک طرف رکھ کر غیر جانبداری کے ساتھ جنابِ ابو طالب کی حیات، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کی عظیم قربانیوں اور تحفظِ اسلام کے لیے آپ کے اخلاص، جاں نثاری اور فداکاری کا مطالعہ کرے' وہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ سیرت، یہ قربانیاں اور یہ جذبات کسی غیر مؤمن کے نہیں ہو سکتے

حضرت عقیل بن ؓ ابی طالب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقیل رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ابو زید مجھ کو تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے، اسی قرابت کے سبب سے، دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تم کو محبوب رکھتے تھے۔ (تہذیب الکمال صلی اللہ علیہ وسلم 270)

نام ونسب

عقیل نام، ابو یزید کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، ماں کا نام فاطمہ تھا، آپ حضرت علیؓ کے بھائی اور عمر میں ان سے بیس سال بڑے تھے۔

(اسد الغابہ:۳/ ۴۳۲)

بدر میں گرفتاری

عقیل کا دل ابتدا سے اسلام کی طرف مائل تھا؟؛ لیکن مشرکین مکہ کے خوف سے علی الاعلان اسلام نہیں قبول کر سکتے تھے؛ چنانچہ بدر میں بادل ناخواستہ مشرکین کے ساتھ شریک ہوئے اور جب ان کو شکست ہوئی تو دوسرے مشرکین کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ دیکھو میرے گھرانے والوں میں کون کون لوگ گرفتار ہوئے، آپ نے تحقیقات کر کے عرض کیا کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہوئے ہیں یہ سن کر آنحضرت ﷺ خود بہ نفس نفیس تشریف لائے اور عقیل کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابو جہل قتل ہو گیا، عقیل بولے اب تہامہ میں مسلمانوں کا کوئی مزاحم باقی نہیں رہا،

عقیل کے ہاتھ مال ودولت سے خالی تھے، اس لیے حضرت عباسؓ نے اپنی جیب سے ان کا فدیہ دے کر ان کو آزاد کرایا۔

(ابن سعد، جزء۴،ق ۱:۲۹)

اسلام وہجرت اور غزوات

آزاد ہونے کے بعد مکہ واپس گئے اور ۸ھ میں باقاعدہ اسلام لا کر ہجرت کا شرف حاصل کیا اور غزوۂ موتہ میں شریک ہو کر پھر مکہ واپس گئے، وہاں جا کر بیمار پڑ گئے، اس لیے فتح مکہ، طائف اور حنین میں شرکت سے معذور رہے، (اسد الغابہ:۳/ ۴۲۲)؛ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حنین میں شریک ہوئے؛ بلکہ جب مسلمانوں کو ابتدا میں شکست ہوئی اور مہاجرین وانصار کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے۔

(اصابہ:۴/ ۲۵۵)

عہد مرتضوی

خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا، حنین کے بعد امیر معاویہؓ اور جناب امیرؓ کے اختلافات کے زمانہ میں نظر آتے ہیں، یہ گو حضرت علیؓ کے بھائی تھے؛ لیکن اپنی ضروریات کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ سے تعلقات رکھتے تھے اور مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ عقیل مفلس، مقروض اور روپیہ کے حاجت مند تھے اور جناب امیرؓ کے یہاں یہ شے عنقا تھی اور امیر معاویہؓ کا خزانہ ہر شخص کے لیے کھلا ہوا تھا، اس لیے افلاس وناداری نے امیر معاویہؓ کا ساتھ دینے پر مجبور کر دیا تھا، امیر معاویہؓ کے پاس جانے سے

پہلے ایک مرتبہ قرض کی ادائیگی کی فکر میں حضرت علیؓ کے پاس بھی گئے تھے، انہوں نے بڑی پذیرائی کی، حسنؓ کو حکم دیا، انہوں نے لاکر کپڑے بدلائے، شام کو دستر خوان بچھا تو صرف روٹی، نمک اور ترکاری آئی، عقیلؓ نے کہا بس یہی سامان ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں، عقیل نے مطلب بیان کیا کہ میرا قرض ادا کردو، حضرت علیؓ نے پوچھا کس قدر ہے، کہا ۴۰ ہزار آپ نے جواب دیا، میرے پاس اتنا روپیہ کہاں، تھوڑا صبر کیجئے جب چار ہزار میرا وظیفہ ملے گا تو آپ کو دیدوں گا، عقیل نے کہا تم کو کیا دشواری ہے بیت المال تمہارے ہاتھ میں ہے، مجھ کو وظیفہ کے انتظار میں کب تک رکھو گے، حضرت علیؓ نے فرمایا میں مسلمانوں کا امین ہوں، آپ چاہتے ہیں کہ خیانت کرکے ان کا مال آپ کے حوالہ کردوں یہ جواب سن کر عقیل چلے گئے اور امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے، امیر معاویہؓ نے پوچھا تم نے علیؓ اوران کے ساتھیوں کو کیسا پایا، جواب دیا، وہ لوگ رسول کے صحیح صحابی ہیں، بس صرف اس قدر کمی ہے کہ آنحضرت ﷺ ان میں نہیں ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک ابوسفیان کے حواریوں کی طرح ہو، مگر اس موازنہ کے بعد بھی دوسرے دن امیر معاویہؓ نے دربار میں انہیں بلوا کر پچاس ہزار درہم دلوائے۔　(اسد الغابہ:۳/۴۲۳)

عقیل کے شام جانے کے بعد امیر معاویہؓ لوگوں کے سامنے ان کو مثال میں پیش کرکے ان کو اپنی حمایت پر آمادہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر میں حق پر نہ ہوتا تو علیؓ کے بھائی ان کو چھوڑ کر میرا ساتھ کیوں دیتے، ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے یہی دلیل پیش کررہے تھے، عقیل بھی موجود تھے، انہوں نے جواب دیا کہ میرا بھائی دین کے لیے بہتر ہے اور تم دنیا کے لیے، یہ دوسری بات ہے کہ میں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، رہا آخرت کا معاملہ تو اس کے لیے اللہ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔(اسد الغابہ:۳/۴۲۳)

وفات

امیر معاویہؓ کے اخیر عہد یا یزید کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی۔

(اصابہ:۴/۶۵۵)

اہل وعیال

عقیلؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، ان بیویوں اور اولادوں کے نام یہ ہیں۔

بیوی	اولاد
ام سعید	یزید، سعید
خلیلہ	علی، محمد، رملہ
ام بنین	جعفر، اکبر، ابو سعید، احول
ام ولد	
اسماء بنت سفیان	مسلم، عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد اللہ، الاصغر

ان کے علاوہ جعفر، اصغر، حمزہ، عثمان، ام ہانی، اسماء، فاطمہ، ام قاسم، زینب اور ام نعمان وغیرہ، مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھیں۔

ذریعۂ معاش

آنحضرت ﷺ نے خیبر کی پیداوار سے ڈیڑھ سو وسق سالانہ مقرر فرمایا تھا۔

استعداد علمی

ہجرت کے بعد پھر مکہ لوٹ گئے تھے اور عرصہ تک وہاں مقیم رہے، اس لیے صحبت نبوی ﷺ سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، اسی لیے رسول ﷺ کے عزیز ہونے کی حیثیت سے علم میں ان کا جو پایہ ہونا چاہیے تھا، وہ نہ پیدا ہو سکا، تاہم حدیث کی کتابوں میں ان کی دو چار روایتیں موجود ہیں، محمد، حسن بصری اور عطا آپ کے زمرۂ رواۃ میں ہیں۔ (مستدرک حاکم:۳/۵۷۶)

مذہبی علوم کے علاوہ علوم جاہلی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، چنانچہ علم الانساب کے جو عربوں کا خاص علم تھا، بڑے ماہر تھے، ایام عرب کی داستانیں بھی ان کو ازبر تھیں اور ان علوم میں لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز کے بعد یہ بیٹھتے تھے اور لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل:۱/۲۰۱)

آنحضرت ﷺ کی محبت

آنحضرت ﷺ ان سے بہت محبت کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ ابوزید مجھ کو تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے ایک قرابت کے سبب سے دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تم کو محبوب رکھتے تھے۔

(تہذیب الکمال:۲۷۰)

پابندی سنت

عقیل شادی و مسرت کے موقعوں پر بھی جبکہ لوگ عموماً کچھ نہ کچھ بے اعتدالی کر جاتے ہیں، مسنون طریقوں کا لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ نئی شادی کی، صبح کو احباب مبارکباد دینے آئے اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ میں تہنیت پیش کی کہ "بالرفاءوالبنین" اگرچہ ان الفاظ میں کوئی خاص قباحت نہیں تھی؛ لیکن چونکہ مسنون طریقہ تہنیت موجود تھا، اس لیے کہا کہ یہ نہ کہو؛ بلکہ "بارک اللہ لکم وبارک اللہ علیکم" کہو کہ ہم کو اسی کا حکم ملا ہے۔

روایات

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ تَزَوَّجَ عَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ امْرَأَةً مِنْ بَنِي جُشَمٍ فَقِيلَ لَهُ بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ قَالَ قُولُوا كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمْ وَبَارَكَ لَكُمْ

سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 1284 حدیث مرفوع مکررات 5 متفق علیہ 0

عمرو بن علی و محمد بن عبد الاعلی، خالد، اشعث، حضرت حسین (رض) سے روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب نے قبیلہ بنو جشم کی کسی خاتون سے نکاح کیا پس لوگوں نے ان کو دعا دی "بالرفاءوالبنین "یعنی تم اور تمہاری اولاد میں اللہ تعالیٰ اتحاد و اتفاق قائم فرمائے اور تم کو صاحب اولاد کرے۔ اور وہ خاتون قبیلہ جشم کی تھی۔ یہ سن کر عقیل کہنے لگے کہ جس طریقہ سے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا تم اس طریقہ سے کہو اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس طریقہ سے ارشاد فرمایا تھا "بَارَكَ اللَّهُ

فِيكُمْ وَبَارَكَ لَكُمْ "یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری ہر چیز میں برکت اور خیر عطا فرمائے اور تم کو صاحب برکت بنادے۔

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ قَالَ تَزَوَّجَ عَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ فَقَالَ مَهْ لَا تَقُولُوا ذَلِكَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ قُولُوا بَارَكَ اللَّهُ لَهَا فِيكَ وَبَارَكَ لَكَ فِيهَا

مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 1647 حدیث مرفوع مکررات 2 متفق علیہ 0

عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ جب حضرت عقیل (رض) کی شادی ہوئی اور وہ ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے مبارک باد دیتے ہوئے کہا اللہ آپ کے درمیان اتفاق پیدا کرے اور آپ کو بیٹے عطاء فرمائے، انھوں نے فرمایا ٹھہرو، یہ نہ کہو، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے اور یہ کہنے کا حکم دیا ہے اللہ تم میں برکت پیدا فرمائے اور تمہیں اپنی بیوی کے لیے مبارک فرمائے۔

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ أَنْبَأَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي جُشَمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالُوا بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكَ قَالُوا فَمَا نَقُولُ يَا أَبَا يَزِيدَ قَالَ قُولُوا بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ إِنَّا كَذَلِكَ كُنَّا نُؤْمَرُ

مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 1648 حدیث مرفوع مکررات 2 متفق علیہ 0

عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ جب حضرت عقیل (رض) کی شادی ہوئی اور وہ ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے مبارک باد دیتے ہوئے کہا اللہ آپ کے درمیان اتفاق پیدا کرے اور آپ کو بیٹے عطاء فرمائے، انھوں نے

فرمایا ٹھہرو، یہ نہ کہو، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے اور یہ کہنے کا حکم دیا ہے اللہ تم میں برکت پیدا فرمائے اور تمہیں اپنی بیوی کے لیے مبارک فرمائے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُؤَمَّلِ بْنِ الصَّبَّاحِ وَعَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَبَّانَ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْزِئُ مِنْ الْوُضُوءِ مُدٌّ وَمِنْ الْغُسْلِ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ لَا يُجْزِئُنَا فَقَالَ قَدْ كَانَ يُجْزِئُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَأَكْثَرُ شَعَرًا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 270 حدیث مرفوع مکررات 13 متفق علیہ 5

محمد بن مومل بن صباح وعباد بن ولید، بکر بن یحییٰ بن زبان، حبان بن علی، یزید بن ابی زیاد، عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، حضرت عقیل بن ابی طالب (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع کافی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ہمیں تو اتنا کافی نہیں ہوتا تو فرمایا کہ تم سے بہتر اور افضل اور تم سے زیادہ بالوں والی شخصیت یعنی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو کافی ہو جاتا تھا۔

شجرہ میں سیدنا مسلم بن عقیلؓ کا نام بھی لکھا گیا پر کیوں؟

شجرہ میں سیدنا حضرت مسلم بن عقیل کا نام محمد مسلم کے طور پر لکھا گیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسلم کا نام تمام مراجع میں محمد نہیں تو پھر ایسا کیوں؟ اس کی وجہ بڑی سادہ ہے کیونکہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی ذات ایک ہمہ گیر شہرت کی حامل ہے۔ ہر ملک وملت کے لوگ ان کی وفا اور ذات سے واقف ہیں۔ اگر کوئی صرف ہاشمی بتائے تو بالخصوص ہند و پاک کے لوگ اس سے زیادہ تر ناآشنا تھے لیکن واقعہ کربلا ہر کوئی جانتا

ہے۔ حتیٰ کہ ہندو، عیسائی، اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اس کو جانتے ہیں۔ تو بطور ریفرنس اس نام نامی کو استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے فوراً آشنائی ہو جاتی ہے۔

جیسے ہمارے معاشرے میں عام طور پر جوائنٹ فیملی میں تایا جان کو بھی بڑے ابو ہی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ تایا جان زیادہ جانی پہچانی شخصیت ہوتی ہے اس لئے چھوٹے بھائیوں کے بچے بھی تایا جان کو اپنے ابو ہی بتاتے ہیں۔ لیکن ابو تو اور ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نام محمد واضح لکھا گیا تا کہ ابہام نہ رہے۔

چونکہ جناب سیدنا مسلم بن عقیل کی تمام اولاد کربلا یا اس کے ضمن میں شہید ہو گئی تھی اور واقعہ کربلا پیش آ گیا تو اس میں بنو عقیل نے بھی دوسرے بنو ابی طالب کی طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سوائے سیدنا محمدؒ کے باقی مردوں میں کوئی نہ بچا بلکل اسی طرح جیسے سیدنا زین العابدین علی بن حسین صرف اکلوتے باقی بچے لہذا ساری اولاد عقیل سیدنا محمدؒ سے ہی چلی۔ اور عرفاً مسلم بن عقیل کا نام حوالہ بن گیا۔

قرآن کریم میں بھی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام اذر لکھا ہے حالانکہ ان کے والد کا نام تارخ تھا۔ کیونکہ عربی میں اب چچا، تایا اور دادا وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا آیا ہے۔ اس کی وضاحت اگر کوئی چاہے تو کسی عالم سے پوچھ لے ورنہ میں تحریر کر دوں گا اگر اللہ کریم نے توفیق دی۔

بی بی پاکدامنؒ لاہور

یہ مزار لاہور کے گڑھی شاہو کے علاقے میں واقع ہے، جسے رقیہ بنت علی کا مزار کہا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق، کربلا کے واقعے کے بعد اہل بیت کی کچھ خواتین (جن کی تعداد چھ بتائی جاتی ہے) نے تبلیغ اسلام کے لیے اس علاقے کا رخ کیا تھا۔

بی بی پاکدامنؒ کی تاریخ عقیدت اور روایات میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ عام طور پر مانا جاتا ہے کہ اس مزار کی مرکزی ہستی حضرت رقیہ بنت علیؑ ہیں، جو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کی صاحبزادی ہیں۔

ان کے یہاں آنے کی داستان کربلا کے المناک واقعے سے جڑی ہے:

بی بی پاکدامن کون تھیں؟

روایات کے مطابق، اس مزار میں چھ خواتین مدفون ہیں جنہیں "بیبیاں" کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے نمایاں شخصیت بی بی رقیہؑ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت عباس علمدارؑ کی سگی بہن تھیں۔ آپ کے ساتھ دیگر پانچ خواتین بھی تھیں جو اہل بیت کے خاندان یا ان کی قریبی معتبر خواتین میں سے تھیں۔

وہ لاہور کیسے آئیں؟ (تاریخی روایت)

بی بی پاکدامن کے لاہور آنے کے حوالے سے مشہور ترین روایت درج ذیل ہے:

کربلا کے بعد کا سفر: واقعہ کربلا (61 ہجری) کے بعد جب اہل بیت کے قافلے کو شام لے جایا گیا اور پھر وہاں سے رہائی ملی، تو بی بی رقیہؑ نے دینِ اسلام کی تبلیغ اور اپنے خاندان پر ہونے والے مظالم کی داستان سنانے کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر اختیار کیا۔

ہندوستان کی طرف ہجرت

کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ کے حکمرانوں کے ظلم و ستم سے بچنے اور اسلام کا پیغام پھیلانے کے لیے آپ نے چند دیگر خواتین کے ساتھ سندھ کے راستے موجودہ پنجاب (لاہور) کا رخ کیا۔

لاہور میں قیام

اس وقت لاہور ایک ہندو ریاست کا حصہ تھا اور یہاں راجہ جے پال (یا اس دور کے کسی مقامی ہندو راجہ) کی حکومت بتائی جاتی ہے۔ آپ نے شہر کے باہر ایک ویران جگہ (موجودہ گڑھی شاہو) پر قیام کیا اور خاموشی سے عبادت اور تبلیغ میں مصروف ہو گئیں۔

ایک مشہور کرامت اور "پاکدامن" نام کی وجہ

مقامی روایتوں میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے جس کی وجہ سے انہیں "پاکدامن" کہا جاتا ہے:

کہا جاتا ہے کہ جب مقامی راجہ کو ان خواتین کی موجودگی کا علم ہوا، تو اس نے انہیں دربار میں بلانا چاہا یا (بعض روایات کے مطابق) ان کی پاکیزگی پر حرف آنے کا خدشہ پیدا ہوا۔ اس موقع پر بی بی رقیہؑ نے اللہ سے دعا کی کہ ان کی پردہ پوشی فرمائے۔ روایت ہے کہ زمین پھٹ گئی اور یہ تمام خواتین زندہ زمین میں سما گئیں تاکہ ان کی حرمت برقرار رہے۔

اسی مناسبت سے انہیں "بی بی پاکدامن" (پاک دامن والی بیبیاں) کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

تاریخی حیثیت

اگرچہ مستند تاریخ کی کتابوں میں اس سفر کے حوالے سے بہت کم تفصیلات ملتی ہیں، لیکن:

حضرت داتا گنج بخشؒ (مؤلف کشف المحجوب) نے بھی اپنے دور میں اس مزار پر حاضری دی اور اس مقام کی روحانیت کی تصدیق کی۔

لاہور کے قدیم نقشوں اور مغل دور کی دستاویزات میں اس مقام کو ایک مقدس زیارت گاہ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ حضرت رقیہ بنت علیؑ (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی تھیں) کا نکاح حضرت مسلم بن عقیلؑ سے ہوا تھا۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ، حضرت علیؑ کے بھتیجے (حضرت عقیلؑ کے بیٹے) تھے اور کربلا کے واقعے سے کچھ عرصہ قبل امام حسینؑ کے سفیر کے طور پر کوفہ گئے تھے جہاں وہ شہید ہوئے۔

اس نکاح اور ان کی اولاد کے بارے میں درج ذیل تفصیلات اہم ہیں:

1. حضرت مسلم بن عقیلؑ سے نکاح

اکثر مورخین (جیسے ابنِ سعد اور دیگر نسب دان) اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی حضرت رقیہؑ، حضرت مسلمؑ کی زوجہ تھیں۔

2. اولاد

روایات کے مطابق، اس ازدواج سے حضرت مسلم بن عقیلؑ کے بچے پیدا ہوئے، جن میں سے کچھ کربلا کے واقعے میں یا اس کے بعد کوفہ میں شہید ہوئے۔ مشہور روایات کے مطابق ان کے بیٹوں کے نام یہ تھے:

عبداللہ بن مسلم

محمد بن مسلم

(بعض روایات میں "طفلانِ مسلم" یعنی محمد اور ابراہیم کا ذکر بھی ملتا ہے، جن کی شہادت کی داستان بہت مشہور ہے)۔

3 .لاہور والی بی بی پاکدامن اور یہ نسب

یہاں ایک علمی نکتہ سمجھنا ضروری ہے: لاہور میں مدفون بی بی پاکدامن کو روایتی طور پر رقیہ بنت علیؑ کہا جاتا ہے۔ تاہم، تاریخی طور پر یہ بحث موجود ہے کہ آیا یہ وہی رقیہؑ ہیں جو حضرت مسلمؑ کی زوجہ تھیں یا کوئی اور صاحبزادی۔

تاریخی کتب کے مطابق، حضرت مسلمؑ کی زوجہ بی بی رقیہؑ کا انتقال مدینہ یا شام کے سفر کے دوران ہوا تھا۔

لاہور کی روایت کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ بی بی رقیہؑ کربلا کے بعد زندہ بچ جانے والی خواتین میں شامل تھیں اور انہوں نے پردہ پوشی اور تبلیغ کے لیے ہندوستان (لاہور) کا سفر کیا۔

4 .ایک اور روایت

بعض کتابوں میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت علیؑ کی ایک اور صاحبزادی جن کا نام بھی رقیہ تھا یا وہ کسی اور زوجہ سے تھیں۔

لاہور میں مدفون بی بی پاکدامن کی حقیقت کے بارے میں تین بڑے نظریات سامنے آتے ہیں

1 . روایتی اور عوامی عقیدہ

لاہور کی مقامی روایت اور یہاں کے مجاوروں (جیسے جواہر شیخ کا خاندان) کا ماننا ہے کہ یہ حضرت رقیہ بنت علیؑ ہی ہیں جو حضرت مسلم بن عقیلؑ کی زوجہ تھیں۔ ان کے مطابق: کربلا کے واقعے اور شام کے قید خانے سے رہائی کے بعد، آپ نے مدینہ واپس جانے کے بجائے تبلیغِ اسلام کے لیے رخ کیا اور سفر کرتے ہوئے لاہور پہنچیں۔ ان کے ساتھ آنے والی دیگر پانچ خواتین بھی اہل بیت کے خاندان یا ان کی قریبی خادمائیں تھیں۔

2 . تاریخی محققین کی رائے

کئی بڑے مورخین اور علمائے انساب (شجرہ نسب کے ماہرین) کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی حضرت رقیہؑ کا مزار یا تو مدینہ (جنت البقیع) میں ہے یا پھر مصر (قاہرہ) میں۔ ان محققین کے نزدیک لاہور میں مدفون خاتون یا تو حضرت علیؑ کی کوئی ایسی صاحبزادی ہیں جن کا ذکر تاریخ کی معروف کتب میں کم ملتا ہے۔

یا پھر یہ اہل بیت کے خاندان سے تعلق رکھنے والی کوئی دوسری ہستی ہیں جن کا نام رقیہ تھا، کیونکہ اس دور میں اہل بیت کے گھرانوں میں "رقیہ" نام بہت عام تھا۔

3" . رقیہ بنت اسحاق" کا نظریہ

کچھ قدیم تذکروں میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ بی بی رقیہ بنت اسحاق بن جعفر صادقؒ ہو سکتی ہیں۔ یعنی یہ حضرت علیؑ کی براہِ راست بیٹی نہیں بلکہ ان کی اولاد میں سے (پوتی یا پرپوتی) ہو سکتی ہیں۔ اس صورت میں ان

کے "بنت علی" کہلانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ سیدہ تھیں اور اپنی نسبت جدِ امجد (حضرت علیؓ) سے کرتی تھیں۔

یہ بیبیاں یہاں کیوں مشہور ہوئیں؟

قطع نظر اس سے کہ ان کا عین نسبی تعلق کیا تھا، اس مقام کی اہمیت کی چند بڑی وجوہات ہیں:

داتا گنج بخشؒ کی گواہی: لاہور کے سب سے بڑے بزرگ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب میں ان ہستیوں کی ولایت اور ان کے مقامِ تدفین کا احترام کیا ہے۔

قدامت: یہ لاہور کا قدیم ترین اسلامی مقام مانا جاتا ہے، جو شہاب الدین غوری اور محمود غزنوی کے حملوں سے بھی سینکڑوں سال پہلے کا ہے۔

پاکیزگی کا مقام: صدیوں سے اس مقام کو مستورات (خواتین) کی حرمت اور پاکیزگی کی علامت سمجھا جاتا ہے، اسی لیے انہیں "پاکدامن" کہا گیا۔

محققین کا ایک طبقہ اور تاریخی شواہد (جیسے تحقیقاتِ چشتی اور دیگر پرانی کتب) یہ بتاتے ہیں کہ

بی بی پاکدامن دراصل شیخ محمد توختہ ترمذی کی صاحبزادی تھیں

اس نظریے کی تفصیل کچھ یوں ہے:

شیخ محمد توختہ کا پورا نام سید ابو عبد اللہ محمد توختہ ترمذی تھا۔ وہ ایک جلیل القدر بزرگ اور سید تھے، جن کا تعلق ترمذ (موجودہ ازبکستان) سے تھا۔ وہ سلطان محمود غزنوی کے دور سے بھی پہلے لاہور تشریف لائے تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ مانے جاتے تھے۔

بی بی پاکدامن سے رشتہ

تاریخی تحقیق کے مطابق، مزارِ پاکدامن میں مدفون مرکزی خاتون جنہیں ہم بی بی رقیہ کہتے ہیں، وہ شیخ محمد توختہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس نظریے کے حق میں درج ذیل دلائل دیے جاتے ہیں:

نام کی مماثلت: شیخ محمد توختہ کی صاحبزادی کا نام بھی رقیہ تھا۔

خاندانِ سادات

چونکہ شیخ محمد توختہ خود سید تھے، اس لیے ان کی صاحبزادی "رقیہ بنت علی" (حضرت علیؑ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے) کہلائیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے انہیں براہِ راست حضرت علیؑ کی صاحبزادی سمجھ لیا۔

تاریخی تسلسل

شیخ محمد توختہ کا مزار بھی لاہور (ٹکسالی گیٹ کے قریب) میں موجود ہے۔ ان کا زمانہ چوتھی صدی ہجری بنتا ہے، جو لاہور میں اسلام کی آمد کا ابتدائی دور تھا۔

"پاکدامن" کہلانے کی وجہ (اس تناظر میں)

روایت ہے کہ جب شیخ محمد توختہ کی صاحبزادیوں اور اہل خانہ پر اس وقت کے مقامی غیر مسلم راجاؤں نے سختی کی یا ان کی حرمت کو خطرہ ہوا، تو انہوں نے دعا مانگی اور زمین پھٹ گئی جس میں وہ سما گئیں۔ اسی واقعے کی وجہ سے وہ "بی بی پاکدامن" کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

حضرت بی بی پاکدامنؒ (حضرت سیدہ رقیہ بنت علیؑ) کی لاہور آمد کے حوالے سے تاریخ دانوں اور تذکرہ نگاروں کے ہاں مختلف روایات ملتی ہیں۔ مستند ذرائع اور تاریخی کتب کی روشنی میں دو بڑے مکتبہ فکر اور ان کے حوالے درج ذیل ہیں:

1۔ مشہور روایت: سانحہ کربلا کے بعد (61 ہجری)

اکثر تذکرہ نگاروں اور مقامی روایات کے مطابق، حضرت سیدہ رقیہ بنت علیؑ اپنے خاندان کی دیگر پانچ خواتین (جن میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی ہمشیرہ اور صاحبزادیاں بھی شامل تھیں) کے ساتھ سانحہ کربلا کے فوراً بعد لاہور تشریف لائیں۔

وقتِ آمد: تقریباً 680ء سے 681ء (بمطابق 61-62 ہجری)۔

حوالہ جات:

تحقیقاتِ چشتی (مولوی نور احمد چشتی): اس کتاب میں ذکر ہے کہ یہ پاک بیبیاں سانحہ کربلا کے بعد تبلیغِ دین کے لیے ہند (لاہور) تشریف لائیں۔

خزینۃ الاصفیاء (مفتی غلام سرور لاہوری): اس میں بھی ان مبارک ہستیوں کا ذکر ملتا ہے کہ یہ اہل بیت کی وہ مقدس خواتین ہیں جنہوں نے لاہور میں اسلام کی پہلی شمع روشن کی۔

تاریخِ لاہور (سید محمد لطیف): مشہور مورخ سید محمد لطیف نے بھی اس روایت کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ خواتین کربلا کے مظالم کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مکران اور پھر سندھ کے راستے لاہور پہنچیں۔

2۔ دوسری روایت: 12ویں صدی عیسوی

کچھ مورخین (جیسے کہ کنہیالال ہندی) کا خیال ہے کہ یہ بیبیاں سید محمد توختہ ترمذیؒ (جو 12ویں صدی میں آئے تھے) کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ تاہم، عوامی عقیدت اور قدیم صوفیانہ روایات پہلی روایت (رقیہ بنت علیؑ) کو زیادہ ترجیح دیتی ہیں۔

تاریخی اہمیت کے چند اہم نکات:

قدیم ترین مزار: بی بی پاکدامنؒ کا مزار لاہور کا قدیم ترین اسلامی مرکز مانا جاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کی حاضری: کہا جاتا ہے کہ جب حضرت علی ہجویریؒ (داتا صاحب) لاہور تشریف لائے، تو انہوں نے بھی اس مزار پر حاضری دی اور اعتکاف کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مزار 11ویں صدی سے بھی پہلے موجود تھا۔

تبلیغی اثر: روایات کے مطابق، اس وقت کے لاہور کے ہندو راجہ کا بیٹا بکرماساہی ان خواتین کی سیرت اور تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ مستند ترین صوفیانہ روایات کے مطابق آپ کی آمد کا وقت 61ہجری (ساتویں صدی عیسوی) ہے، جو سانحہ کربلا کے بعد کا عرصہ بنتا ہے۔

حضرت بی بی پاکدامنؒ سے منسوب روایات میں راجہ بکرماساہی (یا شہزادہ بکرماساہی) کا تذکرہ اس وقت کے مقامی حکمران یا شہزادے کے طور پر ملتا ہے۔ تاریخی حوالے سے ان کے لاہور میں ہونے کا وقت درج ذیل ہے:

وقت اور عہد: روایات کے مطابق، بکرماساہی ساتویں صدی عیسوی (تقریباً 61ہجری / 680-681ء) میں لاہور میں موجود تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت سیدہ رقیہ بنت علیؑ (بی بی پاکدامن) سانحہ کربلا کے بعد لاہور تشریف لائیں۔

تاریخی حیثیت: بکرماساہی اس وقت کے مقامی ہندو راجہ کا بیٹا تھا۔ مستند صوفیانہ تذکروں (جیسے پنجاب اوقاف کی دستاویزات) کے مطابق، جب مقامی راجہ نے ان خواتین کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو شہزادہ بکرماساہی ان کی روحانیت اور تبلیغ سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اپنا نام عبد اللہ رکھا۔

لاہور کی قدامت: یہ وہ دور تھا جب لاہور ایک مقامی ریاست کی حیثیت رکھتا تھا۔ مورخین کے مطابق اس دور میں لاہور پر مختلف ہندو شاہی خاندانوں کی حکمرانی رہی ہے، اور بکرماساہی کا تذکرہ اسی قدیم دور کے حکمران طبقے سے جوڑا جاتا ہے۔

اس روایت کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ (جو 11ویں صدی میں آئے) نے اپنی زندگی میں اس مزار پر حاضری دی تھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقام اور اس سے جڑی شخصیات (بشمول بکرماساہی کا واقعہ) داتا صاحب کے دور سے بھی کئی صدیاں پہلے کے ہیں۔ لہٰذا یہ سادات اولین ہی ہیں۔

مزار کی تعمیر اور غیبی امداد

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان بیبیوں کے زمین میں سما جانے کے بعد وہاں ایک بلند ٹیلہ بن گیا تھا۔ صدیوں بعد جب مسلمانوں کی حکومت آئی اور صوفیاء نے اس جگہ کی نشاندہی کی تو یہاں مزار تعمیر کیا گیا۔ مزار کے احاطے میں ایک بہت پرانا پیلو کا درخت موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انہی بیبیوں کے دور سے وہاں موجود ہے۔

4۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی عقیدت

لاہور کی صوفیانہ تاریخ میں یہ روایت بہت معتبر ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ ہر جمعرات کو اس مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

آپؒ نے فرمایا تھا کہ "میں نے لاہور میں ایک ایسی جگہ دیکھی ہے جہاں دعا فوراً قبول ہوتی ہے" (اشارہ بی بی پاکدامن کی طرف تھا)۔ داتا صاحبؒ کی اس مزار پر حاضری اس بات کی سب سے بڑی تاریخی دلیل مانی جاتی ہے کہ یہ بیبیاں ان سے کئی صدیاں پہلے لاہور تشریف لا چکی تھیں۔

5۔ شہزادہ عبد اللہ (بکرماساہی) کی خدمت

راجہ کا بیٹا جو مسلمان ہوا تھا، اس کے بارے میں روایت ہے کہ اس نے اپنی بقیہ زندگی ان بیبیوں کے آستانے کی پہرے داری اور خدمت میں گزاری۔ ان کی قبر بھی مزار کے بیرونی احاطے میں موجود بتائی جاتی ہے۔ مولوی نور احمد چشتی اور دیگر) کے مطابق، مزارِ اقدس میں مدفون ان چھ پاک بیبیوں کے اسماءِ مبارکہ اور مختصر تعارف درج ذیل ہے:

حضرت سیدہ رقیہ بنتِ علیؓ: آپ اس قافلے کی سربراہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی ہیں۔ آپ ہی کی نسبت سے اس مقام کو بی بی پاکدامنؓ کہا جاتا ہے۔

حضرت بی بی شہر بانوؒ: روایات کے مطابق آپ حضرت سیدہ رقیہؓ کی قریبی عزیزہ تھیں۔

حضرت بی بی زینبؒ: آپ کا شمار بھی ان چھ مقدس خواتین میں ہوتا ہے جو اس قافلے کے ساتھ لاہور تشریف لائیں۔

حضرت بی بی ام ہانیؒ: آپ کے بارے میں بھی روایات ہیں کہ آپ اہل بیت کے اس قافلے کا حصہ تھیں۔

حضرت بی بی فاطمہؒ: یہ بھی ان پاک بیبیوں میں شامل ہیں جنہوں نے یہاں قیام فرمایا۔

حضرت بی بی خدیجہؒ: یہ چھٹی خاتون ہیں جو زمین کے شق ہونے والے واقعے میں دیگر بیبیوں کے ساتھ تھیں۔

مزار سے متعلق چند مزید اہم معلومات:

درخت کی روایت: مزار کے احاطے میں موجود قدیم درخت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ان بیبیوں کے اونٹوں کے باندھنے والی لکڑی (مہار) سے اگا تھا۔

پردے کا اہتمام: آج بھی اس مزار پر خواتین کی بڑی تعداد حاضری دیتی ہے اور اسے پردہ پوشی اور عصمت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

دعا کی قبولیت: قدیم زمانے سے ہی لاہور کے لوگ اور بڑے بڑے اولیاء اللہ اس جگہ کو دعا کی قبولیت کے لیے خاص مانتے آئے ہیں۔ مولوی نور احمد چشتی کی "تحقیقاتِ چشتی" اور دیگر تذکرہ نگاروں کے مطابق، حضرت سیدہ رقیہ بنت علیؓ (بی بی پاکدامن) کے ساتھ مدینہ منورہ سے لاہور آنے والے قافلے میں درج ذیل شخصیات شامل تھیں:

1۔ اہل بیت کی خواتین (پانچ دیگر بیبیاں)

آپ کے ساتھ خاندانِ نبوت اور ان کے قریبی حلقے سے تعلق رکھنے والی پانچ دیگر خواتین تھیں، جو مزار کے اندر آپ کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔ ان کے نام یہ بتائے جاتے ہیں:

بی بی شہر بانو

بی بی زینب

بی بی امِ ہانی

بی بی فاطمہ

بی بی خدیجہ

کچھ روایات کے مطابق ان میں حضرت مسلم بن عقیلؓ کی ہمشیرہ اور صاحبزادیاں بھی شامل تھیں۔

2۔ مرد حضرات اور محافظ

خواتین کی حفاظت اور قافلے کی رہنمائی کے لیے کچھ مرد حضرات بھی ساتھ آئے تھے جن کے نام تاریخ میں یوں ملتے ہیں:

سید ابو القاسم بن اسحاق: یہ قافلے کے سالار اور محافظوں میں شامل تھے۔

سید اسحاق: روایات میں ان کا نام بھی ایک اہم رفیق کے طور پر آتا ہے۔

سید جعفر اور سید عباس: بعض کتب میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے کہ یہ اس مقدس قافلے کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔

3۔ مقامی ساتھی (بعد میں شامل ہونے والے)

شہزادہ عبد اللہ (بکرماساہی): جب یہ قافلہ لاہور پہنچا، تو اس وقت کے ہندو راجہ کا بیٹا بکرماساہی ان ہستیوں کی تبلیغ اور کرامات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور "عبد اللہ" نام رکھا۔ اس نے اپنی زندگی ان بیبیوں کی خدمت اور پہرے داری کے لیے وقف کر دی تھی۔

خلاصہ: یہ ایک مختصر مگر انتہائی باوقار قافلہ تھا جس میں چھ مقدس خواتین اور ان کے چند جاں نثار محافظ شامل تھے۔ یہ قافلہ سانحہ کربلا کے بعد مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا تبلیغِ دین کی غرض سے لاہور پہنچا تھا۔

مختلف ادوار میں اس مزار کی تعمیر و توسیع میں جن اہم شخصیات اور بادشاہوں نے حصہ لیا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

.1 سلطان قطب الدین ایبک (خاندانِ غلاماں)

روایات کے مطابق، لاہور کے پہلے مسلمان حکمران قطب الدین ایبک نے اس مقام کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے یہاں ابتدائی طور پر پختہ تعمیرات کروائیں اور زائرین کے لیے سہولیات فراہم کیں۔

2. مغل دور (جلال الدین اکبر سے شاہجہاں تک)

مغلوں کے دور میں اس درگاہ کو سب سے زیادہ عروج ملا:

شہنشاہ اکبر: اکبر کے دور میں لاہور دارالحکومت رہا۔ اس نے مزار کے گرد پختہ دیواریں اور ایک بڑی مسجد تعمیر کروائی۔

شاہجہاں: مغل دور کی دستاویزات بتاتی ہیں کہ شاہجہاں کے دور میں مزار کی تزئین و آرائش کی گئی اور مجاوروں (جواہر شیخ کے خاندان) کو باقاعدہ جاگیریں عطا کی گئیں تاکہ مزار کا لنگر جاری رہ سکے۔

3. مہاراجہ رنجیت سنگھ (سکھ دور)

حیرت انگیز طور پر، سکھ دور میں بھی اس مزار کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اہلیہ مہارانی موران اس درگاہ کی بہت معتقد تھی۔ اس نے مزار کے صحن کی تعمیر اور مرمت کے لیے بھاری رقم وقف کی تھی۔

رنجیت سنگھ نے خود اس مزار کے نام کئی ایکڑ زمین الاٹ کی تھی، جس کا ریکارڈ برطانوی گزٹ میں بھی موجود ہے۔

مزار کی موجودہ شکل (2024-2025)

حالیہ برسوں میں حکومتِ پنجاب نے مزار کو مکمل طور پر ایک جدید اور وسیع اسلامی طرزِ تعمیر میں ڈھال دیا ہے۔ اب یہاں ایک بہت بڑا گنبد اور سفید سنگِ مرمر کا صحن بنایا گیا ہے۔

پرانی تنگ گلیوں کو ختم کر کے ایک کشادہ داخلی راستہ بنایا گیا ہے تا کہ لاکھوں زائرین آسانی سے آسکیں۔

یہاں چونکہ مسلم بن عقیلؓ ایک ریفرنس ہیں لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کا تذکرہ بھی بیان ہو جائے

مسلم بن عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلبؓ

یوں تو تاریخ اسلام شھدا کی جرات و بہادری, اور وفا شعاری سے معمور ھے. مگر شہادت سے قبل, تنھائی, بے بسی, بھوک, پیاس, پردیس, اپنایت اور محبت کا دم بھرنوں والوں کی انتھائی درجے کی بے وفائ, نام نہاد "اپنوں" کی سفاکی, جبر و تشدد کا سامنا کرنا پڑا. اس شہید اسلام کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیلؓ ہے.

آپکی بے بسی اور تنھائی کے بارے ہی شائد کہا گیا ھے.

خواب کی طرح بکھر جانے کو جی چاہتا ھے

ایسی تنھائی کہ مر جانے کو جی چاہتا ھے.

مجبور و لاچار, بے بس, بے کس مگر وفا شعار حسینی مجاھدین میں سر فہرست نام نامی اسم گرامی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے, حضرت سیدنا امام حسین کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کا نام

ھے. کربلاء بنی ہاشم کے شہزادوں کی قربانیوں کا نام ھے. میدان کربلاء میں آل ابو طالب کے ایک سے بڑھ کر ایک جوان اپنے مبارک ہاشمی خون سے چمنستان اسلام کی آبیاری کرتے دکھائی دیتے ہیں

لیکن اس حسینی تحریک اور کربلاء کی تاریخ کے شہید اول ہونے کا جنھیں اعزاز حاصل ھے. وہ مبارک شخصیت حضرت مسلم بن عقیل کی ہے

آپکی والدہ محترمہ کا اسم گرامی علیہ خاتون تھا. آپ کے پانچ بیٹے محمد، ابراہیم، عبد اللہ، مسلم، محمد الاصغر اور ایک بیٹی تھی. بعض نے ایک اور بیٹے علی کا بھی ذکر کیا ہے یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ اللہ تعالی نے آپکو کمال درجے کی وجاہت اور خوبصورت شکل وصورت سے نواز رکھا تھا

آپ کی ولادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں. معروف قول کے مطابق آپکی ولادت مدینہ منورہ میں 17 رمضان المبارک میں ھوئی اور شہادت بے وفاؤں کے شہر کوفہ میں 9 ذوالحجۃ 60ھ میں ھوئی۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل ابن ابو طالب کے بیٹے تھے یعنی حضرت امام حسین ابن علی کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کا لقب سفیر حسین اور غریبِ کوفہ (کوفہ کے مسافر) تھا۔ انھیں کربلا کے سفیر اول بھی کہا جاتا ھے. واقعہ کربلا سے کچھ عرصہ پہلے جب کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام عالی مقام جناب حسین پاکؑ کو خطوط بھیج کر کوفہ آنے دعوت دی کہ کوفہ تشریف لاکر ہماری دینی رہنمائی فرمائیں. اوراس امر کا اظہار کیا کہ ریاست اور مسلمانوں کو آپکی امارت کی اشد ضرورت ھے. اہل کوفہ کے امام حسین علیہ السلام کے نام ان خطوط کی تعداد ہزاروں میں تھی. اس صورت حال کے پیش نظر حضرت امام عالیؓ مقام نے اپنے انتھائی معتمد ساتھی اور چچازاد حضرت مسلم ابن عقیل کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کیا۔ وہاں پہنچ کر انہیں صورت حال مناسب لگی اور انہوں نے امام حسینؑ کو خط بھیج دیا کہ کوفہ آنے میں کوئی

قباحت نہیں۔ مگر بعد میں یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا حکمران بنا کر بھیجا جس نے مسلم بن عقیلؓ اور ان کے دو کم سن فرزندوں کو شہید کروا دیا۔

جب امام حسینؓ نے مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ جانے کا حکم دیا تو اس وقت وہ مکہ میں تھے۔ وہاں سے وہ مدینہ گئے جہاں انہوں نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حاضری دی پھر اپنے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم جن کی عمریں سات اور آٹھ سال تھیں، کو لے کر ساٹھ ہجری ماہ شوال کے آغاز میں کوفہ کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ کوفہ میں انہوں نے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر قیام کیا۔ کوفہ والوں نے ان کی بیعت شروع کی ابن عساکر کے مطابق بیعت کرنیوالوں کی تعداد اٹھارہ ہزار اور بعض دیگر روایات کے مطابق بیعت کرنیوالوں کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اس حوصلہ افزاء صورت حال کے پیش نظر حضرت امام مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ دیا کہ کوفہ آنے کے لیے حالات ساز گار ہیں۔ لھذا آپ جلد کوفہ تشریف لائیے. اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔

جب کوفہ میں حضرت امام مسلم بن عقیلؓ کی اس شاندار مقبولیت کی یہ خبر یزید تک پہنچی تو اس نے بصرہ کے گورنر عبید اللہ ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ وہ جلد کوفہ پہنچ کر نعمان بن بشیر کی جگہ کوفہ کی گورنری کا چارج سنبھالے اور مسلم بن عقیلؓ کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجیں۔ ابن زیاد نے کوفہ پہنچ کر گورنری کا چارج سنبھالا تو مسلم بن عقیلؓ مختار ثقفی کے گھر سے صحابیِ رسول ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ ادھر پورے کوفہ میں منادی کروادی گئی کہ مسلم بن عقیلؓ کو پناہ دینے والے کا گھر اور کنبہ برباد کر دیا جائیگا. اسی دوران بصرہ کا ایک سردار شریک بن اھورا سلمی بہت بڑا محب اہلبیت تھا جو کہ صحابی رسول ہانیؓ بن عروہ کے گھر آ کر ٹھہر تا تھے, ابن زیاد شریک کی عیادت اور ملاقات کی غرض سے ہانیؓ کے گھر آتا ہے حضرت مسلم بن عقیلؓ، ابن زیاد کی وجہ سے گھر کے ایک حصے میں چھپ جاتے ہیں. اس دوران آپ کے پاس بہترین موقع تھا کہ آپ ابن زیاد پہ حملہ کر کے اسے قتل کر دیں مگر اپنے میزبان محترم ہانی ر

ضی اللہ عنہ کی عزت اور میزبانی کے حیانے انکو ابن زیاد کا کام تمام کرنے سے روک دیا. ابن زیاد کو جاسوسی کے ذریعے پتہ چلا کہ حضرت مسلمؓ عروہ بن ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر ہیں. ابن زیاد نے فوج کو انہیں پکڑنے کے لیے بھیجا تو حضرت ہانی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت 90 سال تھی، انہوں نے اپنے مہمان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ ہانی بن عروہ کو قید کر لیا گیا۔ اس پر بھی انہوں نے انکار کیا تو انہیں باندھ کر پانچ سو کوڑوں کی سزا دی گئی جس کے دوران جب وہ بے ہوش ہو گئے تو ان کا سر تن سے کاٹ کر لٹکا دیا گیا۔

حضرت ہانیؓ کی گرفتاری کے بعد حضرت مسلمؓ نے کوفہ کی ایک نیک دل خاتون طوعہ کے گھر پناہ لی جہاں طوعہ کے ایک شرابی بیٹے نے مخبری کر کے آپکو گرفتار کروادیا

جب حضرت مسلمؓ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے انہیں سزا دی کہ انھیں رسیوں سے باندھ کر کوفہ کے دار الامارۃ کی چھت سے گرا دیا جائے۔ مسلم بن عقیلؓ نے شہادت سے پہلے چند وصیتیں کیں. جن میں سے ایک ایسی اھم وصیت تھی جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ھے کہ امام عالی مقام کے اس معتمد اور تحریک حسینی کے مجاھد کا کردار کتنا روشن اور اخلاق کتنا اعلی تھا. آپ نے وصیت میں فرمایا میری شہادت کے بعد میری یہ زرہ اور تلوار فروخت کر کے کوفہ میں فلاں فلاں شخص سے میں نے کھانے پینے کی کچھ خدمات لی تھی. اسکا قرض اتار دینا. وصیت کے بعد ان رسیوں سے باندھ کر انکو چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔ یہ واقعہ۔ شہادت کے بعد آپ کا سر کاٹ دیا گیا اور سر مبارک دنیا کے سفاک ترین اور بدنام زمانہ اموی حکمران یزید کو دمشق بھجوا دیا گیا اور آپ کے جسم اطہر کو کوفہ کے قصابوں کے بازار میں دار پر لٹکا دیا گیا تاکہ کوفہ کے لوگ ڈر کے مارے اب بنو ہاشم کی حمایت نہ کریں

آپؓ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کے دونوں کم سن شہزادوں جو قاضی شریح کے گھر چھپے ھوئے تھے. شہید کر دیا گیا. قاضی شریح نے کوشش کی بچوں کو خفیہ طریقے سے مدینہ شریف پہنچا دیا جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ کوفہ شہر میں سنگین ترین اور بے رحم مارشل لاء نافذ تھا جس کی وجہ سے شہر کے تمام

دروازے بند کر کے راستوں پہ پہرہ بٹھا دیا گیا تھا. ان ننھے, منھے ہاشمی شہزادوں کے بھی سر کاٹ لئے گئے تھے. ان میں سے ایک کا اسم گرامی محمد اور دوسرے کا ابراہیم تھا. دنیا اور اقتدار کی حرف ولالچ نے یزید اور ابن زیاد کو ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ان ظالموں نے نہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی عزت کا لحاظ کیا نہ صحابیٔ رسول کے مقام و مرتبے کا. مکہ سے کوفہ آتے ھوئے راستے میں کوفہ سے چند میل کے فاصلے پہ جب سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کو حضرت امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو شدید صدمہ ہوا دکھ اور کرب کی کیفیت میں بار بار فرما رھے تھے. اناللہ وانا الیہ راجعون. اس وقت آپ نے امام مسلم کی شہادت پر ملال محبت بھرا جملہ ارشاد فرمایا. آپ نے نمناک آنکھوں کے ساتھ فرمایا" ان کے بعد زندگی میں لطف نہیں رہا" حضرت امام مسلم کے بیٹوں میں سے دو نے کربلا کے میدان امام عالی مقام کے ساتھ اور سو نے کوفہ میں شہادت پائی. یوں اگر کہا جائے کہ حضرت امام مسلم حسینی تحریک کے وہ جانثار اور وفادار شہید ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ امام عالی مقام پر حسینیت اور اسلام کی سربلندی کے لئے قربان کر دیا آپکی عظمت اور عزیمت کے بارے پڑھ کر کہا جا سکتا ھے.

وزینت سے کردار نکھرتے اور تاریخ میں امر ھو جاتے ہیں. جبکہ رخصت سے بڑے بڑے کردار کتابوں کے قبرستان میں دفن ہو جاتے ہیں.

بقول اقبال علیہ الرحمہ

بندہ حو ضیغم و آہو ست مرگ
یک مقام از صد مقام است مرگ

آپؓ کی ساری نرینہ اولاد اس معرکہ میں اور انساب کے ماہرین اور اس سے متعلقہ تمام کتب کے مطابق اس سے ملحقہ واقعات مین شہید ہو گئی۔ اور آپ کا سلسلہ آگے نہ چل سکا۔

محمدؓ بن عقیل بن ابی طالب

حضرت محمدؒ آپ جناب عقیل بن ابو طالب کے لخت جگر ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام حلیہ تھا۔ یہ ام ولد تھیں۔ تمام نسل عقیلؓ بن ابی طالب آپ سے ہی چلی۔ کیونکہ سیدنا عقیلؓ کے تمام اولاد واقعہ کربلا یا اس سے منسلک واقعات میں شہید ہو گئی۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ واقعہ کربلا میں زیادہ افراد خاندان ابو طالب کے ہی تھے۔ خواہ وہ مولائے کائنات سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ہوں یا حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ ہوں یا حضرت عقیلؓ بن ابی طالب ہوں۔ گویا اسلام کا قلعہ اگر قرار دیا جائے تو وہ یہی افراد اور ان کا کنبہ ہوں گے۔

جناب محمدؓ بن عقیل کی شادی حضرت علیؓ کی صاحب زادی زینب صغریٰ سے ہوئی تھی اسی وجہ سے آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہ کا داماد بھی کہا جاتا ہے۔

طبقات ابن سعد میں آپ کا نام محمد الاصغر لکھا ہے۔ اور امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے۔ کہا ہے کہ آپ واقعۂ کربلا میں شریک تھے لیکن آپ کو کم سنی کی وجہ سے شہید نہیں کیا گیا۔ جیسے حضرت امام زین العابدین کو بیماری کی وجہ سے۔ اسی طرح حضرت قاسم بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کے ایک لخت جگر بھی اسیر ان کربلا میں سے تھے۔ تقریباً یہی باتیں ابن عساکر نے بیان کی ہیں۔ یہاں اہل تشیعہ کی کتب سے بھی معلومات لی گئی جن کا لب لباب بھی تقریباً یہی نکلتا ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ آپ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن امام ذہبی کی بات کو جب ابن عساکر بھی لکھ دیں تو وہ ثقہ بند ہوتی ہے۔

اور بلاذری جو کہ نساب قریش میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے بھی اوپر والا نتیجہ نکالا ہے۔

آپ بہت خوبصورت تھے اور آپ کو شبیہ نبی دو عالم ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔

بلاذری، انساب الاشراف، 2/69 تحقیق سہیل زکار وریاض الزرکلی، ناشر: دار الفکر- بیروت

ذہبی، سیر اعلام النبلاء، 3/303، مؤسسہ الرسالہ

ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، 54/226/6756

مصعب بن عبد اللہ زبیری، نسب قریش 85، دار المعارف، القاہرۃ

آپ سے مروی روایات

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُؤَمَّلِ بْنِ الصَّبَّاحِ وَعَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَبَّانَ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْزِئُ مِنْ الْوُضُوءِ مُدٌّ وَمِنْ الْغُسْلِ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ لَا يُجْزِئُنَا فَقَالَ قَدْ كَانَ يُجْزِئُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَأَكْثَرُ شَعَرًا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 270 حدیث مرفوع مکررات 13 متفق علیہ 5

محمد بن مومل بن صباح وعباد بن ولید، بکر بن یحییٰ بن زبان، حبان بن علی، یزید بن ابی زیاد، عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، حضرت عقیل بن ابی طالب (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع کافی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ہمیں تو اتنا کافی نہیں ہوتا تو فرمایا کہ تم سے بہتر اور افضل اور تم سے زیادہ بالوں والی شخصیت یعنی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو کافی ہو جاتا تھا۔

٦٧٥٦۔أخبرنا أبو القاسم علی بن إبراهيم أنبأنا الأمير أبو المكارم حيدرة بن الحسين بن مفلح أنبأنا الحسين بن عبد الله بن محمد بن أبي كامل الأطرابلسي قدم علينا دمشق أنبأنا خيثمة بن سليمان حدثنا الحسين بن حميد بن الربيع الخزاز بواسط ثنا مخول بن إبراهيم ثنا موسى بن مطير عن عبد الله بن محمد بن عقيل بن أبي طالب عن أبيه عن جده عقيل ابن أبي طالب أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال يا علي أنت مني بمنزلة هارون من موسى غير أنه لا نبي بعدی (ابن عساکر 6756/226/54)

ہمیں ابو القاسم علی بن ابراہیم نے خبر دی، ہمیں امیر ابو المکارم حیدرہ بن الحسین بن مفلح نے خبر دی، ہمیں حسین بن عبد اللہ بن محمد بن ابی کامل العطر ابلسی نے خبر دی، وہ دمشق میں ہمارے پاس آئے، ہمیں خیثمہ بن سلیمان نے خبر دی۔ ہم سے حسین بن حمید بن ربیع الخزاز نے بواسطہ بیان کیا، ہم سے مخول بن ابراہیم نے بیان کیا، ہم سے موسیٰ بن مطیر نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب سے اپنے والد کی سند سے بیان کیا۔ اپنے دادا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

موسى بن مطير عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن أبيه عن جده عقيل بن أبي طالب قال نازعت عليا وجعفر بن أبي طالب في شيء فقلت والله ما أنتما بأحب إلى رسول الله (صلى الله عليه وسلم) مني إن قرابتنا لواحدة وإن أبانا لواحد وإن أمنا لواحدة قال فقال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أما أنت يا جعفر إن خلقك يشبه خلقي

موسیٰ بن مطیر، عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی سند سے، اپنے والد کی سند سے، اپنے دادا عقیل بن ابی طالب کی سند سے، انہوں نے کہا: علی اور جعفر بن ابی طالب میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جعفر جہاں تک تیرا خلق ہے وہ میرے جیسا ہے۔

ص227-كتاب تاريخ دمشق لابن عساكر- محمد بن محمد بن عقيل بن محمد بن عبد المنعم بن هاشم بن ريش أبو عبد الله القرشي-المكتبة الشاملة الحديثة

عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابو طالبؓ

عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب القرشی ابو محمد المدنی۔ آپ چوتھے طبقے کے تابعین میں سے تھے اور صحاح ستہ میں میں آپ کی روایات سنن ابو داوًد، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے دادا محترم عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور آپ کی والدہ محترمہ زینب الصغریٰ سیدنا مولا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کی بیٹی تھیں۔ اس طرح آپ والد اور والدہ دونوں طرف سے طالبی تھے۔

شیوخ و اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں کئی صحابی شامل ہیں مثلاً؛ انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ، وعبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، اور تابعین میں سے سید التابعین سعید بن المسیب، عطا بن یسار، علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، محمد بن علی بن ابی طالب الموروف بابن الحنفیہ رحمہم اللہ، وغیرہ

تلامذہ

آپ سے بشر بن المفضل، حماد بن سلمہ، زائدہ بن قدامہ، زہیر بن معاویہ الجعفی، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، شریک بن عبد اللہ القاضی، ابو اسحاق السبیعی وغیرہ

حدیث پاک میں آپ کی ثقاہت کے مسئلہ میں محدثین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن جمہور محدثین اور جرح وتعدیل کے اصول کے مطابق آپ ثقہ وصدوق ہیں۔ اور آپ کی حدیث کم از کم حسن کے درجے کی ہوتی ہے۔

اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں ہوں آپ کی مرقد پر آمین! حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کی اولاد صرف آپ سے ہی چلی ہے۔

تبرک کے طور پر آپ کی روایات پیش کی جارہی ہیں۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 60 حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات 6 متفق علیہ 0

عثمان بن ابی شیبہ، وکیع، سفیان، ابن عقیل، محمد بن حنفیہ، حضرت علی (رض) سے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينَا فَحَدَّثَتْنَا أَنَّهُ قَالَ اسْكُبِي لِي وَضُوءًا فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ أَبُو دَاوُد وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ

سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 125 حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات 22 متفق علیہ 0

مسدد، بشر بن مفضل، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس تشریف لاتے تھے ربیع نے واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وضو کے لیے پانی لاؤ۔ ربیع نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین مرتبہ ہاتھ پہنچے تک اور تین مرتبہ منہ دھویا اور ایک مرتبہ کلی کی اور ایک مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ دونوں ہاتھ دھوئے اور دوبار سر کا مسح کیا اس طرح کہ پہلے پیچھے سے شروع کیا اور پھر آگے سے پھر دونوں کانوں کا مسح کیا اندر اور باہر اور تین مرتبہ دونوں پاؤں دھوئے ابوداؤد (رح) کہ مسدد کی روایت کے معنی یعنی مضمون و مطلب یہی ہے غالباً مسدد کے بیان کردہ الفاظ یاد نہیں رہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ لِمُنْصَبِّ الشَّعْرِ لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 127 حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات 22 متفق علیہ 0

قتیبہ بن سعید، یزید بن خالد، لیث ابن عجلان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے سامنے وضو کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پورے سر کا مسح کیا اس طرح کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر کا مسح اوپر سے شروع کرتے اور بالوں کی روش پر سر کے ہر حصہ تک ہاتھ لے جاتے لیکن بالوں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ دیتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

سنن ابو داؤد: جلد اول: حدیث نمبر 128 حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات 22 متفق علیہ 0

قتیبہ بن سعید، بکر ابن مضر، ابن عجلان، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء (رض) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے ان کا بیان ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسح کیا سر پر آگے اور پیچھے اور کنپٹیوں پر اور کانوں پر ایک مرتبہ۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي جُحْرَيْ أُذُنَيْهِ

سنن ابو داؤد: جلد اول: حدیث نمبر 130 حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات 22 متفق علیہ 0

ابراہیم بن سعید، وکیع، حسن بن صالح، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء (رض) سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وضو کیا اور اپنی انگلیوں کو کان کے سوراخ میں ڈالا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَذَا لَفْظُ إِسْنَادِهِ وَكِلَاهُمَا عَنْ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَهُوَ عَاهِرٌ

سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 313 حدیث مرفوع مکررات 7 متفق علیہ 0

احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن عقیل، حضرت جابر (رض) سے روایت ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنْ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ فَجَائَتْ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ وَقَدْ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ يُوصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الْآيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا لِي الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَلَكَ قَالَ أَبُو دَاوُد أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ

سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1125 حدیث مرفوع مکررات 4 متفق علیہ 0

مسدد، بشر بن مفضل، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حضرت جابر بن عبداللہ (رض) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ سفر میں نکلے یہاں تک کہ ہم اسواف (حرم مدینہ) میں ایک انصاری عورت کے پاس پہنچے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنی دو بیٹیوں کو لے کر آئی تھی۔ بولی یارسول اللہ! یہ دونوں ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے ساتھ جنگ احد میں (شریک تھے اور) شہید ہوئے۔ اب ان کے چچا نے ان کا سارا مال اور سارا ترکہ چھین لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اب آپ ہی ان کے بارے میں کچھ فرمایئے کیونکہ بخدا جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان سے کوئی

نکاح کرنا پسند نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اس بارے میں اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا۔ پھر سورت نساء کی یہ آیت (يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ)4۔ النساء:11) نازل ہوئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس عورت کو اور اس کے شوہر کے بھائی کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان لڑکیوں کے چچا سے فرمایا ان لڑکیوں کو دو تہائی مال دے اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے۔ اس کے بعد جو باقی بچے وہ تیرا ہے ابو داؤد فرماتے ہیں اس حدیث میں بشر سے غلطی ہوئی (جو یہ کہا کہ یہ دونوں ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں جو احد کے دن شہید ہوئے) صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں سعد بن تبیع کی تھیں۔ اور ثابت بن قیس جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ هُوَ صَدُوقٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ قَالَ أَبُو عِيسَى و سَمِعْت مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَعِيلَ يَقُولُ كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَالْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ

جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 3 حدیث مرفوع مکررات 22 متفق علیہ 7

قتیبہ، ہناد، محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، محمد بن بشار، عبدالرحمن، سفیان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، محمد بن حنفیہ، علی سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نماز کی کنجی طہارت ہے اس کی تحریم تکبیر اور اس کی تحلیل سلام ہے ابو عیسیٰ ترمذی (رح) فرماتے ہیں یہ حدیث اس باب میں صحیح اور احسن ہے

عبد اللہ بن محمد بن عقیل سچے ہیں بعض محدثین نے ان کے حافظے پر اعتراض کیا ہے اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم اور حمیدی عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی روایت سے حجت پکڑتے تھے محمد بن اسماعیل نے ان کو مقارب الحدیث کہا ہے اور اس باب میں حضرت جابر اور ابو سعید (رض) سے بھی روایات منقول ہیں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ الْأَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي رَافِعٍ وَأُمِّ الْحَكَمِ وَعَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ وَأُمِّ عَامِرٍ وَسُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَأُمِّ سَلَمَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى وَلَا يَصِحُّ حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ فِي هَذَا الْبَابِ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ إِنَّمَا رَوَاهُ حُسَامُ بْنُ مِصَكٍّ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيحُ إِنَّمَا هُوَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا رَوَاهُ الْحُفَّاظُ وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَعِكْرِمَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَهَذَا أَصَحُّ قَالَ أَبُو عِيسَى وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَقَ رَأَوْا تَرْكَ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتْ النَّارُ وَهَذَا آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَأَنَّ ھَذَا الْحَدِیثَ نَاسِخٌ لِلْحَدِیثِ الْأَوَّلِ حَدِیثِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتْ النَّارُ

جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 78 حدیث مرفوع مکررات 8 متفق علیہ 1

ابن ابی عمر، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، جابر (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے باہر نکلے اور میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھا پھر ایک انصاری عورت کے گھر داخل ہوئے اس عورت نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ایک بکری ذبح کی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کھانا کھایا پھر وہ کھجوروں کا ایک تھال لے آئی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے بھی کھجوریں کھائیں پھر وضو کیا ظہر کی نماز ادا کی پھر واپس آئے تو وہ عورت اسی بکری کا کچھ بچا ہوا گوشت لائی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کھایا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عصر کی نماز ادا کی وضو نہیں کیا اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق سے بھی روایت ہے لیکن ان کی حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حسام بن مصک نے ابن سیرین سے انھوں نے ابن عباس (رض) سے انھوں نے ابوبکر صدیق سے انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کیا ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ ابن عباس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نقل کرتے ہیں حفاظ حدیث نے اسی طرح روایت کی ہے اور یہ روایت ابن سیرین سے کئی طرح سے مروی ہے وہ ابن عباس (رض) سے اور وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نقل کرتے ہیں عطاء بن یسار عکرمہ محمد بن عمرو بن عطار علی بن عبداللہ بن عباس اور کئی حضرات ابن عباس (رض) سے اور وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ حدیث نقل کرتے ہوئے اس میں ابوبکر کا ذکر نہیں کرتے اور یہی زیادہ صحیح ہے اس باب میں حضرت ابوہریرہ ابن مسعود ابورافع ام حکم عمرو بن امیہ ام عامر سوید بن نعمان اور ام سلمہ (رض) سے بھی روایات منقول ہیں امام ابوعیسیٰ کہتے ہیں صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے جیسا کہ سفیان ابن مبارک شافعی اور اسحاق ان سب کے نزدیک آگ پر پکے ہوئے

کھانے سے وضو واجب نہیں ہوتا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا آخری عمل ہے یہ حدیث پہلی حدیث کو منسوخ کرتی ہے جس میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب ہے۔

میں نے بطور نمونہ چند احادیث مبارک بیان کیں ہیں ورنہ میری کم علمی میں تقریباً 188 احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔ ان پر ایک الگ کتاب کی تصنیف کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ رب العالمین بندۂ ناچیز نے ان احادیث کو اکٹھا کر دیا ہے۔ کوئی بھی صاحب چاہے تو اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیلؓ

آپکے نام میں اختلاف ہے۔ عرب میں آپکو ابراہیمؒ کے نام سے جانا جاتا ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ جبکہ عجم میں اسحاق۔ ابن کثیر میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے حضرت نفس زکیہؒ کا ساتھ دیا۔ اسحق عقیلی کے نام پر تذکرہ ملتا ہے۔ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ صفحہ اول کے ساتھیوں میں تھے، حضرت محمد نفس زکیہؒ کا قیام غلبۂ حق کے لئے تھا۔ لیکن آپ کی یہ کاوش بھی واقعہ کربلا کی نظیر ہی بنی۔ کربلا میں بنو امیہ نے ظلم و ستم ڈھائے لیکن قیام نفس زکیہؒ میں بنو عباس نے اپنے دندان از آزمائے۔ جناب اسحاقؒ مختلف معرکوں کے بعد ہرات والی سائیڈ پر عراق، ایران اور ھندوستان سے ہوئے۔ تاریخ سے روپوش ہوگئے۔ لیکن۔ ابن کثیر کے مطابق شہید کر دئے گئے۔

اسحاق بن عبد اللہ ایک ثقہ (قابل اعتماد) راویِ حدیث مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد اور دیگر اکابرین سے احادیث روایت کی ہیں۔

استاد: ان کے سب سے بڑے استاد ان کے والد عبد اللہ بن محمد بن عقیل تھے۔

شاگرد: ان سے روایت کرنے والوں میں جلیل القدر ائمہ شامل ہیں، جیسے کہ سفیان ثوری اور حماد بن سلمہ۔

ائمہ جرح وتعدیل کی رائے

علمِ حدیث کے ماہرین نے ان کی شخصیت کو مثبت قرار دیا ہے:

امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب "الثقات" (قابل اعتماد راویوں کی فہرست) میں ذکر کیا ہے۔

بیشتر محدثین نے انہیں "صدوق" (سچا) اور صاحبِ علم قرار دیا ہے۔

تاریخی اہمیت

وہ مدینہ منورہ کے علمی حلقوں میں ایک معتبر مقام رکھتے تھے۔ ان کا خاندان (آلِ عقیل) سانحہ کربلا کے بعد سے علمی اور سیاسی میدان میں کافی سرگرم رہا۔ اسحاق بن عبد اللہ نے اپنے خاندان کی علمی میراث کو آگے بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اہل بیت کے فضائل کو روایت کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل ایک جلیل القدر تابعی (یا تبع تابعی) اور محدث ہیں، جن کا شمار بنو ہاشم کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علمِ حدیث کی ترویج میں حصہ لیا۔

تاریخی کتب (جیسے کہ مقاتل الطالبین) میں ذکر ملتا ہے کہ جب نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ میں خروج کیا، تو اسحاق بن عبد اللہ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

قید و بند: جب عباسی فوج نے عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کیا اور امام نفس ذکیہ شہید ہو گئے، تو ان کے حامیوں کے خلاف سخت کریک ڈاؤن کیا گیا۔ اس دوران اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل کو بھی گرفتار کر کے قید کیا گیا تھا۔

منصور کا رویہ: کہا جاتا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کے ساتھ سخت رویہ رکھا تھا کیونکہ وہ ان کی علمی وجاہت اور خاندانی اثر و رسوخ سے واقف تھا۔ وہ امام نفس ذکیہ کے حامیوں میں سے تھے اور اس سیاسی و مذہبی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں انہیں مشکلات اور قید کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔

مقاتل الطالبین (امام ابو الفرج اصفہانی)

یہ کتاب اہل بیت کے انقلابات کی تاریخ پر سب سے مستند ماخذ مانی جاتی ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ: جب محمد بن عبد اللہ (نفس ذکیہ) نے مدینہ میں خروج کیا، تو آلِ ابی طالب کے بہت سے افراد ان کے ساتھ تھے۔ اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل بھی ان میں شامل تھے جنہوں نے ان کی حمایت کی اور بعد میں عباسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔"

.2 تہذیب التہذیب (امام ابن حجر عسقلانی)

امام ابن حجر نے اسحاق بن عبد اللہ کے حالاتِ زندگی میں ان کے سیاسی پس منظر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: انہیں خلیفہ منصور کے دور میں محمد بن عبد اللہ بن حسن (نفس ذکیہ) کے ساتھ نکلنے کی وجہ سے قید کیا گیا تھا۔"

.3 الثقات (امام ابن حبان)

امام ابن حبان نے جہاں انہیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، وہاں ان کے اس تاریخی واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ اس سیاسی تحریک کا حصہ بنے اور آزمائش سے گزرے۔

.4 تاریخِ طبری (امام جریر طبری)

امام طبری نے سنہ 145 ہجری کے واقعات (نفس ذکیہ کا خروج) کے ذیل میں ان لوگوں کی فہرست اور تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مدینہ میں نفس ذکیہ کی بیعت کی تھی، وہاں آلِ عقیل کے افراد کا ذکر ملتا ہے۔

وفات : ان کی وفات کے بارے میں مؤرخین کا اندازہ ہے کہ وہ **145 ہجری** (جب امام نفس ذکیہ کی تحریک چلی) کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔

اس سے آگے افغانستان میں آپ کی اولاد امجاد کا فروغ کیسے ہوا؟ مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

میں نے اپنے والد صاحب کی خواہش پر اتنا کام سر انجام دیا ہے۔ اللہ کریم ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

قیام محمد نفس الزکیہ تاریخ کا ٹرننگ پوائنٹ ہے۔ اس لئے آپ کا ذکر نہ کرنا بھی زیادتی ہوگی۔ اس لئے آپ کو شامل کیا جا رہا ہے۔

ایک اشارہ دے دیتا ہوں کہ بالخصوص محمود غزنوی اور اسکے معرکوں مُں بھی بزرگوں کا حصہ رہا پھر ہمارے بزرگ حضرت شاہ جہانیاں جہاں گشت اور حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے منسلک ہو گئے۔ پھر ملتان، عبدالحکیم، جہانیاں اور پوٹھوہار کے علاقے میں دینی، علمی اور حکمت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔

یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ خاندانوں میں قابل قدر شخصیت جو کہ شہرہ آفاق شہرت کی حامل ہو کبھی کبھی ہی طلوع ہوتی ہے۔ اب وقت کی ضرورت جو اب ہے اس وقت ایسی نہ تھی۔ ان وقت مبلغ زبانی ہوا کرتا ہر ایک کو باتیں زبانی یاد تھیں اور وہ اگلی نسل تک پہنائی جاتی تھی۔ لیکن حالات و واقعات بدلتے گئے اور کتاب اور کاپی کی اہمیت بڑھتی چلی گئی۔ اب چونکہ اس دور میں تو تاریخ خاندان مرتب نہ ہوئی اس لئے

بعد والوں کے لئے مشکل ہوئی۔ لیکن چونکہ شجرہ کا اہتمام ہوتا رہا اس لئے وہ نسل در نسل چلتا رہا۔ اب بھی یہ سلسلہ ان شاٗاللہ چلتا رہے گا۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی آنے والی نسل کو اپنی تاریخ سے آگاہ رکھیں۔

جو قوم اپنے بزرگوں اور ان کے کارناموں کو بھول جاتی ہے وہ حرف غلط کی طرح ناپید ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس سلسلہ کو آگے یوں بڑھائیں کی بزرگوں کے احوال قلم بند کر دیا کریں۔

یہاں قیام حضرت محمد نفس زکیہؒ جو کہ کربلائے ثانی ہے اور پھر جس میں ہمارے بزرگ وسیع تعداد میں شہید کر دئے گئے کا تذکرہ نہ کرنا ظلم سے کم نہ ہو گا اس لئے اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔

محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ کامل بن حسن المثنیٰ بن حسن السبط بن علی ابن ابی طالبؓ

ولادت 100ھ

وفات 14 رمضان، 145ھ (763ء)

نسب محمد النفس الزکیہ بن عبد اللہ کامل بن حسن المثنی بن حسن السبط بن علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

محمد نفس الزکیہ عباسی دور کے ایک فاطمی سادات کے امام تھے۔ جنہوں نے المنصور کے خلاف علم قیام بلند کیا۔ تحریک عباسی کے دوران میں عباسیوں۔ فاطمیوں اور علویوں نے مل جل کر کام کیا۔ فاطمیوں کو یقین تھا کہ کامیابی کے بعد خلافت ان کے سپرد کر دی جائے گی لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا اور عباسیوں نے کامیابی کے بعد اپنی خلافت کا اعلان کر کے سفاح کو پہلا خلیفہ نامزد کر دیا۔ اس پر فاطمیوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اس وقت فاطمی سادات میں سے دو شخصیات نہایت اہم تھیں۔ اولاً حضرت امام جعفر صادقؓ جو حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں سے چھٹے امام تھے اور اپنے زہد و اتقاء اور روحانی کمالات کی بدولت عوام میں بہت مقبول تھے وہ بڑے درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے خلافت کی کبھی تمنا نہیں کی تھی اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس سے منع کرتے رہتے تھے۔ لیکن دوسری شخصیت امام محمد نفس الزکیہؒ کی تھی جو حضرت حسن کی چوتھی پشت میں سے تھے۔ وہ اپنی پاکبازی اور پرہیز گاری کی بدولت عوام میں بڑی قدر و منزلت اور مقبولیت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ امام جعفر صادقؓ کی خاموشی کے مقابلہ میں وہ خلافت کے لیے پرجوش تھے اور ابو جعفر منصور ان کی شخصیت اور عزائم کی بنا پر ان سے سخت خائف تھا اور انہیں اپنا مد مقابل سمجھتا تھا۔

اہل مدینہ کی بیعت

بنو امیہ کے خلافت کے آخری ایام میں جب عباسی دعوت کی کامیابی کے امکانات روشن نظر آنے لگے تو مدینہ منورہ میں بنو ہاشم کے سرکردہ لوگوں کا ایک اجتماع ہوا تھا جس میں السفاح اور ابو جعفر منصور دونوں

شامل تھے۔ یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ کامیابی کی صورت میں امام محمد نفس الزکیہؒ خلیفہ ہوں گے اس موقع پر اہل مدینہ کے صائب الرائے لوگوں نے بھی اس بات کی تائید کر دی تھی۔ لیکن جونہی عباسی بامراد ہوئے انہوں نے اس فیصلے کو پس پشت ڈال کر عبد اللہ السفاح کو منصب خلافت پر فائز کر دیا۔ لہذا امام محمد نفس الزکیہؒ نے السفاح کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اہل مدینہ نے اپنے پرانے موقف پر قائم رہتے ہوئے امام محمد کی بیعت کر کے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ سفاح نے اس موقع پر حکمت عملی سے کام لیا اور امام محمد نفس الزکیہؒ پر اپنے احسانات جتا کر انہیں اپنے ارادے باز رکھنے کی درخواست کی چنانچہ امام محمدؒ نے سفاح کے عہد تک اس معاملہ میں قیام سے گریز کیا۔

گرفتاری کی کوششیں

منصور نے مسند خلافت پر فائز ہونے کے فوراً بعد حاکم مدینہ زیاد بن عبد اللہ کو تاکید کی کہ وہ نفس الزکیہؒ کی حرکات و سکنات کے بارے میں اسے باخبر رکھے۔ زیاد نے اسے یقین دہانی کرائی کہ وہ بہت جلد انہیں گرفتار کر کے مرکز خلافت روانہ کر دے گا لیکن وہ ایسا کرنے پر قادر نہ ہو سکا لہذا منصور نے اسے معزول کر کے قید میں ڈال دیا۔ نئے گورنر محمد بن خالد بھی انہیں قابو میں لانے میں ناکام رہا تو اس کی جگہ رباح بن منصور کو گورنر مدینہ مقرر کر کے اسے نفس الزکیہؒ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ رباح نے نفس الزکیہؒ کے والد محترم اور ان کے تمام قریبی رشتہ داروں کو گرفتار کر کے بغداد روانہ کر دیا۔ لیکن اپنی تمام کوششوں کے باوجود جب بھی نفس الزکیہؒ اور ان کے بھائی ابراہیمؒ جو نفس الرضیہ کے لقب سے مشہور تھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے تو اس نے ان کے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرنا شروع کر دیا جس میں ان کے چچا عباس بن حسن۔ ابراہیم بن حسن اور چچازاد بھائی محمد بن ابراہیم بھی شامل تھے۔ منصور کے جاسوس ان کی تلاش میں حیران و سرگردان

پھرتے رہتے تھے لیکن وہ ان کی رہائش گاہ کا پتہ چلانے میں ناکام رہے۔ روپوشی ابو جعفر منصور ان کے بارے میں بڑا فکر مند تھالہذا حج کی نیت کر کے مکہ مکرمہ پہنچا تاکہ اس دوران میں وہ خود ان کی تلاش کر سکے اس پر نفس الزکیہؓ اور ابراہیمؒ بصرہ میں جا کر روپوش ہو گئے منصور ان کے تعاقب میں بصرہ جا پہنچا لیکن دونوں بھائی وہاں سے نکل کر عدن چلے گئے منصور مایوس ہو کر بغداد واپس لوٹ گیا۔ اس دوران میں وہ عدن چھوڑ کر سندھ میں روپوش ہو گئے کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہٹ کر کوفہ چلے گئے۔ دوسری بار منصور 757ء میں دوبارہ حج کے لیے مکہ معظمہ آیا تو نفس الزکیہؓ اور ابراہیمؒ وہاں موجود تھے ان کے والد مکرم اور دیگر تیرہ ہاشمی جنہیں قید کر کے بغداد لے جایا جا رہا تھا تو وہ اس وقت بھی درمیان موجود تھے لیکن منصور پھر بھی ان کا سراغ نہ لگا سکا۔ یہاں تک کہ دوران سفر دونوں بھائی بھیس بدل کر اپنے والد اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ آگے پیچھے چلتے رہے۔ انہوں نے اپنے والد مکرم سے خروج کی اجازت چاہی۔ لیکن انہوں نے کسی موزوں وقت تک خروج ملتوی رکھنے کی تاکید کی اس پر نفس الزکیہؓ مدینہ منورہ لوٹ گئے اور ابراہیمؒ کو عراق میں اپنی دعوت اشاعت کے لیے بھیج دیا دونوں بھائیوں کی مستعدی اور باخبری کا یہ عالم تھا کہ ایک بار وہ بھیس بدل کر منصور کے دستر خوان پر اس کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک ہوئے اور دوسری بار جب منصور بغداد کی تعمیر کے درواان اس کا معائنہ کرنے آیا تو دونوں بھائیوں نے وہاں موجود ہونے کے باوجود منصور اور ان کے جاسوسوں کو اس کا علم نہ ہونے دیا۔

اعلان خلافت

خلیفہ منصور نے جب ان کے قتل کی ٹھانی تو بالاخر نفس الزکیہ 762ء، 145ھ میں اپنے 250 جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ میں ظاہر ہو گئے۔ لوگوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ مشاورت

کر کے باقاعدہ اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس مقدس شہر کی کثیر تعداد نے ان کی بیعت کر لی۔ لیکن جب خود ان کے خاندان کے بعض نامور افراد نے ان کی بیعت نہ کی اور خاموش رہے تو لوگوں کو اس پر بڑی مایوسی ہوئی۔ عراق میں ان کے بھائی ابراہیمؒ نے عراق میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ امام محمدؒ نفس الزکیہ نے درالامان پر قبضہ کر کے گورنر مدینہ رباح کو گرفتار کر لیا اور اپنے حامی قیدیوں کو جیل توڑ کر رہا کرا لیا۔ مدینہ شریف کے بعد جلد ہی بقیہ حجاز اور یمن کے لوگوں نے آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔۔

قیام کی ابتدا

امام محمد نفس الزکیہؒ نے مدینہ میں اپنے خروج کا آغاز کر دیا لیکن بدقسمتی سے ابراہیمؒ عین وقت پر بیمار پڑ گئے جس کی وجہ سے عراق میں طے شدہ پروگرام کے مطابق قیام کا آغاز نہ ہو سکا۔ مدینہ منورہ کا انتظام سنبھالنے کے بعد انہوں نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار محمد بن حسن کو مکہ کی نظامت عطا کی۔ اہل مکہ نے بھی ان کی خلافت تسلیم کر لی۔ یمن میں قاسم بن اسحاق کو گورنر مقرر کیا گیا۔ حجاز کے علاوہ یمن اور شام میں بھی انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی حمایت

دنیائے اسلام کے دو یگانہ روزگار ہستیوں یعنی امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے عراق میں ابو جعفر منصور کی بجائے امام محمد نفس الزکیہؒ کی حمایت کا اعلان کر کے دنیائے اسلام میں ایک تلاطم برپا کر دیا اس سے محمد نفس الزکیہؒ کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔

امام نفس الزکیہؓ اور منصور کے درمیان میں خط کتابت

ابو جعفر منصور کو جب نفس الزکیہؓ کے اعلان خلافت کا علم ہوا تو اس نے انہیں ڈرانے دھمکانے کے انداز میں لکھا کہ میرے اور تمہارے درمیان میں اللہ اور رسول کا عہد ومیثاق ہے اور ذمہ ہے کہ اگر تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ تو تمہیں تمہارے خاندان اور تمہارے پیر کاروں کو جان ومال واسباب کی امان دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو کوئی اور حاجت بھی تمہاری ہو گی وہ پوری کی جائے گی۔ جس شہر میں تم چاہو گے تمہیں قیام پزیر ہونے کی اجازت ہو گی اور تم اور تمہارے لوگوں سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اس سب کے لیے اگر تم عہد نامہ لکھوانا چاہتے ہو تو وہ بھی لکھا جا سکتا ہے۔ یہ خط جب امام نفس الزکیہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ ہم تمہارے لیے ایسی امان پیش کرتے ہیں جیسی تم نے ہمارے لیے پیش کی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا یعنی بنو فاطمہؓ کا حق ہے۔ تم ہمارے سبب سے اس کے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بن کر حکومت حاصل کرنے کو نکلے اور اسی لیے کامیاب ہوئے۔ پھر بنو فاطمہؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مزید لکھا کہ میں بہ اعتبار نسب بہترین ہاشمی ہوں۔ میرے باپ یعنی حضرت علیؓ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہیں مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں اور نہ مجھ میں کسی لونڈی باندی کا اثر ہے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو تمہاری جان ومال کی امان دیتا ہوں۔ میں عہد پورا کرنے والا ہوں تم نے مجھ سے پہلے بھی لوگوں کو امان اور قول دیا تھا پس تم مجھے کونسی امان دیتے ہو آیا امان بن ہیرہ کی یا امان اپنے چچا عبد اللہ کی یا امان ابو مسلم خراسانی کی۔

اس خط کے جواب میں ابو جعفر منصور نے نفس الزکیہ کے لیے نہایت سخت اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے استحقاق خلافت کو رد کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ عباسی اور ہاشمی خاندان کا موازنہ کرتے ہوئے اس نے بنو عباس کو اعلیٰ وافضل قرار دیا اور دلائل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس

نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث ہم ہی ہیں کیونکہ وارث ہونے کے لیے عورتوں کی قرابت داری کوئی بنیاد ہی نہیں بلکہ حق مردوں کے لیے مخصوص ہے کیونکہ ان سے لوگوں کا نسب چلتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے چچا کو آپ کا قائم مقام بنایا اور انہیں قریب ترین ماں پر مقدم کیا۔ لہذا رسول اللہ کے وصال کے وقت چونکہ حضور صلم کی کوئی اولاد نرینہ زندہ نہ تھی اور حضرت عباسؓ اس وقت زندہ تھے اس لیے ان کے صحیح وارث آپ کے چچا تھے نہ کہ آپ کی بیٹی کی اولاد۔ نیز ظہور اسلام سے قبل چاہ زمزم کی تولیت حضرت ابو عباس کے پاس تھی نہ کہ حضرت ابو طالب کے پاس اس لیے فاطمیوں کے مقابلہ میں خلافت پر عباسیوں کا حق فائق ہے۔

جنگ

اس خط کتابت کے بعد فریقین کے درمیان میں سوائے جنگ کے کوئی راہ کھلی نہ رہ گئی تھی۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی سے بیشتر منصور نے کوفہ اور خراسان جانے والی تمام شاہراہوں کی ناکہ بندی کر دی کیونکہ اسے اس بات کا احساس تھا کہ اگر جنگ کی کوئی خبر ان علاقوں میں پہنچ گئی تو وہاں فوراً بغاوت ہونے کے امکانات ہیں۔ دوسری جانب اس نے اپنے بھتیجے عیسی بن موسی کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل فوج کی کمان دے کر مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ لیکن اسے یہ تاکید کر دی کہ گرفتاری کی صورت میں نفس الزکیہؒ کو قتل نہ کیا جائے اور اگر وہ روپوش ہو جائیں تو اہل مدینہ کی گرفتاریاں کرنا کیونکہ وہ ان کے احوال سے بخوبی واقف ہوں گے۔ آل فاطمہؓ میں سے جو تمہیں ملنے آئے اس کا نام پتہ لکھ دینا اور جو اطاعت نہ کرے اس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔ عیسی کی روانگی کے بعد محمد بن قحطبہ کی قیادت میں اس کے لیے مزید امدادی فوج بھی روانہ کر دی۔

نفس الزکیہؒ نے عباسی فوج کی آمد کی اطلاع پا کر مجلس مشاورت منعقد کی۔ ساتھیوں کے مشورہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی خندق کو دوبارہ صاف کیا۔ طے یہ پایا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے

گی۔ عباسی جرنیل نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اہل مدینہ کو ہتھیار ڈال دینے کا مشورہ دیا جسے امام نفس ذکیہؒ نے رد کر دیا اور جواب میں پیغام بھجوایا کہ میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہوں اور اس کے انتقام سے ڈراتا ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنے دعوی سے دست بردار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے اللہ سے نہ مل جاؤں۔ تمہیں اس حالت سے بچنا چاہیے کہ خدا کی طرف بلانے والا شخص ہی تمہیں قتل کرے اور تم اسے قتل کرو گے تو اس کا وبال تم پر ہو گا۔

شہادت

جنگ کے شروع ہونے سے قبل نفس الزکیہؒ نے ایک بہت بڑے اجتماع میں اعلان کیا کہ جو کوئی ان سے الگ ہونا چاہتا ہے اسے اجازت ہے۔ یہ ان کی غلطی تھی جس کے نتیجے کے طور پر بہت سے لوگ جنگ سے کنارہ کش ہو کر ارد گرد کے پہاڑوں پر چلے گئے۔ یہ پہلا دھچکا تھا جو انہیں لگا۔ جو لوگ باقی رہ گئے وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ لیکن اس کے باوجود نفس الزکیہؒ اپنی باقی ماندہ فوج کو لے کر نکلے۔ عیسی بن موسی نے مبارزت طلب کی جس پر نفس الزکیہؓ کا سپہ سالار ابو قلمش عثمان الفاروقی آگے بڑھا اور اپنے مد مقابل عباسی کا کام تمام کر دیا۔ بعد ازیں عام مقابلہ شروع ہو گیا۔ نفس الزکیہؒ نے خوب داد شجاعت دی۔ عباسیوں کے بہت سے فوجی کام آئے لیکن بہ حیثیت مجموعی عباسیوں کا پلہ بھاری رہا۔

دوسرے دن جب جنگ کا آغاز ہوا تو نفس الزکیہؒ کے ساتھ صرف تین سو تیرہ جان نثار باقی رہ گئے۔ امام محمد نفس الزکیہؒ اس قلیل تعداد کے ساتھ جم کر لڑے لیکن اسی اثناء میں دشمن کے کچھ سپاہیوں نے خندق پھلانگ کر اور شہر کی حدود میں داخل ہو کر ایک اونچی جگہ پر عباسی علم لہرا دیا۔ اس پر نفس الزکیہؒ کے ہمراہی سراسیمہ ہو گئے۔ مگر امام محمد نفس الزکیہؒ بنفس نفیس میدان میں ڈٹے رہے لیکن بالاخر 14 رمضان المبارک

6 دسمبر سنہ 763ء، 145ھ کو بروز اتوار بعد از نماز عصر شہید ہوگئے۔ ان کے کٹے ہوئے سر کو لوگوں کو ڈرانے اور عبرت کے لیے شہر میں تشہیر کرائی گئی۔ عیسی نے ان کے شہید ساتھیوں کو مدینہ منورہ اور ثنیۃ الوداع کے مقام پر سولی پر لٹکائے رکھا۔ نفس الزکیہؒ کی ہمشیرہ کی درخواست پر ان کے سر جسد مبارک کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

امام محمد نفس ذکیہؒ نے جنہیں امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے صلحائے امت کی تائید حاصل تھی اپنی دعوت کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی بنیاد پر اٹھایا تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد اہل مدینہ اور عالم اسلام کو ان جیسے نیک نام اور پاکیزہ سیرت انسان کی خدمات پھر میسر نہ آسکیں۔

ابراہیم نفس الرضیہ کی شہادت

دونوں بھائیوں کے درمیان میں طے یہ پاچکا تھا جس دن نفس الزکیہؒ مدینہ منورہ میں علم جہاد بلند کریں گے اسی دن ابراہیمؒ بصرہ میں قیام کا اعلان کر دیں گے۔ لیکن عین موقع پر ابراہیمؒ چیچک جیسے مہلک عارضہ میں مبتلا ہوگئے۔ لہذا وہ بروقت جنگ کا آغاز نہ کر سکے۔ بہر حال انہوں نے صحت یاب ہو کر بصرہ سے اہواز تک کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ بصرہ میں مکمل قبضہ کے بعد فاتح لشکر نے صوبہ فارس کے عباسی گورنر اسماعیل بن علی عباسی اور اس کے بھائی عبد الصمد کو شکست دے کر فارس پر اپنا کنٹرول مکمل کر لیا۔ شام ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ کوفی بھی ابراہیمؒ نفس رضیہ کے منتظر تھے لیکن تقدیر نے بنی بات بگاڑ دی۔ امام محمد نفس الزکیہؒ کی شہادت کی خبر ابراہیمؒ تک پہنچی تو انہوں نے عید گاہ کے میدان میں ایک عام اجتماع میں اس کا اعلان کر دیا۔ جس سے ان کی صفوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی اور شکست خوردہ عباسی فوج میں ایک ولولہ تازہ پیدا ہو گیا۔ ابراہیمؒ نے اپنی فوج کی ہمت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بصرہ میں اپنے بیٹے حسن کو قائم مقام کر کے خود ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوفہ کی راہ لی۔ دوسری جانب عیسی بن موسی اپنی فتح مندانہ فوج کے ساتھ بغداد واپس لوٹ

آیا۔ چنانچہ منصور نے فوراًاسے بصرہ کے محاذ پر بھیج دیا اور اپنے بیٹے مہدی کو فارس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کوفہ سے سو میل دور عیسی بن موسی اور ابراہیمؒ کی افواج کے درمیان میں خونریز جنگ ہوئی عباسی مقدمۃ الجیش شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ لیکن عباسیوں کی خوش قسمتی کہ عین اس عالم میں منصور کے چچازاد بھائیوں جعفر اور محمد کی قیادت میں تازہ دم عباسی فوج آپہنچی جس کے فورابعد علویوں کے عقب پر حملہ کر دیا گیا۔

عیسی بن موسی نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور واپس پلٹ کر ہاشمیوں کی فوج پر اچانک حملہ کر دیا۔ اب ابراہیمؒ عباسی فوج کے نرغے میں آ گئے۔ صرف چار سو جان نثار ان کے گرد جمے رہے باقی فوج سراسیمگی کی حالت میں بھاگ نکلی۔ اس دوران میں اتفاقاً ایک تیر جناب ابراہیمؒ نفس رضیہ کے گلے میں آ کر لگا۔ ساتھیوں نے انہیں گھوڑے سے اتار لیا لیکن عباسی فوج کے ایک شخص حمید بن قحطبہ نے بڑھ کر ابراہیمؒ کا سر کاٹ کر عیسی بن موسی کو پیش کر دیا۔ یہ سانحہ 25 ذوالقعدہ 145ھ، 763ء 14 فروری کو پیش آیا۔ آپ کی شہادت نے عباسی مخالفین کا خاتمہ کر دیا اور عباسی خلافت کو مستحکم سے مستحکم تر بنا دیا۔

تاریخ ابن کثیر میں اسحاق عقیلیؒ بھی آپکے سالار تھے جب تمام معاملات گمبھیر ہو گئے تو چار و ناچار وہ مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے سندھ، ہرات کی طرف کوچ کر گئے اور پھر تاریخ میں گم ہو گئے۔

حوالہ جات

البخاری: التاریخ الکبیر، 1/139

ابن اثیر: الکامل میں التاریخ، ج 5/24

اردو دائرہ المعارف

ابن سعد: الطبقات، 7/535

ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ، 10/314

الذھبی: تاریخ، 3/964، المیزان، 4/155، 6/210، الکاشف، 4/138

احمد بن حنبل: المسند، تحقیق الشیخ شعیب الأرنؤوط۔

دین اسلام پر اس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہو گا کہ اہل بیت اطہار کی محبت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی بے ادبی کی جائے۔ اسلام کے اندر اس چیز کی کوئی گنجائش نہیں، بے شک اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کی محبت عین ایمان ہے۔ جس شخص کے دل میں اہل بیت پاک رضی اللہ عنھم کی محبت نہیں وہ مسلمان نہیں۔ وہ اسلام سے خارج اور جہنم کا ایندھن ہے۔ دل کے اہل بیت پاک رضی اللہ عنھم کی محبت سے خالی ہونے کا مطلب دل کا اسلام، ایمان، قرآن اور نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہونا ہے۔ جس طرح اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ایمان میں یہ درجہ ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ایمان میں یہی درجہ ہے لہذا جو شخص صحابہ کرام بشمول خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم کی طرف کسی قسم کی ناپاکی منسوب کرتا ہے خواہ وہ اہل بیت پاک رضی اللہ عنھم کی محبت کے نام پر کرے یا کسی اور حوالے سے وہ شخص بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ وہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین یا ازواج مطہرات کا ہی منکر نہیں وہ منکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اہل بیت کون ہیں؟

بیت عربی زبان میں گھر کو کہتے ہیں۔ گھر تین قسم کا ہوتا ہے۔

1. بیت نسب

2. بیت مسکن یا بیت سکنیٰ

. بیت ولادت۔

اسی اعتبار سے گھر والوں کے بھی تین طبقے ہیں۔

1. اہل بیت نسب

2. اہل بیت سکنٰی

3. اہل بیت ولادت

* اہل بیت نسب سے مراد انسان کے وہ رشتہ دار ہیں جو نسب میں آتے ہیں یعنی وہ رشتہ دار جو باپ اور دادا کی وجہ سے ہوتے ہیں مثلاً چچا، تایا، پھوپھی وغیرہ نسب کے رشتے ہیں۔

* اہل بیت مسکن سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو گھر کے اندر آباد ہوتے ہیں یعنی شوہر کی بیوی۔

* اہل بیت ولادت سے مراد وہ نسل ہے جو گھر میں پیدا ہوئی ہے۔ اس میں بیٹے، بیٹیاں اور آگے ان کی اولاد شامل ہے۔ جب مطلق اہل بیت کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد مذکورہ تینوں طبقات ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ اہل ایمان ہوں۔ ان میں سے کسی ایک طبقے کو خارج کر دینے سے اہل بیت کا مفہوم پورا نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا (الاحزاب،33:33)

”اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے“

یعنی اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے دامن، سیرت، کردار اور اعمال کے ظاہر و باطن کو ہر نجس اور ناپاکی سے اس طرح پاک فرما دے کہ تم طہارت اور پاکیزگی کا قابل تقلید نمونہ بن جاؤ اور قیامت تک طہارت اور پاکیزگی تم سے جنم لیتی رہے۔

جب انسان متعصب ہو جاتا ہے تو پھر اسے اپنے مطلب کی چیز کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ جب دین تعصب کی نظر ہو جاتا ہے تو ہر کوئی اپنے مطلب کی بات نکالنے لگتا ہے۔ وہ دو طبقے جو حب صحابہ اور حب اہل بیت رضی اللہ عنھم کے نام پر افراط و تفریط کا شکار ہوئے ان میں سے ایک طبقے نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو نکال دیا۔ گویا انہوں نے اہل بیت میں سے اہل بیت مسکن کو نکال دیا۔ جب اہل بیت میں سے بیویاں ہی نکل جائیں تو پھر اولاد کا گھر سے کیا تعلق رہا؟ بہر حال انہوں نے ازواج مطہرات کو نکال کر کہا کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا، حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

بے شک مذکورہ چاروں ہستیاں اہل بیت میں شامل ہیں اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر تطہیر میں چھپایا اور ان کے اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا انکار فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے مگر سمجھانا یہ مقصود ہے کہ ایک طبقے نے کچھ اہل بیت مراد لئے اور باقی چھوڑ دیئے۔ اس کے رد عمل کے طور پر دوسرے طبقے نے کہا کہ اہل بیت سے مراد صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ دو عالم حضرت فاطمہ الزہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ عنھما اہل بیت میں شامل ہی نہیں۔ دونوں طبقوں نے قرآن پاک کو گویا سکول کا رجسٹر داخل خارج سمجھ لیا ہے کہ جسے چاہا داخل کر دیا اور جسے چاہا خارج کر دیا۔ من مانی تاویلیں کر کے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور نہ صرف امت بلکہ نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی متنازعہ بنا دیا۔

ارے نادانو! جو گھر والا ہے وہ تو ہر گھر والے کو پیارا ہے اور وہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے پھر جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق والا ہے، آپ کے گھر میں ہے یا آپ کی نسل پاک میں سے ہے اور اہل ایمان ہے۔ اسے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل بیت اور ہر ایک کو پیارا ہونا

چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق ہونا، آپ کے گھر میں ہونا یا آپ کی اولاد پاک میں سے ہونا تو ایک طرف حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر صرف خدمت کرتے تھے اور سودا سلف لا کر دیتے تھے انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا ہے حالانکہ نہ تو ان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق تھا نہ وہ اہل بیت مسکن میں سے تھے اور نہ ہی وہ آپ کی اولاد پاک میں سے تھے، بیت کی تینوں نسبتیں مفقود تھیں لہذا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کے ہاتھ بڑھاتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل بیت میں شامل فرمالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ (مستدرک امام حاکم 691:3رقم 6539) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے اہل بیت میں سے کسی ایک طبقے کو خارج نہیں کیا تو ہم کسی ایک طبقے کو خارج کر کے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انصاف کر رہے ہیں؟ یقیناً یہ انصاف نہیں بلکہ محض جہالت اور تعصب ہے۔

قابل غور نکتہ

یہ بات قابل غور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی کوئی کام رد عمل کے طور پر شروع ہو گا اس میں اعتدال و توازن نہیں ہو گا۔ اس میں افراط و تفریط اور انتہا پسندی ہو گی۔ وہ کام اعتدال اور میانہ روی کے اس تصور سے ہٹ کر ہو گا جس کا اسلام نے درس دیا ہے۔ اسلام کی اصل تعلیم اعتدال اور میانہ روی ہے۔ امت مسلمہ کو امت وسط بھی دراصل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ باری تعالیٰ نے امت مصطفوی کو وہ وقار اور کردار عطا کیا ہے جو توسط و اعتدال پر مبنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

راہ اعتدال کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا راستہ اپنانے والوں کے لئے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا درج ذیل فرمان ایک تازیانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ ان سے یہود نے بغض کیا یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ ان کی محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہو گئے۔ ہوشیار! میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

''ایک زیادہ محبت کرنے والا جو مجھے میرے مرتبے سے بڑھائے گا اور حد سے تجاوز کرے گا۔ دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے گا،، (مسند احمد بن حنبل 2:167، رقم 1376) خود شیعہ مذہب کے نزدیک معتبر کتاب ''نہج البلاغہ،، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت کرنے والا، حد سے بڑھانے والا۔ وہ محبت اس کو غیر حق کی طرف لے جائے گی۔ دوسرا بغض رکھنے والا حد سے کم کرنے والا، وہ بغض اس کو خلاف حق کی طرف لے جائے گا اور سب سے بہتر حال میرے معاملہ میں میانہ رو جماعت کا ہے پس اس میانہ رو جماعت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور (بڑی جماعت) سواد اعظم کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت پر ہے اور خبردار! اس جماعت سے الگ نہ ہونا کیونکہ جو شخص جماعت سے الگ ہو گا وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو گا جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار ہوتی ہے،،۔ (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ جلد اول، 383)

بغض اہل بیت رضی اللہ عنھم اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہ کا منطقی نتیجہ

آج کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حب علی رضی اللہ عنہ میں افراط کی وجہ سے راہ اعتدال کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ بغض علی رضی اللہ عنہ کی بناء پر راہ اعتدال پر نہیں رہے۔ پہلا گروہ ایسا ہے جو سارا سال اپنے مذہبی اجتماع فقط سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنھم کے حوالے سے کرتا ہے۔ اس گروہ نے نہ تو کبھی سیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کوئی اجتماع کیا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ذکر کے حوالے سے، اہل بیت کے علاوہ انہوں نے ہر ایک سے اپنا تعلق قطع کر لیا ہے اور دوسرا گروہ ایسا ہے جو سارا سال مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نام پر اجلاس اور اجتماع کرتا ہے۔ اس گروہ کی کیفیت یہ ہے کہ محرم الحرام کے مہینے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن بھی کبھی اہل بیت اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر اجتماع نہیں کرتا۔ جس طرح پہلے گروہ نے اہل بیت پاک اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسلام کے باقی تمام موضوعات چھوڑ دیئے ہیں اسی طرح دوسرے گروہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے موضوع کے علاوہ باقی تمام موضوعات سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ دونوں طرف رد عمل (Reaction) ہو رہا ہے اور اعتدال کی راہ چھوٹی جا رہی ہے۔

اہل بیت رضی اللہ عنھم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا باہمی تعلق

راہ اعتدال سے ہٹ جانے والے دونوں گروہوں کے لئے دنگا فساد کی فضا ختم کرنے اور امن و سلامتی کی فضا قائم کرنے کے لئے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ اہل بیت رضی اللہ عنھم اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی آپس میں کوئی لڑائی نہ تھی بلکہ یہ سب ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، پیار کرنے والے اور ایک دوسرے پر جانیں قربان کرنے والے لوگ تھے۔

امام محمد باقرؒ اور احترام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ،، میں عروہ بن عبد اللہ سے مروی ایک واقعہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے سوال کیا کہ تلواروں کے دستے پر چاندی چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کے دستے پر چاندی چڑھائی تھی۔

عروہ بن عبد اللہ نے بھی شاید یہ رائے قائم کرلی تھی کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مخالفت ہے چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ آپ بھی صدیق کہتے ہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ جلال میں آکر کھڑے ہوگئے، قبلہ رخ منہ کرلیا اور فرمایا نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ، 2: 359) ''ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے گا اس کی بات کو اللہ دنیا میں بھی جھوٹا کردے گا اور آخرت میں بھی،،۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عظمت و شان علی رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ جب میرے والد یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکٹھے بیٹھے ہوتے تو میں دیکھتی کہ میرے والد اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ تکتے رہتے، ان کی نگاہ ہر وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رہتی، ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ابا جان! جب آپ خود اتنے بلند مرتبہ ہیں تو پھر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو کیوں دیکھتے رہتے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عائشہ رضی اللہ

عنہ! میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہر وقت تکتا رہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی عزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: النظر الی وجہ علی عبادۃ۔ "(حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو (فقط) دیکھنا (بھی) عبادت ہے،،۔ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (المستدرک الحاکم، کنزالعمال 11:601) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر علی عبادۃ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے،،۔ بے شک صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کے درمیان بے حد قلبی محبت موجود تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حُبِّ علی رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دو مرتبہ فرمایا۔ "تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و پیارا اور بہتر ہوں؟،، سب نے کہا "ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،،۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔** "اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے،،۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ **ھنیئا یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی**

کل مومن و مومنة(مشکوۃ المصابیح بحوالہ احمد،565)''اے ابن ابی طالب! تم صبح و شام خوش رہو اور تمہیں ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کا مولیٰ ہونا مبارک ہو،،۔ کتب سیر و تاریخ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے پاس دو دیہاتی لڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان کیا فیصلے کرے گا؟ **فوثب علیه العمر و اخذ بتلبیبه وقال ویحك ماتدری من هذا؟ هذا مولاك ومولی کل مومن من لم یکن مولاه فلیس مومن**۔(الصواعق المحرقہ،179)''پس یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا گریبان پکڑ کر فرمایا'' جانتا ہے یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں اور جس کے یہ مولیٰ نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے،،

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور احترام حسنین کریمین رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی بیٹی حضرت شہر بانو جنگی قیدی بن کر مال غنیمت میں آئیں جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اہل مدینہ اور اسلامی لشکر سوچنے لگا کہ دیکھتے ہیں ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی شہر بانو کس خوش نصیب کے حصے میں آتی ہے۔ جب مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے شہر بانو کی باری آئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ یزدگرد کی بیٹی شہزادی ہے اسے میں جس کی زوجیت میں دوں گا وہ بھی شہزادہ ہی ہو گا۔ لوگ سوچنے لگے کہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں شہزادہ کون ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے حسین رضی اللہ عنہ! ہمارے ہاں شہزادہ تو ہی ہے اور حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیدیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی کیونکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں بلکہ آپ کے اہل بیت پاک بھی دل وجان سے عزیز اور محبوب تھے۔ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے دروازے پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے حاضر ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔اتفاق سے ان کو حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ خیال کر کے کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی تو مجھے کب اجازت دیں گے،واپس آ گئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں تو آپ فوراً حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے آپ کے تشریف لانے کی اطلاع نہ تھی۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا"میں اس خیال سے واپس آ گیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے ؟،، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:انت احق بالاذن منہ وھل ابنت الشعر فی الراس بعد اللہ الا انتم۔(الصواعق المحرقہ،179)"تم اس سے زیادہ اجازت کے مستحق ہو اور یہ بال سر پر اللہ تعالیٰ کے بعد کس نے اگائے سوائے تمہارے (یعنی تمہاری بدولت ہی راہ راست پائی اور تمہاری برکت سے اس مرتبے کو پہنچا،، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:اذا جئت فلا تستاذن۔(الصواعق المحرقہ،179)"آپ جب تشریف لایا کریں تو بغیر اجازت کے آجایا کریں،،۔

مذکورہ تمام واقعات سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت پاک کے درمیان کسی قسم کی عداوت یا رنجش نہیں تھی بلکہ ان کے درمیان باہم محبت و الفت کا رشتہ تھا۔بے شک تمام صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا ادب و احترام اور محبت و مودت عین ایمان ہے۔دونوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا بالواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی ہے خواہ کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے یا ہاتھ باندھ کر رفع یدین کرے یا نہ کرے، یہ اپنا اپنا مسلک ہے اس سے ایمان پر زد نہیں آتی البتہ اسلام کی حد کو کبھی توڑنے کی کوشش نہ کیجئے، یہ حد صحابہ کرام اور اہل بیت پاک کے ادب و احترام کی حد ہے۔

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی طرف کفر منسوب کرتا ہے یا گالی دیتا ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔کفر منسوب کرنا یا گالی دینا چاہے ظاہراً یا باطناً ہو، اشارے یا کنایہ سے ہو، بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ہو، کیونکہ ایسے شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ بالواسطہ طور پر اپنی اس گستاخی وزبان درازی کا نشانہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنا رہا ہے جو یقیناً کفر ہے۔اسی طرح وہ شخص جو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی تعریف تو عمر بھر کرتا رہے، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہ کے نعرے لگاتا رہے مگر اپنے دل میں اہل بیت رضی اللہ عنھم کی محبت نہ رکھے، اس کے دل میں اہل بیت رضی اللہ عنھم کے بارے میں بغض ہو اور اہل بیت رضی اللہ عنھم اطہار کا ذکر سن کر اس کے دل میں گھٹن آئے اس کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

آیئے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ سے دوسرا سبق امن کا حاصل کریں۔ہر کسی کو یاد حسین رضی اللہ عنہ اپنے اپنے طریقے سے منانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ہر ایک کو عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی یاد منانے کا حق حاصل ہونا چاہئے کہ پاک سرزمین ہے ہی اس لئے کہ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی عظمت کے ترانے گونجیں، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کی عظمت و محبت کے ترانے گائے جائیں۔جس سرزمین پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی بے ادبی اور گستاخی ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو گالی دی جائے یا

اہل بیت رضی اللہ عنھم پر طعن زنی ہو، الزام تراشی اور گستاخی ہو پھر وہاں مسلمان زندہ بھی رہیں تو وہ مسلمان بے حمیت ہیں۔ مسلمانوں کی سرزمین پر نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے خلاف زبان کھلنی چاہیئے اور نہ ہی اہل بیت پاک رضی اللہ عنھم کے خلاف بے ادبی کی زبان کھولنے کی

اجازت ہونی چاہیئے۔ کسی دوسرے کے مسلک پر تنقید نہ کی جائے، نہ کسی کو گالی دو اور نہ بے ادبی کرو، ادب و احترام سے چلو، قرآن وسنت کی روسے اپنے اپنے مسلک کے دائرے میں چلتے رہو، اپنے مسلک کی حقانیت پر خوب دلائل دو اور مسلک کی تعریف کرو مگر دوسرے کو نہ برا بھلا کہو، نہ گالی دو اور نہ تحقیر کرو۔ یہ اصولی بات ہے حتیٰ کہ قرآن پاک میں یہ ہے کہ کافروں کے بتوں کو بھی گالی نہ دو کہ کہیں وہ تمہارے سچے خدا کو گالی نہ دینے لگیں۔ اپنے مسلک اور عقیدے پر چلا جائے اور دوسرے پر طعن نہ کیا جائے۔

سادات پر صدقہ کیوں نہیں؟

سادات کون ہیں اور ان پر زکوٰۃ کیوں ناجائز ہے ؟؟؟

زکوٰۃ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے حلال نہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مراد ہیں: آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس اور آلِ حارث بن عبد المطلب۔ پس جو شخص ان پانچ بزرگوں کی نسل سے ہو اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اگر وہ غریب اور ضرورت مند ہو تو دُوسرے فنڈ سے ان کی خدمت کرنی چاہیئے۔ زکوٰۃ، لوگوں کے مال کا میل ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو اس سے ملوّث کرنا مناسب نہ تھا، وہ اگر ضرورت مند ہوں تو پاک مال سے ان کی مدد کی جائے، نیز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہوتا تو ایک ناواقف کو وسوسہ ہو سکتا تھا کہ یہ خوبصورت نظام اپنی اولاد ہی کے لئے تو... معاذاللہ... جاری نہیں فرما گئے؟ نیز اس کا ایک نفسیاتی پہلو بھی ہے، اور وہ یہ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو زکوٰۃ دینا جائز ہوتا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی بنا پر

انہی کو ترجیح دیتے، غیر سیّد کو زکوٰۃ دینے پر ان کا دِل مطمئن نہ ہوتا، اس سے دُوسرے فقراء کو شکایت پیدا ہوتی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ حلال نہیں، کیونکہ یہ لوگوں کے مال کا میل کچیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو اللہ تعالیٰ نے اس کثافت سے پاک رکھا ہے۔ سیّد اگر غریب ہوں تو ان کی خدمت میں عزّت و احترام سے ہدیہ پیش کرنا چاہئے۔ حکومت کو بھی چاہئے کہ سیّدوں کی کفالت غیر صدقاتی فنڈ سے کرے۔

سادات کبھی ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ سادات کی مسکنت امت کا امتحان ہے روز محشر رسول خدا کے سامنے کیسے جائیں گے اگر سادات کی خبر گیری نہ کی جانتے ہوئے بھی؟؟

پاکستان میں سادات کی بے عزتی و بے توقیری مذہبی طبقہ خود کرتا ہے۔ حکمران کبھی دینی احترامات کو ملحوظ نہیں رکھتے اسلئے ہر مسلمان کا ذاتی فرض ہے کہ وہ سادات کا احترام کرے اور کروائے,

اصول نسب

جیسا کہ اصول میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شجرہ میں اگر طرفین پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو شجرہ ثابتہ ہوتا ہے۔ آئیں اب ہمیں اپنے شجرہ کے آخری طرف کو ملاحظہ کریں۔ تاہم ہم چند درمیانی بزرگوں کے مختصراً احوال بھی بیان کئے دیتے ہیں۔

اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل

ان کا دور دوسری صدی ہجری کا ابتدائی نصف ہے۔

زمانۂ حیات: وہ تبع تابعی کے دور سے تعلق رکھتے تھے۔

تاریخی پس منظر: ان کا دور اموی سلطنت کے آخری ایام اور عباسی سلطنت کے آغاز کا زمانہ تھا۔

وفات: ان کی وفات کے بارے میں مؤرخین کا اندازہ ہے کہ وہ 145 ہجری (جب امام نفس ذکیہ کی تحریک چلی) کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔

اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، خاندانِ نبوت اور اہل بیت کے ایک معزز رکن اور علمی شخصیت ہیں۔ ان کا تعلق حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی، **حضرت عقیل بن ابی طالب** کی نسل سے ہے۔

ان کے بارے میں اہم معلومات درج ذیل ہیں:

1. نسب اور خاندان

- **والد :** عبد اللہ بن محمد بن عقیل (یہ خود بھی ایک معروف راویِ حدیث تھے)۔
- **دادا :** محمد بن عقیل بن ابی طالب۔
- **پردادا :** حضرت عقیل بن ابی طالب (رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی)۔ ان کی والدہ کا تعلق بھی بنو ہاشم سے تھا، جس کی وجہ سے انہیں **"ہاشمی"** اور **"طالبی"** کہا جاتا ہے۔

2. علمی مقام اور حدیث

اسحاق بن عبد اللہ ایک ثقہ (قابل اعتماد) راویِ حدیث مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد اور دیگر اکابرین سے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ مدینہ منورہ کے علمی حلقوں میں ایک معتبر مقام رکھتے تھے۔ ان کا خاندان (آلِ عقیل) سانحہ کربلا کے بعد سے علمی اور سیاسی میدان میں کافی سرگرم رہا۔ اسحاق بن عبد اللہ نے اپنے خاندان کی علمی میراث کو آگے بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اہل بیت کے فضائل کو روایت کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تاریخی روایات کے مطابق، **اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل** نے اپنے دور کے مشہور علوی انقلابی **امام محمد نفس ذکیہ (محمد** بن عبد اللہ المحض) کی تحریک میں **باقاعدہ حصہ لیا تھا۔**

اس حوالے سے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- **خاندانی ہمدردی :** بنو ہاشم کے اکثر افراد، جن میں آلِ عقیل بھی شامل تھے، عباسی خلیفہ منصور کے خلاف محمد نفس ذکیہ کے حامی تھے۔ اسحاق بن عبد اللہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔
- **بیعت اور ساتھ :** تاریخی کتب (جیسے کہ مقاتل الطالبین (میں ذکر ملتا ہے کہ جب نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ میں خروج کیا، تو اسحاق بن عبد اللہ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے۔
- **قید و بند :** جب عباسی فوج نے عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کیا اور امام نفس ذکیہ شہید ہو گئے، تو ان کے حامیوں کے خلاف سخت کریک ڈاؤن کیا گیا۔ اس دوران اسحاق بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل کو بھی **گرفتار کر کے قید کیا گیا** تھا۔
- **منصور کا رویہ :** کہا جاتا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کے ساتھ سخت رویہ رکھا تھا کیونکہ وہ ان کی علمی وجاہت اور خاندانی اثر و رسوخ سے واقف تھا۔

وہ امام نفس ذکیہ کے حامیوں میں سے تھے اور اس سیاسی و مذہبی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں انہیں مشکلات اور قید کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ (بحوالہ مقاتل الطالبین (امام ابو الفرج اصفہانی)، تہذیب التہذیب (امام ابن حجر عسقلانی)، الثقات (امام ابن حبان)۔

تاریخِ طبری (امام جریر طبری)

امام طبری نے سنہ 145 ہجری کے واقعات (نفس ذکیہ کا خروج) کے ذیل میں ان لوگوں کی فہرست اور تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مدینہ میں نفس ذکیہ کی بیعت کی تھی، وہاں آلِ عقیل کے افراد کا ذکر ملتا ہے۔

تاریخی نوادرات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے بعض اسلاف تعلیمی، طبی، اور انتظامی لحاظ سے برصغیر کی مقتدر حکومتوں میں کچھ عہدوں پر فائض رہے اور وقت کے حساب سے جگہ تبدیل ہوتی رہی۔ وہ علم و عرفان میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وقت اور روحانی ذوق کے مطابق برصغیر کے عظیم روحانی سلوک سے منسلک رہے۔ اولین بزرگ چشتی سلسلہ سے منسلک رہے اور ان سے خلافت حاصل کرتے رہے، کچھ بزرگ سلسلہ عالیہ قادریہ سے صاحب ارشاد رہے۔ اور جب سے مسکن پنجاب رہا تو سلسلہ سہروردیہ کے الشیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے مریدین میں شامل ہوئے اور ان سے اکتساب فیض حاصل کیا اور خلافت پائی، اس کے علاوہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے خاص مریدوں میں شامل ہوئے اور ان سے حکم ارشاد پایا۔

حضرت جواہر شیخؒ

یہ سارا سلسلہ ایک بزرگ پر آکر درمیانی سلک حاصل کرتا ہے وہ بزرگ ہیں جناب محترم حضرت جواہر شیخؒ ان کے بارے تھوڑا سا بتانا ضروری ہے۔ اس لئے ہم اس پر تھوڑا سا بیان کریں گے۔

◆ **کم از کم دو معروف بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کا لقب شیخ جواہر تھا**

اور برصغیر کے صوفیانہ و روحانی سلسلوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور:

★ **شیخ جواہر عرف نیکوکارہ**

- یہی وہ شخصیت ہیں جن کا تذکرہ زیادہ تر **شجرۂ نسب، اولاد اور سلسلۂ طریقت** کے ضمن میں آتا ہے

- عام طور پر جب برصغیر میں "شیخ جواہر" کہا جاتا ہے تو **اسی بزرگ** کی طرف اشارہ ہوتا ہے
- جبکہ دوسرے تذکروں اور مقامی روایات کے تقابلی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:
- ◆ **دوسرے شیخ جواہر وہ نہیں تھے جو**
- **شیخ جواہر عرف نیکوکارہ** (بن عمر الدین) کے نام سے مشہور ہیں،
بلکہ یہ **ایک الگ صوفی بزرگ** تھے جن کا تعلق **ایران / خراسانی علمی روایت** سے جوڑا جاتا ہے۔
- **دوسرے شیخ جواہر کی پہچان**
- اصل نام مختلف روایات میں **جواہر الدین** یا **شیخ جواہر** آیا ہے
- **"جواہر" یہاں بھی لقب ہے**) یعنی علوم و معارف کے جواہر رکھنے والا
- فارسی اور صوفیانہ مجالس میں ذکر ملتا ہے، مگر **تفصیلی سوانح محفوظ نہیں**
- ان کی نسبت کسی مضبوط شجرۂ نسب یا معروف اولاد سے **محفوظ نہیں**
- زیادہ تر ذکر **اہلِ تصوف کے حلقوں** اور بعض **قدیم ملفوظات** میں ملتا ہے

جواہر شیخ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ اور ان کا خاندان خود کو بی بی پاکدامن (بی بی رقیہ بنت علیؑ) کی اولاد یا ان کے خاندان سے منسوب کرتے تھے۔ اس حوالے سے دو پہلو سامنے آتے ہیں:

روحانی اولاد کا تصور: بعض روایات کے مطابق، جواہر شیخ ان پاک ہستیوں کے اتنے قریب اور وفادار خادم تھے کہ انہیں "روحانی اولاد" کا درجہ دیا گیا۔ تصوف میں اکثر مرید یا سچے خادم خود کو اپنے مرشد کی اولاد کہتے ہیں۔

نسبی دعویٰ: کچھ مقامی تذکروں میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جواہر شیخ کا خاندان خود کو سادات (اہلِ بیت کی نسل) سے جوڑتا تھا اور ان کا ماننا تھا کہ وہ ان بیبیوں کے ساتھ آنے والے قافلے کے کسی فرد کی نسل سے ہیں، جس کی وجہ سے وہ خود کو اس درگاہ کا وارث اور اولاد سمجھتے تھے۔

ایک اور بزرگ رودولی ہندوستان کے علاقہ سے تھے۔یہ بزرگ ایک متبحر عالم اور صوفی بزرگ تھے جو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم بزرگوں میں سے تھے اور صاحب کرامت تھے۔ **حضرت عمرالدین بن جواہر شیخ**

یہ اس خاندان کے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اس علاقے میں علمی اور روحانی بنیادوں کو مستحکم کیا۔تذکروں کے مطابق:

- **پس منظر :** آپ کا خاندان غالباً اشاعتِ اسلام کی غرض سے ہجرت کر کے بہار کے علاقے میں آباد ہوا تھا۔
- **کردار :** آپ ایک صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے جنہوں نے اپنے دور میں مقامی لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی۔ان کے والد **جواہر شیخ** کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس سلسلے کے اولین محرکین میں سے تھے۔

.2حضرت نظام الدین بن عمرالدین

حضرت نظام الدین اپنے والد کے جانشین اور ایک جید عالم دین تھے۔

- **علمی خدمات :** ان کے دور میں یہ خاندان "شیخ" اور "مخدوم" کے القابات سے مشہور ہوا۔انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔
- **روحانیت :** آپ کے بارے میں روایات ملتی ہیں کہ آپ نے اپنے وقت کے بڑے صوفیا سے فیض حاصل کیا اور اپنے عمل سے شریعت و طریقت کا نمونہ پیش کیا۔

.3حضرت محمود شاہ بن نظام الدین

یہاں سے اس خاندان میں **"شاہ "** کا لقب مستقل طور پر نظر آنے لگتا ہے، جو ان کی بلند روحانی حیثیت (Sufi Master) کی علامت ہے۔

- **اثر و رسوخ :** شاہ محمود کے دور میں اس خاندان کا روحانی فیض دور دور تک پھیل گیا۔
- **مرکزیت :** انہوں نے خانقاہی نظام کو منظم کیا اور مسافروں و طالبِ علموں کے لیے لنگر اور تعلیم کا انتظام کیا۔

4. حضرت صالح بن محمود شاہ

حضرت صالح، مشہورِ زمانہ بزرگ **شاہ آمین الدین** کے والدِ ماجد ہیں۔

- **شخصیت :** آپ نہایت خاموش طبع اور زاہد انسان تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ عبادت و ریاضت میں گزرا۔
- **تربیت :** شاہ آمین الدین جیسی عبقری شخصیت کی ابتدائی تربیت حضرت صالح ہی کی مرہونِ منت تھی، جنہوں نے اپنے بیٹے کو مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی روشناس کرایا۔

تاریخی و علاقائی اہمیت

یہ پورا سلسلہ نسب **بہار** کی صوفیانہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔

- **سلسلہ طریقت :** یہ خاندان عموماً **سلسلہ چشتیہ** یا **قادریہ** سے وابستہ رہا ہے (مختلف شاخوں کے لحاظ سے)۔
- **مقام :** ان بزرگوں کے فیض کا اصل مرکز **کو ٹلوار** اور اس کے گردونواح کے علاقے (آرہ، پٹنہ، منیر) رہے ہیں۔
- **سند :** ان بزرگوں کے نام بہار کے قدیم تذکروں جیسے "تذکرہ اولیائے بہار" یا خانقاہوں کے قلمی شجروں میں محفوظ ہیں۔

ان میں سے ایک بزرگ ہمارے اجداد میں سے ہیں۔ حتمی طور پر کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ واللہ اعلم ورسولہ

حضرت **عبدالخالق بن جواہر شیخ** کا تعلق برصغیر کے ان قدیم علمی گھرانوں سے ہے جو اپنے نسب کا سلسلہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بھائی **حضرت عقیل بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ سے جوڑتے ہیں۔ تاریخی طور پر اس خاندان کے افراد کو "**عقیلی**" یا "**شیخ**" کہا جاتا ہے۔

آپ کے خاندان کا **مرکز** عام طور پر **ردولی** (ضلع بارہ بنکی، یوپی، انڈیا) یا اس کے مضافاتی علاقے رہے ہیں، جہاں آپ کے بزرگوں نے علمِ دین اور تصوف کی ترویج کی۔

حضرت عبد الخالقؒ کی اولاد

تاریخی شجروں اور خاندانی روایات کے مطابق، حضرت عبد الخالق کی نسل سے برصغیر کے کئی معزز علمی خانوادے پروان چڑھے۔ ان کے صاحبزادوں کے نام درج ذیل ہیں:

1. **شیخ جلال (یا جلال الدین)** : آپ کی اولاد میں سے بہت سے لوگ صاحبِ علم اور صاحبِ تصوف ہوئے۔
2. **شیخ مخدوم ثانی** :(بعض روایات میں انہیں مخدوم ثانی کے لقب سے پکارا گیا ہے)۔
3. **شیخ مبارک** :ان کا تذکرہ بھی قدیم ریکارڈز میں ملتا ہے۔

خاندان کی خصوصیات

- **عقیلی سلسلہ** : یہ خاندان "عقیلی" کہلاتا ہے کیونکہ یہ حضرت عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں۔
- **علمی خدمات** :اس خاندان کے افراد اکثر قاضی، مفتی اور صوفی مشائخ کے عہدوں پر فائز رہے۔
- **ہجرت** :اس خاندان کی مختلف شاخیں وقت کے ساتھ ردولی سے نکل کر الہ آباد، لکھنؤ اور قیامِ پاکستان کے بعد کراچی و دیگر شہروں میں آباد ہوئیں۔

ایک اہم نکتہ :قدیم شجروں میں بعض اوقات ایک ہی نام کے متعدد افراد ہوتے ہیں یا ناموں کے ہجے (Spellings) میں معمولی فرق ہوتا ہے۔

حضرت عبد الخالق بن جواہر شیخ کا شجرہ نسب برصغیر کے ان قدیم اور معتبر شجروں میں سے ہے جو براہِ راست **حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** (برادرِ اصغر حضرت علی کرم اللہ وجہہ) تک پہنچتا ہے۔ اس خاندان کو تاریخ میں **"عقیلی علوی "** یا **"شیخ "** کے لقب سے پہچانا جاتا ہے۔

ذیل میں ان کے شجرہ نسب کی ترتیب اور اس سے جڑی اہم معلومات درج ہیں:

شجرہ نسب کی ترتیب (اوپر کی جانب)

1. **عبدالخالق**
2. بن **جواہر شیخ**
3. بن **عمرالدین**
4. بن **نظام الدین**
5. بن **محمود شاہ**
6. بن **صالح**
7. بن **آمین الدین**
8. بن **اسحاق**
9. بن **عبداللہ**
10. بن **محمد**
11. بن **حضرت عقیل بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)**

شجرہ سے متعلق اہم تاریخی حقائق

- **خاندانی لقب:** اس شجرہ سے تعلق رکھنے والے افراد اکثر اپنے نام کے ساتھ **"شیخ "** یا **"عقیلی "** لکھتے ہیں۔ برصغیر میں "شیخ" کی اصطلاح عموماً ان خاندانوں کے لیے استعمال ہوتی تھی جو عربی نژاد تھے اور علم و قضا (عدالت) کے شعبوں سے وابستہ تھے۔

- **علمی مرکز :** اس خاندان کا قدیم مسکن بنیادی طور پر **ردولی** (ضلع بارہ بنکی، ہندوستان) رہا ہے۔ ردولی کو "مخادیم کا شہر" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں حضرت عبد الخالق کے خاندان کے کئی بزرگ (مخادیم) **مدفون ہیں**۔

- **روحانی نسبت :** یہ خاندان نہ صرف نسبی لحاظ سے معتبر ہے بلکہ روحانی طور پر بھی تصوف کے مختلف سلسلوں (چشتیہ اور قادریہ) سے جڑا رہا ہے۔ حضرت عبد الخالق کے بزرگوں میں سے کئی حضرات اپنے وقت کے نامور صوفی گزرے ہیں۔

- **عقیلی شاخیں :** محمد بن عقیل کی نسل سے ہونے کی وجہ سے یہ شاخ **"محمدی عقیلی "** کہلاتی ہے۔ تاریخِ اسلام میں حضرت عقیل کی اولاد نے علمِ لغت، نسب اور فقہ میں بہت نام پیدا کیا۔

اولاد اور پھیلاؤ

حضرت عبد الخالق کی اولاد کے بارے میں تذکروں میں ملتا ہے کہ ان کے صاحبزادے **شیخ جلال** اور **شیخ مبارک** کے ذریعے یہ سلسلہ آگے بڑھا۔ ان کی نسل کے لوگ بعد ازاں ہندوستان کے مختلف علاقوں جیسے:

- لکھنؤ

- الہ آباد (کڑا مانک پور)

- حضرت **عبد الخالق** اور جواہر شیخ کے خاندان کی **ردولی** (یوپی) سے **سمبڑیال** (ضلع سیالکوٹ، پاکستان) منتقلی کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے اور یہ برصغیر کی بڑی سماجی و سیاسی تبدیلیوں سے جڑی ہوئی ہے۔

- اس خاندان کے سمبڑیال پہنچنے کے حوالے سے دو اہم پہلو ہیں:

- .1 **علمی اور سرکاری خدمات (مغل دور)**

- قدیم دور میں عقیلی اور علوی خاندانوں کے افراد اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ میں **قاضی**، **مفتی** اور **محصل** (ٹیکس افسر) کے عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔

- روایات کے مطابق، اس خاندان کی کچھ شاخیں **مغل بادشاہوں** (بالخصوص شاہ جہاں یا اورنگزیب) کے دور میں انتظامی ذمہ داریوں کے سلسلے میں خطہ پنجاب کی طرف **منتقل** ہوئیں۔
- سیالکوٹ اور اس کے مضافات (جیسے سمبڑیال) اس زمانے میں **علمی مراکز** تھے، جہاں ان بزرگوں کو جاگیریں یا منصب عطا کیے گئے، اور وہ یہیں آباد ہو گئے۔
- **.2 اشاعتِ دین اور ہجرت**
- اس خاندان کے بزرگوں کا سمبڑیال پہنچنے کا ایک بڑا سبب **روحانی مشن** بھی تھا۔
- یوپی (ردولی و لکھنؤ) سے بہت سے صوفی منش بزرگ پنجاب کے قصبات میں آ کر بس گئے تا کہ وہاں **تعلیم و تربیت** کا کام کر سکیں۔
- سمبڑیال چونکہ ایک **قدیم** تجارتی اور زرعی راستہ تھا، اس لیے یہاں کی پر امن فضا اور مقامی آبادی کی عقیدت نے ان بزرگوں کو **مستقل قیام** کی ترغیب دی۔
- تاریخی حقیقت یہ ہے کہ یہ خاندان دراصل **لاہور سے ردولی گیا تھا، نہ کہ ردولی سے لاہور آیا تھا۔**
- اس سفر کی تفصیل کچھ یوں ہے:
- **.1 لاہور آمد (ابتدائی دور)**
- حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کی اولاد میں سے کئی بزرگ تبلیغِ اسلام کی خاطر عرب سے خراسان اور پھر وہاں سے **غزنی** کے راستے **لاہور** پہنچے۔ اس دور میں لاہور علم و عرفان کا مرکز بن چکا تھا۔ شیخ جواہر اور ان کے بزرگ ایک طویل عرصے تک لاہور میں مقیم رہے اور یہیں سے ان کی علمی شہرت پھیلی۔
- **.2 لاہور سے ردولی (یوپی) ہجرت کی وجہ**
- شیخ جواہر کے خاندان کے ردولی پہنچنے کے پیچھے دو بڑی وجوہات تھیں:

- **سلاطینِ دہلی کی دعوت :** جب ہندوستان میں مسلم حکومت (خاندانِ غلاماں اور خلجی دور) مستحکم ہوئی، تو انہوں نے لاہور کے جید علماء اور مشائخ کو سلطنت کے نئے شہروں (دہلی اور اودھ / یوپی) میں آباد ہونے کی دعوت دی تاکہ وہاں تعلیمی اور عدالتی نظام (قضا) قائم کیا جا سکے۔

- **حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ اور دیگر مشائخ کا فیض :** یوپی کا علاقہ "ردولی" اس زمانے میں صوفیاء کا گڑھ بن رہا تھا۔ شیخ جواہر کے خانوادے کے بعض بزرگ روحانی فیض کی طلب میں یا اپنے مرشدین کے حکم پر لاہور سے ہجرت کر کے ردولی منتقل ہو گئے۔ وہاں جا کر اس خاندان نے تدریس اور قضاوت (جج بننا) کے شعبوں کو سنبھالا، جس کی وجہ سے انہیں وہاں **"مخدوم "** اور **"شیخ "** کے القابات ملے۔

- **.3ردولی سے واپسی (سمبڑیال کی طرف سفر)**

- ردولی میں کئی نسلیں گزارنے کے بعد، اس خاندان کی کچھ شاخیں (جن میں پیر زین العابدینؒ اور شہاب الدینؒ کے آباؤاجداد شامل تھے) دوبارہ پنجاب کی طرف واپس آئیں۔ اس واپسی کی وجوہات درج ذیل تھیں:

- **مغل انتظامیہ :** مغل دور میں جب پنجاب (لاہور اور سیالکوٹ) کو انتظامی طور پر اہمیت ملی، تو ان علمی خاندانوں کو دوبارہ ان کے آبائی خطے (پنجاب) میں اہم عہدوں پر تعینات کیا گیا۔

- **سمبڑیال میں قیام :** سمبڑیال چونکہ سیالکوٹ اور وزیر آباد کے درمیان ایک اہم مقام تھا، اس لیے اس خاندان کے بزرگوں نے اسے اپنی سکونت کے لیے چنا۔

- **خلاصہِ سفر**

- **پہلا مرحلہ :** عرب / خراسان سے **لاہور** (ابتدائی سکونت)۔

- **دوسرا مرحلہ :** لاہور سے **ردولی** (علمی و سرکاری مشن اور وہاں مستقل سکونت)۔

- **تیسرا مرحلہ :** ردولی سے دوبارہ پنجاب کی طرف واپسی اور **سمبڑیال** میں مستقل قیام۔

- یہی وجہ ہے کہ آپ کے شجرے میں **شیخ جواہر** کا ذکر ملتا ہے جن کا تعلق لاہور کے علمی ورثے سے تھا، لیکن ان کی اولاد کا ایک بڑا حصہ ردولی کی مٹی میں نامور ہوا اور پھر وہاں سے سمبڑیال پہنچا۔

AI ریسرچ کے مطابق تو یہ کڑی معتبر ہے باقی واللہ اعلم و رسولہ

جناب زین العابدینؒ

سمبڑیال کی تاریخ مین ایک بڑی ہی عظیم روحانی شخصیت کا اسم مبارک زین العابدینؒ ہے۔ آپ کے نام سے ہی پورا قبرستان موسوم ہے۔ آپ مغل دور حکومت میں جہانگیر کے دور حکومت میں ابقید حیات تھے۔ علاقے میں اس وقت ہندوؤں کی بڑی تعداد تھی۔ آپ بڑے جلالی بزرگ تھے عموما جمال کا پہلو بھی غالب رہتا۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ بادشاہ کے عمائدین آپ کے حلقہ میں شامل تھے۔ اس دور میں سوہدرہ کو ایک مرکزی مقام حاصل تھا۔ جب بادشاہ اس علاقہ میں آتا تو آپ کے ہاں دعا کے لئے حاضری ہوتی۔

آپ کے پاس اپنے بھی آتے اور غیر بھی۔ ایک ہڑو قوم تھی جو کہ مغل تھے وہ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو انہوں نے آپ کا دربار بنانا چاہا لیکن عمارت نہیں بنتی تھے۔ آپ کو اس طرح پسند نہیں تھا۔ اور اتنا نمایاں ہونا نہیں چاہتے تھے قبر تھی اور پختہ تھی۔

وہاں کے مجاور جن کا نام عطائ محمد تھا جو کہ بڑے بزرگ تھے اور ان کی عمر بھی کافی تھی انہوں نے راقم محمد طاہر ہاشمی کو خود بتایا تھا کہ جب آپ کا مقبرہ نہیں بنتا تھا اور جب کوئی کوشش کرتا تو وہ عمارت گر جاتی تھی۔ پھر ایک بزرگ جو آپ کے ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان سے درخواست کی گئی کہ آپ سے اجازت لے دیں۔ انہوں نے رات وہاں قیام کیا اور دعا کی صبح فرمانے لگے کہ کام شروع کرو چنانچہ کام شروع کر دیا گیا یہ کام اس وقت ہوا جب سیمنٹ پائیدار کی بوری 2 روپے یا اڑھائی روپے کی آتی تھی۔ یہ بات پہلے مزار شریف کے بارے مین ہے اب تو اس جگہ سے کوئی 8 یا 10 فٹ اونچا نیا دربار بنا ہے۔ تو پھر خیر خیریت سے مزار شریف بن گیا۔

ہمارے علاقہ کی ایک بڑی جانی پہچانی شخصیت جناب محمد صدیق صاحب جو سٹیل کے برتنوں کا کارخانہ چلاتے ہیں نے بتایا تھا کہ ہم حضرت کے مرید ہیں اور ہمارے داداجان اور والد صاحب نے وہاں کام کیا ہے۔ اپنے والد کا بتایا کہ ان کے ساتھ ایک اور مستری بھی کام کر رہا تھا مارشل لا کا زمانہ تھا اس کے پاس ایک پستول تھا کہ اچانک کسی نے مخبری کر دی وہ اس وقت دربار شریف پر کام کر رہے تھے۔ جب اس نے پولیس دیکھی تو کانپنے لگا میرے والد صاحب نے پوچھا معاملہ کیا ہے اس نے بتایا کہ میرے پاس پستول ہے تلاشی میں وہ باریاب ہو جائے گا تو بڑی سزا ہو جائے گی۔ والد صاحب کہنے لگے وہ مجھے دو آج حضرت کی کرامت کا پتا چلے گا۔ اگر بچ گئے تو ٹھیک ورنہ ہم ان کا دربار نہیں بنائیں گے۔ انہوں نے وہ پستول لیکر قریب ہی ایک جگہ چھپا دیا۔ اب پولیس آئی انہوں نے پوچھ گچھ کی اور تلاشی لی پر کوئی ہتھیار برآمد نہ ہوا۔ تلاش کرتے کرتے وہ عین اس جگہ پر پہنچے اور تلاش کی ادھر والد صاحب نے قبلہ زین العابدینؒ سے استمداد کی کہ حضور آج نظر کریں۔ پولیس پارٹی نے خوب تلاش کیا کہنے لگے کہ ہاں یہاں ہی دبایا تھا۔ میں نے ساتھی کو کہا کہ سچ بولو اس نے کہا ہاں جی۔ انہوں نے کہا اب کدھر ہے۔ وہ کہنے لگا یہاں ہی ہے تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملا پھر ڈانٹ پلا کر کہ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہو واپس چلے گئے۔ جب ہم کام سے واپس جانے لگے تو اس نے کہا تم نے میرا ہتھیار گم کر دیا ہے۔ میں نے کہا ادھر آؤ اسے وہاں سے اٹھا کر دے دیا۔ کہنے لگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ولی سنتے نہیں اور مر کر مٹی ہو گئے ہیں آج پتا لگا کہ وہ زندہ بھی ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ اس نے کہا آج سے میں بھی انکا مرید ہوں۔ ہمارے سارے بزرگ انہیں کے اردگرد مدفون ہیں۔

نقل تحریر چچا محمد نواز صاحب قریشی

ایک عرصہ سے میری خواہش تھی کہ اپنے خاندان کے حالات لکھوں تاکہ آنے والی نسلیں اپنے خاندان کے متعلق جان جاسکیں کہ ہمارے آباؤاجداد کون تھے انکے مشاغل کیا تھے؟ اور معاشرے میں انکی حیثیت کیا تھی؟ بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا ماخذ کچھ خاندانی روایات ہیں۔ جو سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں۔ جن کا ذکر بزرگوں کی زبان سے سنا ہے۔ علاوہ ازیں میرے عزیزوں کی تحویل میں پرانے قلمی کاغذات ہیں۔ جن سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ یہ قلمی نسخے فارسی زبان میں شکستہ خط میں تحریر ہیں۔ جن کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل کام ہے بوسیدہ اور پرانے ہونے کی وجہ سے اکثر الفاظ مٹ گئے

ہیں۔ مکمل طور پر پڑھی نہیں جاسکتیں۔ یہاں ان کا صرف مفہوم ہی لکھا جاتا ہے۔ میں نے اس خاندانی ورثہ کا بڑی سنجیدگی سے مطالعہ کیا ہے۔ اور خاندانی حالات قلمبند کئے تاکہ میرے عزیز خاندانی تاریخ سے روشناس ہو سکیں۔ میں ان احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے پرانے کاغذات میرے حوالے کئے تاکہ میں انکو پڑھ کر تاریخی مواد احاطہ تحریر میں لاسکوں۔

ہمارا خاندان ہاشمی قریشی ہے

اس حقیقت کی تصدیق ہمارے دو بزرگوں نے کی ہے۔

ہمارے خاندان کے ایک بزرگ علی اکبر ولد غلام نبیؒ ہوئے ہیں۔ آپ نہایت بزرگ خدارسیدہ درویش تھے۔ بندہ نے انہیں دیکھا ہوا ہے۔ آپ اکثر گلے میں قمیص نہ پہنتے تھے۔ صرف ایک چادر اوڑھتے تھے۔ آپ نے کتاب معراج نامہ لکھی ہے۔ ان کا وصال 1940 میں ہوا تھا۔ کتاب نظم کی شکل میں ہے۔ 1908 میں شائع ہوئی تھی۔ راقم کتاب نے معراج نامہ اپنے والد صاحب غلام نبی کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں جناب علی اکبر صاحب نے اپنا خاندانی نسب نامہ فارسی اشعار میں لکھا ہوا ہے۔ جو کہ شجرہ نسب محمد مسلم بن عقیل سے ملا کر عبد المناف تک ہے۔ اسے کسی دوسری جگہ کتاب دیکھ کر نقل کروں گا کتاب میرے بھائیوں کے پاس ہے اور اسکے علاوہ ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب مرحوم نے تحریر چھوڑی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ ہمارے بزرگ اعلیٰ شیخ سلیمان صاحب کا سلسلہ نسب حضرت محمد) مسلم (بن عقیلؓ ابی طالب سے ملتا ہے۔

خاندان ہاشم عرب شریف میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ یہی خاندان کعبۃ اللہ کا محافظ رہا ہے۔ جناب سید الانبیأ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے تشریف لانے کے بعد تو اور بھی اس خاندان کو اللہ کریم نے عزت و توقیر سے نوازا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲۹) ترجمہ: ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (بقرۃ)

انہی میں مبعوث ہوئے۔ یہ بشارت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی۔ جو کہ اللہ جل شانہ نے پوری کر دی۔({رَبَّنَاوَ ابۡعَثۡ: اے ہمارے رب! اور بھیج۔} حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دُعا سیدِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے تھی۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اپنے حبیب، نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری ہوئی۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا حالانکہ حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خمیر تیار ہو رہا تھا، میں تمہیں اپنے ابتدائے حال کی خبر دوں، میں دعائے ابراہیم ہوں، بشارت عیسیٰ ہوں، اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھی اور ان کے لیے ایک بلند نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے ایوان اور محلات ان کے لیے روشن ہو گئے۔ (شرح السنۃ، کتاب الفضائل، باب فضائل سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ۷ / ۱۳، الحدیث: ۳۵۲۰)

اس حدیث میں دعائے ابراہیم سے یہی دعا مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آخر زمانہ میں حضور سید الانبیاء محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۹، ۱ / ۹۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

تفسیر صراط الجنان)

ہاشمی خاندان کو شرف ملا۔ چونکہ اسلام ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔ خصوصاً سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانہ پاک میں اسلام نے بہت ترقی کی اور بہت فتوحات ہوئیں۔ اسی فتوحات کے سلسلہ میں ہمارے بزرگ مجاہدین کی صف میں یا بصورت دیگر تبلیغ اسلام کی صورت میں بزرگ محمود غزنوی کے عہد حکومت میں سر زمین ہندوستان میں تشریف لائے۔ واللہ و علم!

چونکہ محمود غزنویؒ نے ہندوستان پر 1001ء میں پہلا حملہ کیا تھا۔ اسی طرح اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے جو 1025ء تک برابر جاری رہے۔ اس وقت عرب شریف پر خاندان بنو عباس حکمران تھے۔ ہندوستان پر راجہ جے پال اور انند پال

حکومت کرتے تھے۔ ہمارے بزرگوں کی ہندوستان آنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ یہاں کس غرض وغایت یا کس مقصد کے واسطے تشریف لائے واللہ اعلم!

وہ تلاش معاش یا تبلیغ دین کی خاطر یا سپہ سالاری میں تشریف لائے۔ اکثر ہمارے بزرگوں کا رحجان علمی مشاغل اور دینی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھنا رہا ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ علم طب اور خوشنویس اکثر رہے ہیں۔ پرانی کتابیں ظاہر کرتی ہیں کہ انکے خطوط بہت اچھے تھے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کے کئی بزرگ شہزادوں کے لئے اتالیق (استاد) مقرر ہوئے تھے۔ دینی اور تدریسی خدمات کی خاطر حاکم وقت نے ہمارے اسلاف کو بہت سی زمینیں بطور ہدیہ دی ہوئی تھیں۔ بہت سی زمین گجرات سیالکوٹ اور ہرات میں دی تھیں اور وظیفے کے طور پر بھی حاکم وقت نے مقرر کئے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں شاہی فرمان ہمارے خاندان کے پاس ہیں۔ یہ فرمان عالمگیر غازی۔ امین جان اور 1146ھ میں ایک فرمان احمد شاہ درانی والئے کابل کا ہے۔ اس طرح شاہ جہاں کا فرمان بحق شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز جو ہمارے روحانی پیشوا تھے۔ 19 رجب 1041ھ کا تحریر کردہ ہے۔

شیخ سلیمان

شیخ سلیمان ہمارے بزرگ اعلیٰ جو سمبڑیال میں سکونت پذیر ہوئے تھے ان کے کچھ حالات بزرگوں کی روایت کے مطابق تحریر ہیں۔ یہ شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا کہ ہمارے خاندان کی بقا اور اسکا پھیلنا پھولنا حضرت شیخ سید شہاب الدینؒ کا مرہون منت ہے۔ بزرگوں نے روایت کیا ہے کہ ہمارے بزرگ اعلیٰ حضرت شیخ سلیمانؒ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور انکے گھر اولاد کوئی نہ ہوئی تو آپ نے اپنے والد گرامی حضرت شیخ پیر زین العابدین قدس سرہ العزیز کی طرف رجوع کیا حضرت ملتجی دعا ہوئے کہ خدا مجھے اولاد دے۔ حضرت شیخ زین العابدینؒ نے فرمایا کہ آپ ایسی دعا کے لئے میرے پوتے شیخ شہاب الدین (جن کا مزار مبارک سمبڑیال قلعہ پر ہے ان کا مزار شاہ جہاں نے بنوایا تھا) کے پاس جائیں۔ چنانچہ حضرت سلیمانؒ شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے طالب ہوئے۔ چنانچہ پیر سالی میں انکی دعا کی برکت سے حضرت سلیمانؒ کی دو اولادیں ہوئیں۔ شیخ جان محمد اور شاہ قلی اور جناب شاہ قلیؒ لے لخت جگر جناب عبد النبیؒ شاہ جہاں کے استاد تھے انہوں نے اسے ابتدائی علوم پڑھائے یہ علاقہ کے قاضی تھے اور ان کا مزار گوجرانوالہ کے پاس ایمن آباد میں

ہے۔ جسے غلطی سے قاضی عبد النبی جو شاہجہاں کے قاضی القضات تھے سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ ہندوستان کے علاقہ میں تھے۔

بزرگوں کی دعا سے اولاد کا ہونا ناممکن نہیں بلکہ عطائے ربی ہے۔

یہ کوئی ناممکن کام نہیں اللہ کریم اپنے ولیوں کی برکت سے نوازتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اس طرح کا پورا واقعہ موجو ہے۔

(سورۃ الانبیاؑ میں ارشاد فرمایا:

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ رَبِّ لَا تَذَرْنِى فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ

اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔(89)

حضرت زکریا(علیہ السلام) بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو اکیلا خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی دعا کو قبول فرمایا اس لیے یونس (علیہ السلام) کے بعد حضرت زکریا(علیہ السلام) اور ان کے لخت جگر حضرت یحیٰی(علیہ السلام) کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام جب بڑی ہوئیں تو انہیں حضرت زکریا(علیہ السلام) کی کفالت میں دیا گیا۔ اس زمانے کے مذہبی رواج کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف لوگ تارک الدّنیا ہو کر مسجد اقصیٰ میں تعلیم و تربیت اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ ان میں وہ عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو دنیا کے معاملات سے الگ کر لیا ہوتا تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام انہی ذاکرات میں شامل ہو کر اپنے حجرے میں محو عبادت رہا کرتی تھیں۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام ان کے خالو حضرت زکریا(علیہ السلام) کے سپرد تھا۔ ایک دن زکریا(علیہ السلام) ان کے ہاں حجرے میں تشریف لائے تو ان کے پاس غیر موسمی عمدہ پھل دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ بیٹی مریم یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بلا حساب رزق سے نوازتا ہے۔ یہ سنتے اور اللہ کی قدرت دیکھتے ہی حضرت زکریا(علیہ السلام) کے رونگٹے کھڑے ہوئے اور وجود تھر تھرانے لگا اور بے ساختہ ہاتھ "اللہ" کے حضور اٹھے اور فریاد کرنے لگے کہ اے میرے رب! مجھے بھی اپنی جناب سے نیکو کار اولاد نصیب فرما یقیناً تو دعا سننے والا ہے زکریا(علیہ السلام) ابھی اسی حجرے میں نماز کی حالت میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ملائکہ کا نزول ہوا اور انہوں نے آپ کو یہ نوید سنائی کہ اے زکریا! خوش ہو جایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائیں گے جس کا نام یحییٰ ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی تصدیق کرے گا اور سردار ہو گا۔ نہایت ہی پاک باز، اپنے آپ کی حفاظت کرنے والا اور انبیاء میں سے ہو گا۔ بیٹے کی خوشخبری سناتے ہوئے ملائکہ نے یہ بھی کہا اس کا نام یحییٰ ہو گا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا۔ تو زکریا (علیہ السلام) حیرت زدہ ہو کر اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ بارِ الہٰ! مجھے کس طرح بیٹا نصیب ہو گا جب کہ میں بوڑھا اور میری بیوی جسمانی طور پر بچہ جننے کے لائق نہیں؟ ملائکہ نے خوشخبری سنائی تو تعجب کا اظہار فرمانے لگے مگر تعجب کا اظہار ملائکہ سے کرنے کے بجائے براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ کیونکہ اولاد دینے والا تو وہی ہے اور یہ خوشخبری بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ فرشتہ تو محض پیغام رساں ہے۔ زکریا (علیہ السلام) کے تعجب کے جواب میں ارشاد ہوا کہ میرے بندے! اللہ اپنے کام کو خود ہی جانتا ہے اور وہ اسی طرح ہی کرتا ہے جس طرح اس کی منشا ہوا کرتی ہے۔ پھر عرض کرنے لگے: اے رب! میرے لیے بیٹے کی کوئی واضح نشانی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارے کے علاوہ کلام نہیں کر سکو گے۔ ان ایام میں خاص طور پر صبح و شام اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکریہ ادا کرتے رہو۔ سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کا ذکر گرامی: حضرت یحییٰ (علیہ السلام) حضرت زکریا (علیہ السلام) کے صاحبزادے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا ثمرہ ہیں۔ جس عمر میں اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس عمر میں حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ (علیہ السلام) عطا کئے گئے اور نام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز ہوا۔ جو اس سے پہلے کسی شخص کا نام نہ تھا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ کریم نے یہ ایک مثال بنادی دنیا کے لئے کہ ولی جس جگہ رہتا ہے وہ برکات کی حامل ہو جاتی ہے۔ وہاں سیدنا زکریاؑ کی دعا کرنا اللہ کریم نے نبی کی سنت بنادی ہے۔ کیونکہ حضرت سیدہ مریمؑ ولیہ تھیں نبیہ نہیں تھیں۔ کیونکہ کوئی عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ نبی صرف مرد ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ!)

دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام شیخ جان محمدؒ اور دوسرے لڑکے کا نام شہ قلیؒ رکھا۔ شاہ قلی کا بیٹا شیخ عبد النبیؒ (یہ بزرگ شاہ جہاں کے اتالیق تھے جنہوں نے اسے ابتدائی دینی تعلیم دی تھی۔) تھا شاہ قلیؒ کا یہ لخت جگر سمبڑیال چھوڑ کر کسی دوسری جگہ آباد ہو گیا تھا مزید معلومات نہیں ملیں۔ (راقم محمد طاہر ہاشمی نے ایک آپا جی سے راولپنڈی میں ملاقات کی تھی جب عزیزم شفقت رسول کی پاسنگ آؤٹ پریڈ ہوئی تو کرنل ولایت جو حبیب پور کے تھے اور اس وقت راولپنڈی میں مقیم تھے

۔انکے گھر وہ محترمہ تشریف لائیں تھیں جو کہ ایک کرنل کی بیوی تھیں اور کینٹ کے سکول میں ہیڈ مسٹرس تھیں ہاشمی قریشی خاندان کی بہت نیک و پارسہ خاتون تھیں اور حضرت شاہ قلیؒ کی اولاد سے تھیں انہوں نے بتایا تھا کہ ہزارہ کے علاقہ اور راولپنڈی کے قرب وجوار میں انکی اولاد ہے۔ان سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ہم محمد بن عقیل کی اولاد ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل بطور ریفرنس استعمال ہوا ہے۔واللہ اعلم!

شیخ جان محمدؒ

دوسرے بیٹے شیخ جان محمدؒ سے ہمارا سلسلہ نسب چلتا ہے۔سنا ہے کہ جب شیخ جان محمد پیدا ہوئے تو صغر سنی کے عالم میں ہی تھے کہ والدین کا انتقال ہو گیا۔چونکہ شیخ جان محمد کی ولادت شیخ شہاب الدینؒ کی روحانی برکات سے ہوئی تھی۔اس لئے شیخ شہاب الدینؒ نے بچے کی پرورش قبول کی۔

یہاں ایک بات بڑی اہم ہے:

نسب کا دارومدار شہرت پر ہوتا ہے۔ شجرہ نسب کی ضرورت نہیں۔ شجرہ نسب تو جعلی بھی بن جاتا ہے۔ آپ اپنے والد صاحب کی بات پر اعتبار کریں۔"سید" یا"شاہ" کوئی ذات نہیں ہے۔(مفتی عبد القیوم ہزاروی) کوئی بات حد شہرت کو پہنچ جائے تو اسکا ابطال ممکن نہیں ماننے والوں کے لئے تو دلیل ہے اور نہ ماننے والوں کا علاج نہیں۔اور اگر شجرہ ہو تو سونے پر سہاگہ۔تو۔بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت پیدائشی ولی تھے۔ آپ اپنا انگوٹھا شیخ جان محمدؒ کے منہ میں دے دیا کرتے تھے اور وہ چوستے رہتے تھے اسی طرح انکی پرورش اللہ کے حکم سے ہوتی رہی۔یہ بات اس پورے محلہ میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھے۔(راقم محمد طاہر ہاشمی اور برادر محترم محمد عارف ہاشمی نے کم و بیش سات سال اس محلہ میں دینی خدمات سر انجام دی ہیں تو آپکی کرامات کا تذکرہ بہت سے افراد سے سنا ہے۔) شیخ شہاب الدینؒ عرف نیکو کارہ نے انہیں اپنا متبنیٰ اور فرزند لطفی بنالیا تھا۔حضرت شیخ جان محمد نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ شیخ شہاب الدین کی رفاقت میں صرف کیا۔رنج وراحت میں انکے ہمراہ شریک رہے۔سیر وسیاحت میں بھی شریک رہے ان خدمات کے صلے میں

جانشینی

حضرت موصوف نے انہیں اپنا خلیفہ بنالیا تھا اور وصیت کی کہ انکی زندگی کے بعد شیخ جان محمدؒ کی اولاد نذر و نیاز کی وارث ہوگی اور ساتھ یہ بھی تاکید کی شیخ جان محمدؒ کی اولاد مریدین کو اور عقید تمندوں کو نماز روزہ اور دیگر مذہبی امور کی ترغیب و تربیت دینے کی پابند ہوگی۔ نیز بعد از وفات جاروب کشی بھی ان پر لازم ہوگی۔ ہمارے خاندان کی بقا اور وسعت شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز عرف نیکو کارہ کی مرہون منت ہے۔ اس لئے جب تک شیخ شہاب الدینؒ کی زندگی پر روشنی نہ ڈالی جائے تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔

قطب وقت حضرت شیخ شہاب الدین سہر وردیؒ عرف نیکو کارہ

پرانے کاغذات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ 1004 ھ میں بقید حیات تھے۔ یہ مغل بادشاہ اکبر اعظم کا زمانہ تھا۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ کے والد بزرگوار کا نام حاجی حضرت شیخ پیر محمد نیکو کارہؒ تھا۔ اور دادا کا نام شیخ زین العابدینؒ تھا نیکو کارہ انکی کنیت تھی۔ شیخ پیر محمد عرف نیکو کارہ کا روضہ سمبڑیال میں نہیں ہے۔ یہاں سے نقل مکانی کر کے ملتان کی طرف چلے گئے تھے۔ غالباً شیخوان شریف ریاست بہاولپور میں انکا مزار ہے۔ شیخ زین العابدین قدس سرہ العزیز کا روضہ سمبڑیال میں ہے۔ شمال کی جانب قبرستان میں حضرت کا مزار مبارک ہے۔ اور انکے نزدیک ہمارے بزرگ چچا صاحب محمد عظیم والد بزرگ حکیم برادر محمد سعید و عبد المجید صاحبان کی قبر ہے جو بلکل نزدیک ہے۔ اور ماسٹر محمد سعید و عبد المجید صاحب کے داداجان کی قبریں حبیب پور میں ہیں جو سمبڑیال کا قریبی گاؤں ہے۔ حضرت شیخ کا یہاں تشریف لانا معلوم نہیں ہو سکا غالباً عرب سے تشریف لانے کے بعد ایران سے اوچھ شریف تشریف لائے آپکا تعلق مخدوم جہانیاں جہان گشت سے تھا۔ آپ سادات کرام سے تعلق رکھتے ہیں۔

کرامات کا ظہور

چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے۔ آپ سے عجیب کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان دنوں سمبڑیال میں بزرگوں کے فرمودات کے مطابق

ایک قوم ہڑو تھی۔ قوم ہڑو سمبڑیال میں زمینوں کے مالک تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب کی آزمائش لیناشروع کر دی۔ سنا ہے کہ انہوں نے بلی کا گوشت حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کو اس کا علم ہو گیا آپ نے بلی کو زندہ کر دیا اسی طرح گھوڑیوں کو کہا مر جاؤ وہ مر گئیں آپ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ سانپوں کا چابک بنانا اور دیوار پر بیٹھ کر اس کو کہا چل میری گھوڑی وہ چل پڑی آپکی مشہور کرامتیں ہیں جو نسل در نسل اس محلے کے لوگوں کی زبانوں پر عام تھیں۔

آپ نے اس ہڑو قوم کے حق میں بددعا کی کہ تم لوگ سمبڑیال میں نہیں رہ سکتے۔ لاچار وہ زمینوں کو چھوڑ کر یہاں سے چلے گئے۔ جو رہ گئے ان کے حالت ناگفتہ رہی۔

آپؒ جوانی میں ہی بعارضہ چیچک اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!۔ آپ کا روضہ شاہی حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ آپ کی خدمت گذاری کے واسطے دو لونڈیاں بادشاہ وقت نے دی تھیں۔ جنکے نام انور خاتون اور حنیفہ خاتون تھے۔ ان کے مرقد بھی روضہ کے باہر ہیں اور ایک قبر جو پیروں کے نیچے ہے وہ حضرت شیخ جان محمدؒ کی ہے۔ آپکی کرامات کا ظہور وفات کے بعد بھی ہوتا رہا ہے۔ آپ کی وفات کے سو سال بعد روضہ کی وراثت میں جھگڑا ہوا۔ تنازہ کے معاملہ میں قفل کا کھل جانا یہ آپ کی کرامت کا نتیجہ ھے۔

ہمارے خاندان کے اکثر افراد اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آپ کے مزار مبارک پر چالیس دن حاضری دینے سے حاجات پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ قرب ولی کی تاثیر ہے۔ اسی طرح بعض احباب کا خیال ہے کہ خاندان کی خوشحالی روضہ پر حاضری دینے میں ہے۔ آپکے ارادتمندوں کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔ آپکے عقیدتمندوں مندوں میں شاہان وقت کے نمائندے بھی شامل تھے۔

حضرت شیخ جان محمد کے حق میں حضور شیخ نے چند تحریریں چھوڑی ہیں۔ متن انکا فارسی زبان میں ہے۔

ترجمہ اقرار نامہ وصیت حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز

حضرت مخدوم جہانیاں عقل و صحت کی درستی کی حالت میں یہ اقرار نامہ جو شرعی لحاظ سے صحیح اور معتبر ہے منکہ شیخ شہاب الدین ولد پیر محمد عرف نیکوکارہ جو خاکپائے خاندان سہروردیہ اور خادم خلفائے راشدین اور زمین و زمان کے دائرے کا قطب ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں اس بات کا کہ ہمارے یار و وفادار اور فرزند نیکوکار شیخ جان محمد اس دنیا کے خیر خواہ کے متبنیٰ اور فرزند لطفی ہیں۔ شروع سے اب تک یہ راست گو میرے رنج و غم وراحت کے شریک اور سیر و سیاحت کے رفیق رہے ہیں۔ اس بنا پر بغیر کسی جبر بلکہ اپنی مرضی اور خوشی سے فرزند مذکور کو اور اس کی آل و اولاد کو میں نے اجازت دی ہے کہ مجھ خاکسار کی موجودگی اور عدم موجودگی، زندگی اور موت کے بعد سلسلہ مریدین اور عقید تمندوں کی جماعت کو نماز و روزہ و ذکر و اذکار اور دیگر اوراد کی تعلیم و ترغیب میں مشغول رکھیں خاص طور پر اس خاندان کے طریقے کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے جاری رکھنے کے لئے سرگرم رہیں۔ اس خاکسار کی وفات کے بعد درگاہ کی جاروب کشی کی خدمت وغیرہ اپنے ذمہ لازم اور ضروری جانیں۔ ان خاندان کے تمام محبان اور خادم فرزند مذکور کو مستقل خلیفہ اور خاکسار کا قائم مقام جانیں۔ اور اس کی فرمان برداری کو فرض طریقت سمجھیں۔ دینی اور دنیاوی امور میں کسی قسم کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور نذر نیاز کا جو قدیم طریقہ ہے بلاشرکت غیر ان کے لئے مسلم سمجھیں کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا موجب ہو گا۔ دوسرے جو کوئی وراثت یا خلافت میں فرزند مذکور یا اسکی آل و اولاد کے ساتھ شرکت کا دعویٰ کرے گا۔ اللہ کے نزدیک نا قابل قبول اور شرعاً مردود ہو گا۔ اس بنا پر یہ چند کلمات بطور تملیک اور ہبہ نامہ اور خلافت نامہ لکھ دئے ہیں تا کہ خلیفہ مذکور اور اسکی آل اولاد کے لئے سند رہے۔

قط کان ذالک فی التاریخ ۵ ذی الحج 1003ھ مقدس

گواہ شد گان

فقیر جعفر خادم حضرت شاہ وریا خیاط صادق چیمہ حکیم وڑائچ اللہ بخش نجار غلام مصطفےٰ

مہر علی خواجہ شیخ عبد الغنی

ہندو گواہان جن کے نام ہندی زبان میں درج ہیں

کوئی اپنے بارے کیسے جان سکتا ہے کہ وہ وقت کا قطب ہے ؟

یہاں ایک بات جاننا از بس ضروری ہے کہ کوئی اپنے بارے کیسے جان سکتا ہے کہ وہ وقت کا قطب ہے ؟

روز آفرینش سے اللہ کریم جل مجدہ الکریم نے ایک سنت رکھ دی ہے کہ ہر روز نئی معلومات اور علم کا ظہور ہوتا ہے۔ سیدنا آدمؑ سے لیکر آج تک کیا ایک ہی طرح کے حکم احکام، علم و فہم و حکمت رہی ہے ؟ جوب یقیناً یہی ہو گا نہیں۔ کیوں کیونکہ ہر گھڑی تنوع ہو تا جارہا ہے اور خالق ارض و سمأ کے انوار کی نئی جلوہ گری ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر دور مین ایک یا زیادہ انبیأ علیہم التسلیمات کو مبعوث کرنا پڑا اور ان میں سے 313 رسولان گرامی قدر علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور شریعت میں تنوع پیدا کیا۔ ماشأاللہ

سید المرسلین ﷺ کے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں آنا اس لئے اس میں نئی جہتیں پیدا فرمادیں۔ مختلف علوم و فنون منصۂ شہود پر آئیں ان کے لئے نئی اصلاحات آئیں۔ قرآن و سنت کو ہی دیکھ لیجئے تمام اصلاحات نئی ہیں جو کہ قرآن و سنت میں نہیں انکی اصل ہو سکتی ہے پر کیا وہ تمام تعریفیں ایسے ہی ہیں جیسے آجکل مروج ہیں جوب ہے نہیں؟ وقت کے مطابق انکا ظہور ہوا۔ بلکل اسی طرح علم تصوف میں بھی ہوا۔ جہاں اس نے باقائدہ ایک الگ صنف کی حیثیت اختیار کی اس کی ضروریات اور اصطلاحات میں تبدیلی آگئی۔

مجھے کیسے علم ہوا کہ میں ایم۔اے پاس ہوں ؟ بھئی یونیورسٹی نے مجھے سند دی اس میں تمام تفصیلات لکھ دیں امتحان لئے۔ مراحل طے ہوئے پھر ایک درجہ فکس ہوا اس پر انتخاب ہوا۔ اسی طرح شیخ الجامعیہ، ہیڈماسٹر، پرنسپل، شیخ الاسلام، شیخ طریقت، شیخ المشائخ یہ سب عہدے اور مقامات ہیں ان کے لئے لیاقت اور قوانین کے مطابق امتحانات ہیں پھر نتائج اور آخر میں تقرری ہے۔ جس کے بعد انکو اپنے مراتب کا علم ہو جاتا ہے۔

اللہ کی قدرت کے بے شمار نظام ہیں انسانی عقل سے ماوراٗ جیسے فرشتوں کا نظام، ملائکہ مقربین کا نظام، کراماً کاتبین کا نظام وغیرہ اسی طرح کا ایک نظام اللہ کے خاص بندوں جنہیں اولیاٗ اللہ کہتے ہیں کا ہے۔ چنانچہ سورہ الکہف 18 نمبر میں آیت 65 میں ارشاد فرمایا

فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا

پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو واں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا کیا تھا۔

جمہور کے قول کے مطابق اس بندے سے مراد حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں اور احادیث صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے جیسا کہ ہم پہلے صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:74، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:4707، سنن الترمذی رقم الحدیث 3149 صحیح مسلم رقم الحدیث 2380 بعض غیر معتبر لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جس سے ملنے گئے تھے وہ خضر نہیں تھے کوئی اور عالم تھے اور بعض لوگوں نے کہا وہ ایک عبادت گزار بندے تھے اور صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت خضر تھے۔ مجاہد نے کہا ان کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو ارد گرد کی چیزیں سرسبز ہو جاتی تھیں۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ جب وہ سفید پوستین (جانور کی کھال کی قمیص، چغہ) پر نماز پڑھتے تو اس کے نیچے سے سبزہ اگنے لگتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: 3151، مسند احمد ج2 ص312، المسند الجامع رقم الحدیث:14715 علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے اس حدیث میں سفید پوستین سے مراد روئے زمین ہے۔

اب یہ وہ نظام ہے جس پر نص قرآن ہے یہاں اتنی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی۔

سوال یہ کہ قطب کو کیسے پتا لگا؟ مختصر جواب یہ ہے حضور سیدی غوث الثقلینؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

دَرَسۡتُ الۡعِلۡمَ حَتّٰی صِرۡتُ قُطۡبًا

وَنِلۡتُ السَّعۡدَ مِنۡ مَّوۡلَی الۡمَوَالِ

'میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہو گیا اور میں نے خداوند تعالٰی کی مدد سے سعادت کو پالیا۔'

فَمَنْ فِیْ اَوْلِیَآءِ اللّٰہِ مِثْلِیْ

وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصَرُّفِ حَالِیْ

یہ ایک مثال ہے۔ یہ علم مخفی جب کوئی طے کر لیتا ہے تو اس کو بھی سند مل جاتی ہے۔ اور اسے احوال کا علم ہو جاتا ہے۔

'تو اولیاء اللہ میں سے کون میری مثل ہے؟ اور کون میرے علم اور تصرف میں میرے حال کو پہنچا ہے۔' یہ بھی تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔

قطب کی حقیقت

تصوف کی کتابوں میں قطب کا ذکر کسی نہ کسی رنگ میں ضرور آجاتا ہے۔ اس اصطلاح اور اس منصب کی وضاحت کر دینا مناسب ہے۔

''اجابۃ الغوث'' علامہ شامیؒ، جلد دوم صفحہ 265:

فَالْاَقْطَابُ جَمْعُ قُطْبٍ.... وَھُوَ فِیْ اِصْطِلَاحِھِمْ اَلْخَلِیْفَةُ الْبَاطِنُ وَھُوَ سَیِّدُ اَھْلِ زَمَانِہٖ، سُمِّیَ قُطْبًا لِجَمْعِہٖ لِجَمِیْعِ الْمَقَامَاتِ وَالْاَحْوَالِ وَدَوَرَانِھَا عَلَیْہِ، مَاْخُوْذٌ مِنْ قُطْبِ الرَّحٰی الْحَدِیْدَةِ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَیْھَا .... اَلْقُطْبُ فِیْ اِصْطِلَاحِ الْقَوْمِ اَکْمَلُ اِنْسَانٍ مُتَمَکِّنٌ فِیْ مَقَامِ الْفَرْدِیَّةِ تَدُوْرُ عَلَیْہِ اَحْوَالُ الْخَلْقِ

اقطاب قطب کی جمع ہے.... اور صوفیا کی اصطلاح میں قطب باطنی خلیفہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کا سردار ہوتا ہے۔ اسے قطب اس بناپر کہتے ہیں کہ وہ تمام احوال و منازل سلوک طے کر چکا ہوتا ہے۔ مخلوق کے تمام مقامات و احوال اس پر گردش کرتے ہیں۔ یہ لفظ لوہے کی اس سلاخ (کلّی) سے ماخوذ ہے جو چکی کے درمیان ہوتی ہے جس کے گرد چکی کا پاٹ چکر کاٹتا ہے۔........ قطب صوفیا کی اصطلاح میں کامل و اکمل انسان ہوتا ہے جسے مقام فردیت حاصل ہوتا ہے۔ مخلوق کے احوال اس پر گردش کرتے ہیں۔

ان اللہ کے بندوں کو علم ہوتا ہے کہ انہیں کس مقام پر فائز کیا گیا ہے۔واللہ اعلم اس پر پوری کتاب تصنیف ہوسکتی ہے۔ بہر حال

نوٹ سن عیسوی کے مطابق 1583ء کا سال تھا اکبر اعظم مغلیہ

تقریباً ایک سو سال گذرنے کے بعد مدعیوں نے دعویٰ مزار کی حفاظت کا اور دیگر زمین جو کہ تھی اس پر آکر دعویٰ کیا کہ ہم عزیز رشتہ دار حضرت شہاب الدینؒ کے ہیں۔اس دعویٰ کی تحریر فارسی میں اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے تا کہ پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو جائے

ترجمہ: حضرت مخدوم جہانیاں

ہم شیخ کبیر و شیخ دولت اور شیخ عبد الطیف عرف نیکو کارہ اس وجہ سے صحیح معتبر شرعی اقرار کرتے ہیں کہ جب غفران پناہ قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت شیخ شہاب الدین نیکو کارہ خلفائے قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین جو دائرہ زمین و زمان کے قطب ہیں اپنی زندگی اور موت کے بعد خدمت اور نذر و نیاز اور جاروب کشی اور چراغ جلانے کی خدمت مقبرہ میں اور دیگر متعلقہ امور جو شیخ جان محمد اور راسکی اولاد کو متبنیٰ اور فرزند لطفی اور خادم اور خلیفہ مستقل اور قائم مقام سمجھتے ہوئے۔خود حضرت شاہ صاحب نے عطا کیا اور بخشا ہے ہم جو کہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ کی وفات کے سو سال بعد دعویٰ فرزندی کر کے محمد فاضل بن شیخ جان محمد و گل محمد و شیر محمد بن شیخ ادریس محمد بن شیخ جان محمد مرحومین کے پاس سمبڑیال گئے۔اور دعویٰ وراثت اور بزرگوں کی نذر و نیاز کا دعویٰ کیا اور جھگڑا اور قبضہ برپا کیا۔تمام مریدوں اور خادموں نے جو دریا چناب کے آر پار رہتے ہیں۔اس ہنگامے اور مقدمے کا اظہار کیا۔چوہدری دھرم چند و چوہدری محمد پناہ کے پاس جاکر مقدمے کا اظہار کیا۔چوہدریوں نے جواب میں کہا کہ طرفین کو مولوی صاحب محمد حنیف اور مولوی محمد حسن اور میاں عبد الرشید اور قاضی وجیہ الدین وغیرہ اور دیگر عالمان و فاضلان جو کہ سیالکوٹ میں ہیں انکے پاس روانہ کریں۔

جب ہم نے چوہدریوں کے فرمانے کے مطابق مولوی صاحبان اور قاضی صاحب کے پاس جاکر اس مقدمہ کو پیش کیا۔ مولوی صاحبان اور قاضی صاحب اور دیگر فضلاؑ نے نص و کتاب و حدیث رسول ﷺ کے مطابق طرفین کو فرمایا کہ قبروں کی نذر و نیاز بطور خیرات کے ہے جو ورثہ وراثت نہیں بلکہ ارادت ہے جس کے ساتھ مجموعی طور پر خادموں عقید تمندوں اور ملازموں محبوں کی ارادت ہو۔ نذر و نیاز اسکے حوالے کریں۔ جب ہم مریدوں کے حال سے آگاہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ ظاہری اور باطنی رغبت محمد فاضل و گل محمد اور شیر محمد مذکورین سے رکھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پیر نے اپنی بیعت کا حق خود حضرت شیخ جان محمد اور اسکی اولاد جو کہ حضرت کے فرزند اور خلیفہ ہیں تفویض کر دیا ہے۔ ہم جو کہ قلیل یا کثیر فائدہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس مقدمہ کو پھر چوہدریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ چوہدریان موصوفان نے کہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ خود حضرت شاہ شہاب الدین کرینگے اس شرط پر مزار شریف کے دروازے میں قفل لگا دیا جائے اور متنازعین میں سے ایک ایک فرد قفل کے نیچے دامن پھیلائے جس کے دامن میں قفل گر پڑے مزار کی وراثت اور جو اسکے متعلقات ہیں حاصل کرے۔

پہلی باری ہماری مقرر ہوئی مذکورہ شرط کے مطابق ہم میں سے ہر ایک نے اپنا دامن تالا کے نیچے پھیلا دیا۔ لیکن مقصد کی چابی ہم میں سے کسی کے ہاتھ نہ آئی۔ اب باری دوسرے فریق کی تھی جو کہ محمد فاضل و گل محمد اور شیر محمد کی تھی تو انہوں نے اپنا دامن مراد پھولوں سے بھر لیا۔ آہنی قفل رب العالمین کی مہربانی اور حضرت شاہ صاحب کی تائید غیبی سے ان کے دامن میں گر پڑا۔ ہم نے یقین سے جانا کہ یہ چیز صرف انکی عنائت سے ہے اور ہمارا جوش و خروش کرنا بے فائدہ ہے۔ اس لئے گرد و نواح کے تمام ہندو و مسلمان جو اس واقع کے عینی گواہ ہیں ان کے سامنے اپنی رضا و رغبت سے دست برداری کا یہ دعویٰ لکھ دیا ہے کہ یہ چیز ہماری قسمت میں نہیں ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی خواہ ہمارے لڑکوں کی اولاد ہو یا دختر زادے ہوں اگر ان کے ساتھ یا ان کی اولاد کے ساتھ دعویٰ کریں تو شریعت عظمیٰ اور ملت بیضا اور جمیع فقرأ کے بموجب جھوٹے اور دروغ گو ہوں گے۔ لہذا یہ چند حروف بطور لا دعویٰ کے لکھ دئے ہیں تاکہ آئندہ کے لئے حجت پیدا نہ ہو۔

تحریر کی تاریخ 4 جمدی الثانی 1115ھ

گواہ شدگان

چوہدری دھرم چند چوہدری محمد پناہ سورت سنگھ کرم چند پہر چند ابراہیم سید نور محمد رام سنگھ

محمد جعفر عبداللہ وڑائچ

دستخط شیخ کبیر شیخ دولت شیخ عبدالطیف عرف نیکو کارہ

ساکنان بہرا مکے گھمن مدعیان

نوٹ یہ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا دور تھا ۱۶۹۵ء

بادشاہ وقت اور دیگر امراٗ اور رؤسا شیخ شہاب الدین اور انکے خلیفہ شیخ جان محمد اور اسکی اولاد سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ حکمران وقت نے اپنی عقیدت کی بنا پر ہمارے بزرگوں کے ذریعہ معاش کے لئے اراضی اور وظائف مقرر کئے۔ شہنشاہ عالمگیر غازی نے دو لونڈیاں حنیفہ خاتون اور انور خاتون عطا فرمائیں تھیں اور ان کے اخراجات کے لئے چالیس بھگہ زمین پر گنہ سیالکوٹ سے دی تھی۔ اسی طرح احمد شاہ درانی عالئے کابل نے بھی زمین اور رقوم دی تھیں۔ اس سلسلہ میں دو عدد شاہی فرمان کی نقول درج کی تھیں۔ فرمان کی اصل تحریر واضح طور پر پڑھی نہیں جاتی کیونکہ کاغذ پرانا اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے الفاظ مٹ گئے ہیں۔ ان کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

عدالت عالیہ

عالمگیر بادشاہ مہر
غازی

ع

جملہ شہنشاہی جاگیر داران و گروریان پرگنہ سیالکوٹ

مضاف بصوبہ پنجاب باعلان

بکوجب بلا دانست و مرقوم ہفتند ہم ربیع الثانی ۴۶ سنہ جلوس والا بتاریخ پژدہم شہر رمضان سنہ

مکرر اراضی مقدس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چہل بیگہ زمین افتادہ قابل زراعت خارج جمیع از پرگنہ مذکور از

خریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذریعہ مدد معاش مسمات حنیفہ خاتون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وگیرہ حسب۔۔۔۔۔مقرر گشتہ

تابدانست واقعہ عمل نمودہ

اراضی مستور راہیچوں محدود نمودہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بصرف اینہا کراطلب مطمئن و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معیشت نمودہ در

قالت۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مونطیت نمودہ دانستہ حسب المسطور بعمل آمدبست و ہفتم شہر رمضان سنہ جلوس والا

اسی طرح کے کئی خطے اراضی کے بادشاہان وقت سے بطور معاش ملے۔ لیکن ہمارے بزرگوں نے صرف خدا اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دین کی خاطر زمینداری کو ترک کر دیا اور وہ زمین دوسرے لوگوں نے اپنے تصرف وقبضہ میں کر لیں۔ یہ بزرگ صرف خدا اجل شانہ اور اسکے رسول مقبول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دین کی خاطر ان چیزوں کو ہیچ تصور کرتے تھے اور بالکل ادھر توجہ نہ دیتے تھے۔ واللہ واعلم!

ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب رح

جناب ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب مرحوم ہمارے خاندان کے اہم رکن تھے۔ آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ طبیب، خوش نویس، ادیب اور ہومیوپیتھک ڈاکٹر تھے۔ آپ دنیوی معاملات میں بہت دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ اکثر احباب ان کے قیمتی مشورہ کے خواہاں رہتے تھے۔ آپ 1974ء میں حج بیت اللہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن قضائے الٰہی سے فراغت حج کے بعد مکہ شریف میں انتقال فرماگئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنے اس خاندان کے متعلق کافی

تحریر چھوڑی ہے۔جو تحریر چھوڑی اس میں جو باتیں پہلے جناب محمد نواز قریشی صاحب نے بیان کی ہیں تکرار کی غرض سے کچھ باتیں چھوڑ دی ہیں اور جو انہوں نے بیان نہیں کیں وہ بیان کی جاتی ہیں۔

باقی تحریر میں انکے تقریباًوہی باتیں ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں البتہ انہوں نے یہ لکھا کہ مزار مبارک کے فیصلہ سے پہلے چوہدری صاحبان نے ارد گرد کے دیہات اور علاقہ مذکورہ میں منادی کراوئی کہ مزار شیخ شہاب الدین نیکوکارہ کا فیصلہ ہو رہا ہے۔اس لئے تمام لوگ بلا مذہب وملت اس فیصلہ کو دیکھنے میں شامل ہوں۔چنانچہ لوگ مقرر وقت پر پہنچے اور کثیر تعداد میں لوگوں نے وہ منظر دیکھا۔

مزید برآں یہ فرماتے ہیں کہ یہ کاغذ جس کی تحریر اس وقت سے جب انہوں نے تحریر لکھی سے تقریباً تین سو سال کے قریب پرانا ہے۔انکے پاس اصل موجود ہے۔فرماتے تھے کہ جو صاحب اپنی آنکھوں سے وہ نوشت دیکھنا چاہے وہ دیکھ سکتا ہے۔یہ تحریر جمادی الاول 1115ھ کی اب تک (اس وقت) موجود ہے۔اسکے حاشیہ پر تمام مدعیان اور گواہان اہل اسلام و اہل ہنود کے دستخط اور نشان انگوٹھے موجود ہیں۔

نوٹ؛اس وقت سمبڑیال میں چوہدری دو طرح کے تھے مسلمان اور ہندو

مزار مبارک کی بہت سی زمین تھی۔ایک شاہی فرمان جو کہ احمد شاہ درانی والئے کابل کی طرف سے تحریر ہے۔اس میں بہت زمین اور پرگنہ گجرات کا معاملہ بطور نذر و وظیفہ دیا گیا تھا۔ایسے ہی اور شاہی فرمان تھے۔بہت عرصہ تک ہمارا خاندان اپنی روحانی برکات سے مشہور رہا اور تمام وظائف حاصل ہوتے رہے مگر بعد میں ہمارے اباؤ اجداد نے مذکورہ جائیداد پر قبضہ نہ رکھا اور وہ تمام زمین دوسرے برسر اقتدار لوگوں نے حاصل کرلی۔ہمارے خاندان کا اصل مشغلہ علم دین اور طب و کتابت تھی۔جو اب تک خاندان میں موجود ہے۔جو فرمان مغلیہ خاندان کی طرف سے جاری کئے گئے تھے۔ان میں ایک شاہ جہاں بادشاہ بحق شاہ شہاب الدین نیکوکارہ 1041ھ کا اصلی قلمی اور دوسرا فرمان بادشاہ عالمگیر غازی امین جان کی طرف سے 27 رمضان 1146ھ اصلی موجود ہے۔باقی بہت سے شاہی کاغذات گم ہو گئے ہیں۔

چونکہ ہمارے بزرگ اپنی ذاتی مزدوری سے اپنا گذارہ کرتے تھے اور شاہی عطیات سے کوئی فائدہ نہ حاصل کیا۔بلکہ بہت سی جاگیریں چھوڑیں اور دنیوی لالچ اور حرص و ہوا کے بندے نہ بنے۔اپنی کمائی پر گزر اوقات کی ورنہ اب تک ہمارے

مریدوں کی خاص تعداد یہاں موجود ہے مگر ہمیں ان سے کوئی لالچ نہیں بلکہ بے غرض محبت ہے۔ اب بھی ہم آپ کا عرس مبارک وہاں جا کر اپنی ذاتی کمائی سے ہی کرتے ہیں۔

ہماری اولاد سرسبز اور باوقار زندگی گذر رہی ہے۔ جیسا کہ میرے والد مکرم و معظم مرحوم و مغفور یونانی طبیب تھے اور کاتب تھے۔ انہیں تاریخی واقعات سے دلچسپی تھی۔

انہوں نے الشیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز کی شان میں پنجابی کلام کیا ہے۔

حضرت شاہ شہاب الدین داساڈے اتے سایہ

جنہاں نے دین دنی کے قرب حضوروں پایا

چالی دن جو وقت فجر دے اس روضہ تے جائے

جو مراد منگے سوئی رب تھیں اوہو پاوے

نوٹ؛ ہمارے خاندان میں سے میاں محکم دین صاحب کی اولاد نرینہ کوئی نہیں تھی اس لئے انہوں نے اپنا ایک لڑکا اپنایا ہوا تھا جو ان کے سسرال میں سے تھا۔ ان کا نام حکیم اروڑا (کرم الہیٰ) تھا جو اپنے وقت کے بہت بلند پایا شاہی طبیب تھے ان کی اولاد بھی ہمارے خاندان سے متعلق ہے۔ ان کے لڑکے حکیم حسن دین بھی زبردست طبیب تھے۔ اور انکے لڑکے عبدالمجید صاحب بھی طبیب ہیں۔ ان کی اولاد ماشاءاللہ بہت تعلیم یافتہ ہے۔

نورالحق (عرف میاں روڈا)

محمد نواز قریشی صاحب کی مطابق

جناب نورالحق صاحب کے نام میں اختلاف ہے۔ کیونکہ جناب محمد نواز (مرحوم) کے پاس ایک عدالتی کاغذ کی نقل موجود ہے۔ جس میں نورالحق صاحب کی ولدیت عبداللہ ولد فضل دین لکھی ہوئی ہے۔ جناب میاں نورالحق 1853ء میں بقید حیات تھے۔ آپکی رہائش مزار شاہ شہاب الدینؒ کے مشرق کی طرف تھی۔ پرانے مزار میں ایک کھجور کا درخت تھا جو

جنوب مشرق کی جانب تھا اس طرف آپکی رہائش تھی عند الوقت تحریر محمد نواز یہ مکان مقبول احمد کے تصرف میں تھا۔ جگہ تھوڑی ہونے کی وجہ سے ارد گرد کے مکان انہوں نے خرید لئے اور اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دئے تا کہ وہ اپنے علیحدہ مکان بنالیں۔

جناب الہیٰ بخش صاحب کو مزار کے مغرب کی طرف جگہ ملی تھی۔ جناب حافظ نور محمد کو اصلی جدی مکان دیا گیا۔

جناب عبد اللہ صاحب کو مسجد کی مغرب جگہ دی گئی۔ جناب محمد بخش کو مسجد کے سامنے کی جگہ جولاہوں سے خرید کر دی گئی۔

جناب الہیٰ بخش صاحب کو مکان کی تعمیر کرنے کی جگہ پسند نہ آئی۔ لہذا آپ نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کر دی اور موضع حبیب پور جو کہ بیلہ میں نزدیک ہی تقریباً 6 سات میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لے گئے اور وہاں دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ جب نور الحق بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے اپنے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور کہا میری پیر سالی میں اچھی طرح دیکھ بھال کرنا اگر چاروں صاحبزادوں سے کسی نے والدین کی خدمت میں چشم پوشی کی تو وہ وراثت سے محروم ہو جائیگا۔ چنانچہ ان کے چاروں لڑکوں نے اقرار نامہ تحریر کر دیا۔

حضرت میاں نور الحق صاحبؒ دینی خدمات سر انجام دیتے تھے۔ مریدوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ ان کی نذر و نیاز ہی ذریعہ معاش تھا۔ شیخ شہاب الدینؒ کے روضہ سے بہت سے مرید اور معتقد تھے۔ جو نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ چنانچہ اس آمدنی کے حصول کے سلسلہ میں بعض دفعہ آپس کی شکایات بھی پیدا ہو جاتی تھیں چنانچہ اس ضمن میں میاں فیض بخشؒ کی نوشت حسب ذیل ہے:

منکہ میاں فیض بخشؒ نوشتہ کو دمید ہم اگر کسے را مرید اں بموجب رضامندی خویش وارادت خاص نذر و نیاز باہر کسیکے از مجاوران

حضرت شاہ شہاب الدینؒ مرحوم جیوبدہد، ہیچ کس را بدیگر غرض نیست لہذا بطریق سند خود نوشتہ دادم

تحریر فی التاریخ 6 ہاڑہ ب1902 　1845ء

العبد

فیض بخش

آنچہ در متن است نیست دارم العبد جعفر کان، حیات خان

جناب میاں نور الحق صاحبؒ نے کافی لمبی عمر پائی تھی جب آپ بہت بوڑھے ہو گئے تو آپ نے اپنے بیٹوں پر اپنی دیکھ بھال لازم کر دی۔ چنانچہ اس سلسلہ مین ایک تحریر موجود ہے۔جو 1853ء میں لکھی گئی تھی۔

پرانے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے 1869ء میں اس دار الفنأ سے دار لبقا کی طرف سفر رحلت اختیار کیا۔ آپ کو شیخ زین العابدین سے خاص عقیدت تھی۔ آپ ان کے مزار پر جا کر دعا گو ہوتے تھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔

جب آپ کا انتقال ہوا توان کو مزار کے مشرقی پہلو میں دفن کیا گیا۔ شیخ زین العابدین صاحب قدس سرہ العزیز کا روضہ سمبڑیال کے شمال کی طرف ہے قبرستان بہت بڑا ہے اس میں کئی دفعہ مٹی ڈالی گئی آپ کی قبر کی مرمت نہ ہو سکی اور یہ زمین کے ساتھ ہی پیوست ہو گئی جب مزار زین العابدین کی مرمت کی گئی تو احاطہ کو ہموار کیا گیا تو قبر کا نشان بھی نہ رہا اب وہاں ہموار صحن ہے۔ اس صحن مین کافی قبور ہیں جو ہمارے ہی خاندان کی تھیں جو معدوم ہو گئی ہیں اور مزار کے احاطہ میں ہیں۔

شجرہ جناب نور الحقؒ

نور الحق(میاں روڈا)
المعروف عبداللہ

الٰہی بخش | حافظ نور محمد | عبداللہ | محمد بخش

جناب الٰہی بخشؒ

جناب الٰہی بخشؒ صاحب نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کردی کیونکہ وہ ان کے لئے ناکافی تھی۔آپ حبیب پور چلے گئے وہاں آپ دینی تعلیم دیتے رہے۔کہا جاتا ہے کہ حبیب پور کے چوہدری صاحبان جو کہ حضرت شیخؒ کے عقیدتمند تھے انہوں نے آپ کو حبیب پور میں مدعو کیا تھا کہ وہاں دینی خدمات سرانجام دیں۔ واللہ اعلم!

آپ کے چار فرزند تھے

الٰہی بخش

غلام نبی | محمد علی | کرم الٰہی | فضل الٰہی

1۔غلام نبیؒ

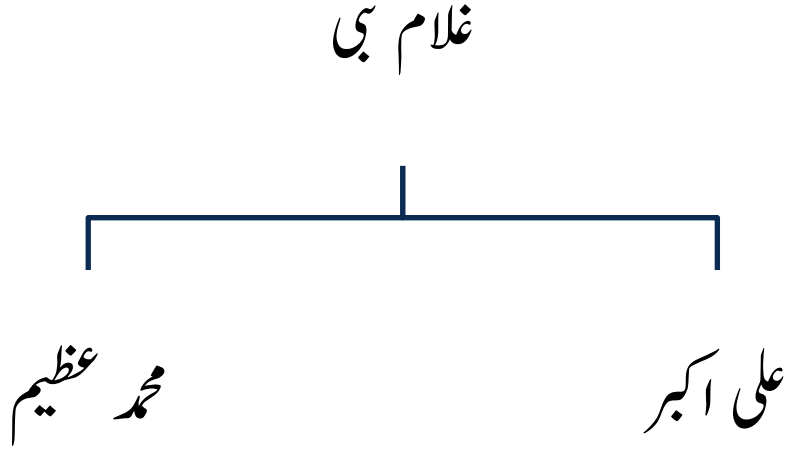
2۔ محمد علیؒ

3۔ کرم الٰہی

4۔ فضل الٰہیؒ

اور آپکی ایک بیٹی تھی جن کا نام زینب بی بیؒ تھا۔

شجرہ غلام نبیؒ



محمد نواز صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے غلام نبی صاحب کو دیکھا ہوا ہے۔

آپ فارسی پر خصوصی عبور رکھتے تھے اور نہایت دیندار اور پابند شریعت تھے۔آپ دراز قد تھے اور بٹالہ والوں کے مرید ہوگئے تھے اس طرح آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں تھی۔

جب کہ حضرت شیخ شہاب الدینؒ کا سلسلہ سہروردیہ تھااور سلسلہ نقشبندیہ میں بھی فیض یافتہ اور صاحب ارشاد تھے۔

جناب غلام نبیؒ کو جناب سید الاولیاؒ حضرت محبوب سبحانی الشیخ سید عبد القادر الجیلانی قدس سرہ العزیز سے خصوصی تعلق تھا۔آپ ہر گیارہویں شریف کا اہتمام بڑے اہتمام سے فرماتے تھے اور ختم پاک کافی لمبا پڑھتے تھے۔آپ کا انتقال 1941ء میں ہوا تھا۔آپکی قبر حبیب پور میں ہے۔قبر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ قبلہ کی طرف جھکی ہوئی ہے۔

علی اکبرؒ (المعروف کھنڈی والی سرکار)

جناب علی اکبر صاحب بہت خدا یاد بزرگ تھے۔ اکثر وہ اپنے اوپر ایک چادر رکھتے تھے اور نہایت سادہ زندگی گذارتے رہے۔ جو کچھ ملتا خدا کی راہ میں تقسیم کر دیتے۔ ان کی شادی چندر کے میں ہوئی تھی جن کا نام زینب بی بی تھا جو کہ محمد علیؒ صاحب کی صاحب زادی تھیں۔

جناب علی اکبرؒ کو حضور الشیخ سید عبد القادر الجیلانیؒ قدس سرہ العزیز سے عشق تھا اور اکثر ختم شریف غوثیہ یا قادریہ بڑے ذوق و شوق سے ادا فرماتے تھے۔ آپ ورد و وظائف کے بڑے پابند تھے۔ معراج نامہ کتاب آپ نے تصنیف فرمائی اور ظہور اکبر بھی چھپوائی۔ آپ کو فارسی اور عربی کا کافی علم تھا۔ آپ کی قبر بھی اپنے والد گرامی کے بلکل ساتھ ہے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ بیلہ میں آپ کے کافی مرید تھے۔ آپ احرام کی سی شکل میں رہتے تھے۔ یعنی تہبند اور ایک ان سلی چادر پہنتے تھے۔ درود شریف کبریت احمر جو سیدنا حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانیؒ نے تصنیف کیا ہے۔ بڑھی کیفیات میں پڑھتے تھے۔ معراج نامہ 1908ء میں چھپوایا تھا اور اپنے والد گرامی قدر کے نام سے شائع کروایا۔ لیکن اس کے بعد اس کی دوبارہ اشاعت کسی نے نہیں کروائی۔ حالانکہ صدقہ جاریہ کے طور پر یہ کام کروایا جانا چاہیئے تھا۔ اس معراج نامہ کے آخر میں شجرہ نسب بیان کیا ہے جو اشعار کی شکل میں ہے۔ وہ محمدؓ (ریفرنس مسلم بن عقیلؓ) سے ملتا ہے۔ اس شجرہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خاندان ہاشمی نسب کا حامل ہے۔

شجرہ لکھ کر انہوں نے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ باقی ان کے کسی بھائی نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔ حالانکہ تمام کے تمام صاحب علم تھے۔ آپکی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی البتہ ایک بیٹی تھیں جن کا نام کلثوم بی بیؒ تھا

وہ بڑی عالمہ تھین انکی شادی جناب عنائت اللہؒ صاحب قادر آباد گوجرہ منڈی میں ہوئی تھی۔ گاؤں کی بچیوں کو دینی تعلیم دیتی رہیں۔

محمد عظیمؒ

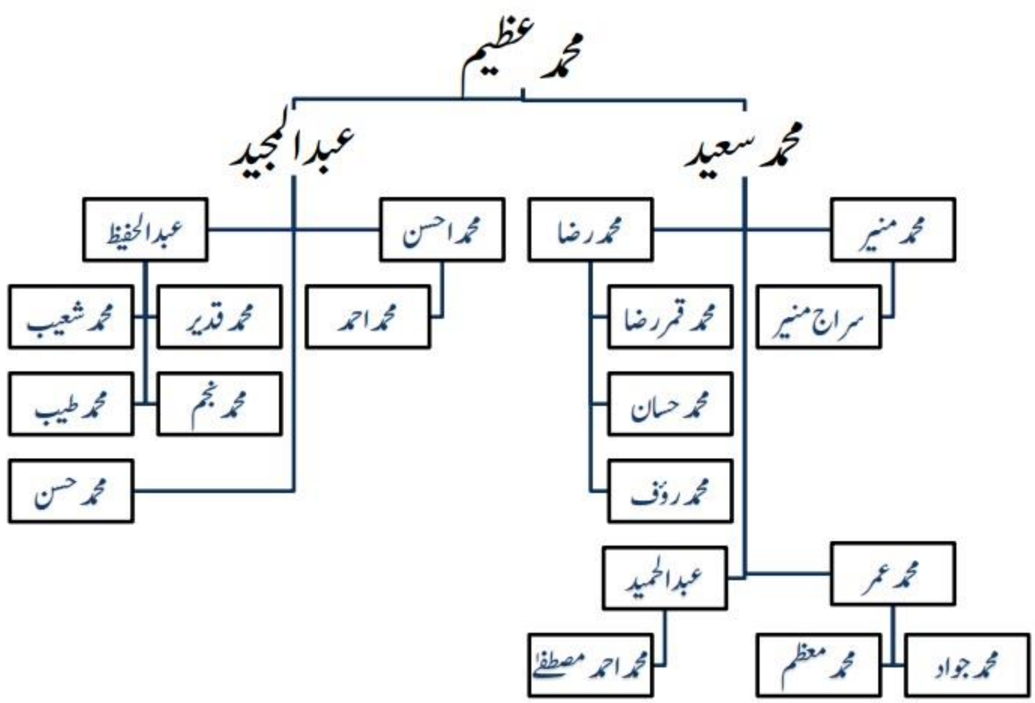
آپؒ ایک عظیم بزرگ تھے۔شب زندہ دار ذکر و فکر میں مصروف رہنے والے بزرگ تھے۔آپ بھی سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں بیعت تھے۔اپنے والد گرامی قدر کی بے انتہا خدمت کی اس کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی علی اکبرؒ صاحب کی تابع فرمانی ایسے کی گویا ایک مرید اپنے شیخ کی کرتا ہے۔بہترین خوش نویس تھے۔ جو کتب یا تحریرات علی اکبرؒ کی ہیں وہ زیادہ تر آپ کی قلم سے ہی نکلی ہیں۔ایک بہترین استاد تھے۔بچوں کو مسجد میں ساری زندگی قرآن پاک کی تعلیم دی یہ آپکا فن تھا یا کرامت کہ جو بچہ کہیں سے قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا تھا وہ آپ کی تلمیذ میں قرآن پاک پڑھنے لگ جاتا تھا۔انتہائی عبادت گذار تھے رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گذرتا۔رات کے آخری وقت مسجد میں تشریف لے جاتے اور ذکر و اذکار کرتے۔

حبیب پور کے لوگ آپ کا بے انتہا احترام کرتے تھے۔آپ کا طریقہ تبلیغ تقریر نہیں بلکہ نظر افکارانہ تھا۔جو بات فرماتے دل میں اتر جاتی۔وفات سے چند سال پہلے آپ نے سمبڑیال سکونت اختیار کر لی تھی۔ سمبڑیال میں چند سال زندہ رہے۔بہت ضعیف ہوگئے تھے اور بڑے کمزور تھے۔آپکا وصال غالباً یکم محرم 1979ء ہے۔آپ کی قبر حضرت زین العابدینؒ کی قبر کی پائینتی جانب 8، 10 قدم جانب جنوب تھی قبر کچی تھی اور سرہانے ایک چھوٹا سا شیشم کا درخت تھا۔اب قبر معدوم ہے۔کیونکہ قبرستان میں کوئی پانچ پانچ فٹ نئی مٹی ڈال دی گئی ہے۔

آپ اکثر مثنوی مولانا رومؒ پڑھتے تھے۔آپ کی آواز آخر وقت تک صحیح اور تندرست رہی۔بڑی رعب اور دبدبہ والی آواز تھی۔(راقم کے والد بزرگوار نور احمد ہاشمیؒ صاحب فرماتے تھے بندہ نے ایک دفعہ ان کے سرہانے ہما پرندہ دیکھا تھا۔) ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔کسی بزرگ نے آپ کو کہا تھا کہ اللہ اللہ کرنے سے دین و دنیا سنور جاتی ہے۔آپ ولی کامل تھے۔اکثر پند و نصیحت ہی فرماتے تھے۔آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں.بڑی مسعودہ ہاشمی جن کی شادی نور احمد ہاشمی صاحب سے ہوئی تھی۔بڑی پرہیز گار،

صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔اور دوسری فاطمہ بی بی جن کی شادی جناب اختر علی صاحب سے گوجرانوالہ میں ہوئی۔آپ بھی بڑی خوش کن طبیعت کی حامل تھیں۔بڑی صبر والی اور نیک و پارسا خاتون تھیں۔

شجرہ محمد عظیمؒ



ان کی زندگی میں ہی ان کے دونوں صاحبزادے برسر روزگار ہوگئے تھے۔دونوں ہی گورنمنٹ سکول ٹیچر تھے۔نہایت ہی لائق اور بڑے محنتی اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔عمائدین علاقہ میں شمار ہوتے ہیں۔

جناب محمد سعید صاحب کی صاحبزادے؛ محمد منیر، محمد رضا، عبدالحمید، محمد عمر

اور ایک ہی صاحبزادی ہے جس کا نام عزرا بی بی ہے

جناب عبدالمجید صاحب کے صاحبزادے؛ محمد حسن، محمد احسن، عبدالحفیظ جبکہ بیٹیوں کے نام۔ میمونہ بی بی، آمنہ بی بی، عائشہ بی بی،اور حمیرہ بی بی

محمد سعیدؒ

جناب محمد سعید صاحب ـــــء میں پیدا ہوئے۔آپ بڑے زیرک اور کمزور وجود کے بزرگ تھے۔انتہائی نیک اور پارسا تھے۔جوانی تک ااپ کا خط بہترین تھا۔عموماً سفید لباس زیب تن کرتے۔آپ نے میٹرک گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول سمبڑیال سے انتہائی امتیازی نمبروں سے پاس کیا اور سکول میں پہلی پوزیشن لی۔مدتوں تک آپ کا ریکارڈ رہا۔اس کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں ڈاخلہ لے لیا۔وہاں آپ حبیب پور سے اپنے برادر عزیز جناب عبدالمجید صاحب کے ہمراہ سائیکل پر ہی جاتے تھے۔کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں اپنی خالہ کے گھر قیام کیا۔ادھر سے آپ کو علم طب کا شوق ہوا تو پھر گورنمنٹ سے باقائدہ رجسٹرڈ پریکٹیشنر کے طور پر کوالیفائی کیا۔

،دتوں پہلے چک واں، پھر کچھ عرسی،ماجرہ بعدازاں حبیب پور اپنی پریکٹس کرتے رہے۔ماشاٗاللہ پریکٹس اچھی تھی اور اللہ کریم نے آپ کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی اس لئے دور دور سے لوگ آپ کے پاس علاج کے لئے آتے تھے۔علاوہ ازیں آپ نے ایس وی کا امتحان بھی پاس کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ گورنمنٹ ایس وی ٹیچر بھی تعینات ہوگئے تھے جو مختلف سکولز میں فرائض سر انجام دینے کع بعد جب سمبڑیال منتقل ہوگئے تو گورنمنٹ عوامی ہائی سکول میں ہی فرائض سر انجام دیتے رہے۔یہاں ہی سے آپ نے ریٹائر منٹ لی تھی۔اردو کے بہترین استاد تھے۔انکا طریقہ تدریس ڈیڈیکٹیو میتھڈ تھا۔اس کے علاوہ اسلامیات بھی پڑھائی۔

آپ کو جوانی میں ہی ایک تکلیف ہوگئی تھی جس کو ایفائی زیما کہتے ہیں۔اس میں انہوں نے بڑی ہمت اور جوانمردی سے زندگی گذاری اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی۔اور انتہائی صبر سے وقت گذارا۔آپ کا موش

طبع بزرگ تھے کسرت سے ذکر اور فکر آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ بہت عرصہ تک آپ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے جو فی سبیل اللہ ہوا کرتے تھے۔ حضور پیر سید طاہر علاؤالدین القادری البغدادی قدس سرہ العزیز کے دست حق پر بیعت کی۔اور ادارہ منہاج القرآن کی رفاقت اختیار کی۔ ادارہ سے عشق تھا۔آخر میں بہت نحیف ہوگئے تھے۔ بچوں نے بڑی خدمت کی باالخصوص محمد عمر اور اسکی فیملی نے۔آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی دو صاحب زادے ماشاٗاللہ ڈاکٹر بنے جناب محمد منیر ہاشمی نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل سے ایم بی بی ایس کیا اور جناب محمد رضا نے راولپنڈی میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ جبکہ جناب عبدالحمید صاحب نے ایم اے ایجوکیشن کیا اور جناب محمد عمر صاحب نے ایم اے انگلش ملتان سے کیا۔ دراصل بقول شاعر

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل

کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

اللہ کریم ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ سکون دے آمین۔ انکی قبر پر اپنی رحمتوں کی برسات فرمائے۔آمین !

محمد بخشؒ

جناب نور الحقؒ صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔انکی شادی گھڑتل میں ہوئی تھی۔ یہ خاتون میراں بخش اور امیر علی اور غلام قادر کی ہمشیرہ تھیں۔ان کے بطن سے احمد دین پیدا ہوئے۔ یہ انتقال کر گئیں تو انکے بعد جناب محمد بخش صاحب نے دوسری شادی دھونکل میں کی۔ اس شادی کے بعد محمد شریف انکے گھر پیدا ہوئے۔ اور ایک لڑکی بھی ہوئی جس کی شادی امیر علی ساکن گھڑتل سے ہوئی۔ جناب محمد بخش صاحب نے علیحدہ مکان تعمیر کرایا جو مسجد شیخ شہاب الدینؒ کے سامنے ہے۔ اور آجکل اس میں فاطمہ بی بی بنت احمد دین رہتی ہے۔ جناب محمد بخش نے زندگی کا زیادہ وقت ایک گاؤں کالا کپور والی میں گذرا تھا۔ یہ چھوٹا سا گاؤں

سمبڑیال سے چند میل کے فاصلہ شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔ وہاں آپ ایک مسجد میں دینی خدمات دیتے رہے۔ آپ ایک متقی بزرگ تھے ارد گرد و نواح کے لوگ آپکے روحانی فیض سے مستفید ہوتے رہے۔ وہاں کے ساکنان کا خیال ہے کہ جناب محمد بخش کی روحانی برکت سے سانپ کے کاٹنے سے نہیں مرتا۔ آپ نے فوت ہونے سے پہلے خواہش ظاہر کی کہ آپ کو حضرت زین العابدینؒ کے مزار کے اندر دفن کیا جائے۔ چنانچہ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو روضہ کے مغربی جانب پہلو میں دفن کیا گیا۔

بزرگوں سے سنا کہ آپ کا قد بڑا تھا جس چارپائی پر آپ کی میت رکھی ہوئی تھی وہ کافی بڑی تھی لیکن زین العابدینؒ کے مزار کا دروازہ بہت چھوٹا تھا۔ لیکن خدا کی قدرت سے چارپائی بمع میت چھوٹے دروازہ سے گذر گئی۔ لیکن دفن کرنے کے بعد چارپائی دروازہ سے نہ گذر سکی۔ خانقاہ کے اندر آپکی قبر بھی مٹ چکی ہے جو مزار کے فرش کے نیچے آگئی ہے۔

یہ کوئی انہونی بات نہیں اللہ کے بندوں پر اللہ کا کرم کچھ عجیب رنگ سے ہی ہوتا ہے۔ یہاں مجھے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی تدفین کا منظر یاد آگیا۔ اللہ اللہ وہ واقعہ کچھ یوں ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق ہی رکھا گیا اور یہ واقعہ سچا ہے، اس کا ذکر درج ذیل کتب میں موجود ہے:

السیرۃ الحلبیۃ، 3: 493

الخصائص الکبریٰ، للسیوطی، 2: 492

تاریخ دمشق الکبیر، ابن عساکر، 30: 436

مندرجہ بالا کتب میں واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا

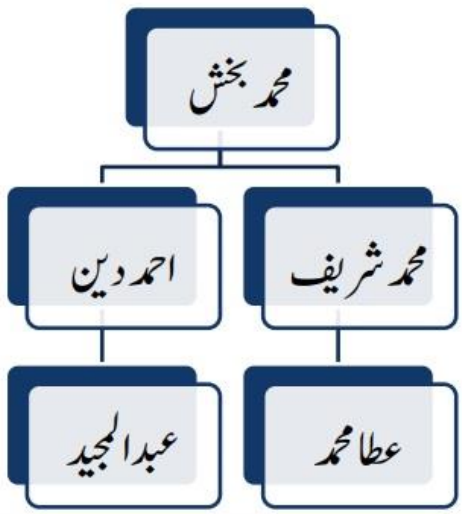
اور فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اس ہاتھ سے غسل دینا جس ہاتھ سے تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا، اور مجھے خوشبو لگانا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس پہنچا کر تدفین کے لیے اجازت طلب کرنا، اگر دیکھو کہ دروازہ کھول دیا گیا ہے تو مجھے وہاں دفن کر دینا، ورنہ واپس لاکر عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، تاوقت کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے روضہ رسول کے دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر آپ سے داخلے کی اجازت مانگ رہے ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ روضہ اقدس کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی حبیب کو اس کے حبیب کے ہاں داخل کر دو، بے شک حبیب ملاقاتِ حبیب کے لیے مشتاق ہے۔

یہ واقعہ سند ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔

نوٹ؛ پہلے دروازہ 2 فٹ اور اونچا اڑھائی فٹ کا ہو گا لیکن اب نئی عمارت میں دروازہ بڑا کر دیا گیا ہے۔

شجرہ محمد بخشؒ



حافظ عطا محمد صاحب نابینا تھے لیکن بچپن میں ہی اپنی خالہ کے گھر پروان چڑھے والدین بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ان کی خالہ کالا شاہ کاکو شریف کی مشہور گدی غالباً سرور صاحب تھے۔ان کے گھر تھیں۔حافظ صاحب اگرچہ نابینا تھے پر اپنی روزی روٹی محنت مزدوری سے کمایا کرتے تھے۔دریا اور نہروں گہرے پانیوں سے مچھلی پکڑ کر فروخت کیا کرتے تھے۔ہم نے بھی کئی دفعہ ان سے خریدی تھی اور انکی خدمت امی جان ضرور کر دیا کرتی تھیں۔وہ سمبڑیال میں میاں محمد فاضل صاحب کے گھر محلّہ کمہاراں میں رہتے تھے۔جب آپ کا انتقال ہوا تو وڈا باغ سمبڑیال میں ان کی قبر بنائی گئی تھے۔سرفراز صاحب جو کہ الائیڈ بنک کے مینجر تھے ان کا پورا خاندان ان کا رشتہ دار تھا۔والدہ کی طرف سے۔

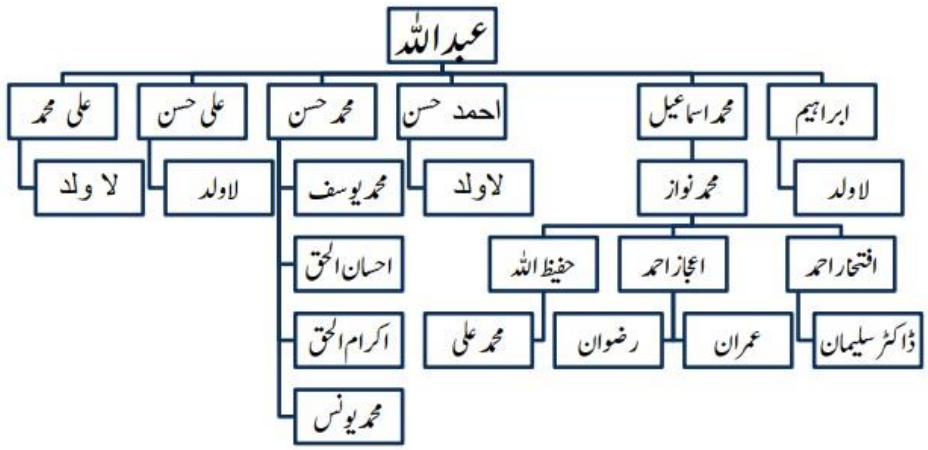
باقی جناب محمد بخشؒ کے خاندان کا علم نہیں کدھر ہے؟

عبد اللہؒ

جناب نور الحقؒ کے تیسرے بیٹے تھے۔بزگوں سے سنا ہے کہ آپ بارعب وجیع آدمی تھے۔آپ موضع کڑیانوالی ضلع گجرات میں قانوں گو تھے تقریباًساری زندگی گجرات ہی میں رہے۔ گجرات میں دو مکان بنائے اور ایک مکان سمبڑیال میں بنوایا۔جوانکے چھوٹے بھائی حافظ نور احمدؒ کی زیر نگرانی مکمل ہوا۔یہ چچا محمد نواز صاحب کے دادا ہیں۔ چچا محمد نواز صاحب اپنے وقت میں سائنس ٹیچر تھے۔اوراس وقت آپ نے بی ایس سی بی ایڈ کیا ہوا تھا۔راقم نے انکے ساتھ کچھ وقت گذارا ہے۔ان کے ایک صاحبزادے آئی جی جیل خانہ جات تھے۔ان کا نام حفیظ احمد تھادوسرے بیٹے اعجاز احمد صاحب انجینئر ہیں اور اپنی ساری فیملی کے ساتھ امریکہ میں ہیں۔ جبکہ تیسرے بیٹے افتخار احمد ایڈوکیٹ ہیں سمبڑیال میں کریسنٹ سکول کے مالک ہیں۔

انہوں نے سمبڑیال میں 1880ء میں 22 ایکڑ زمین بھی خریدی۔آپ نے حالات کے مطابق تین شادیاں کیں اور 1882ء میں وفات پا گئے۔آپکی بیٹیاں بھی تھیں ان کے نام زینب اور فاطمہ تھے۔پر آسائش زندگی گذاری

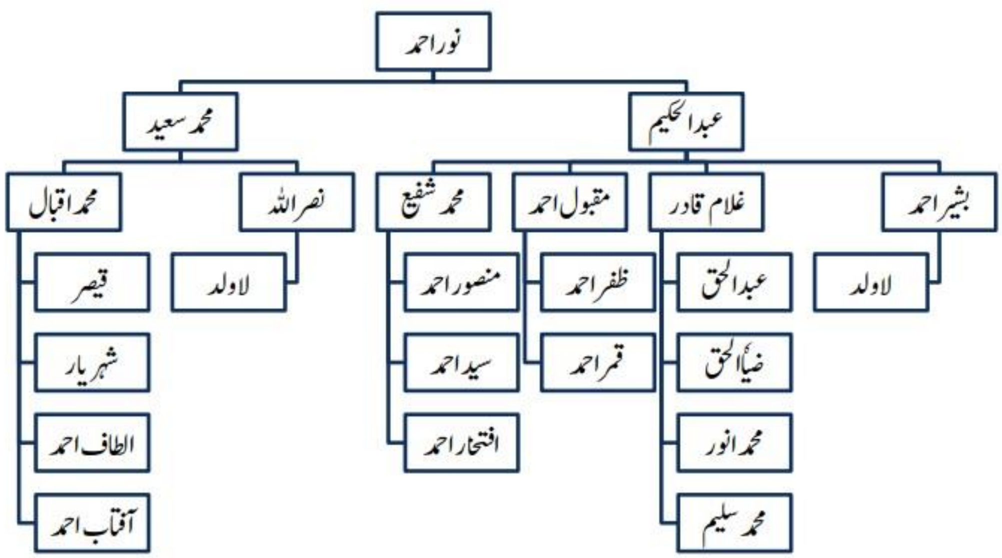
شجرہ عبداللہؒ



حافظ نور احمد صاحبؒ (پٹوارای)

جناب نور الحق صاحبؒ کے چوتھے بیٹے تھے۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے۔ محکمہ مال میں پٹواری تھے۔ انکے دو لڑکے عبد الحکیم اور محمد سعید تھے۔ عبد الحکیم بھی پٹواری تھے۔ عبد الحکیم صاحب کے بھی تین بیٹے تھے۔ غلام قادر، مقبول احمد اور محمد شفیع۔ مقبول احمد بقید حیات ہیں۔ محمد شفیع اور غلام قادر فوت ہو چکے ہیں۔ حافظ صاحب کے چھوٹے لڑکے محمد سعید تھے۔ محمد سعید محکمہ تعلیم میں ملازم تھے۔ انہوں نے کتاب یوسف نامہ لکھا تھا۔ اسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک! سنا ہے کہ بعد میں انکے نظریات درست ہو گئے تھے۔ اس کی قبر زین العابدینؒ کے مزار کے مشرقی جانب ہے۔ اس کا لڑکا محمد اقبال ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہتا ہے۔ اسکی اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ لڑکوں میں اکثر ڈاکٹر ہیں۔

شجرہ نور احمد پٹواری



سنا ہے کہ ڈاکٹر شہریار صاحب نے ایک کینسر کیئر ہسپتال بنایا ہے جہاں فری علاج کی سہولت دی جاتی ہے۔ یہ رائیونڈ میں ہے۔ بہت بڑا ہسپتال ہے۔ بہترین انسانی خدمت سر انجام دے رہا ہے۔

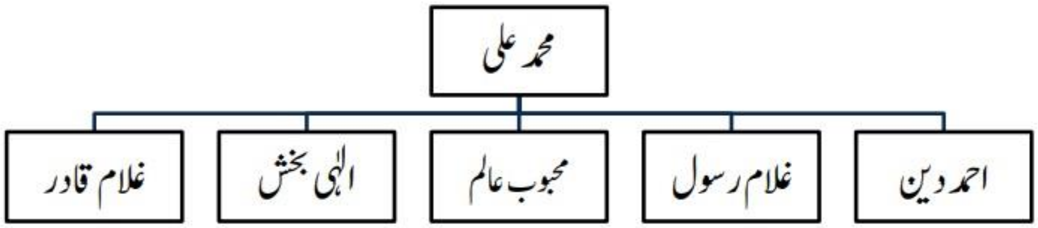
جناب محمد علیؒ

جناب الٰہی بخش صاحب کے دوسرے بیٹے ہیں۔ اور جناب غلام نبی صاحب کے بھائی ہیں سنا ہے کہ آپ لائل پور موجودہ فیصل آباد میں گوجرہ کے نزدیک چک نمبر 415 چندر کے میں مقیم ہوگئے تھے۔آپ نہایت دیندار اور پابند شریعت تھے۔ ہمارے بہن بھائیوں سے شاید ہی کسی نے زیارت کی ہو۔ان کی قبر چندر کے کے قبرستان میں کچی رہی ہے۔ نور احمد ہاشمی صاحب فرماتے ہیں کہ بچپن میں بندہ نے اپنی دادی صاحبہ اور دادا جان کی قبریں دیکھی تھیں جو کہ کچی تھیں۔آپ چندر کے میں دینی تعلیم دیتے تھے۔ان کی اولاد پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ انکے نام درج ذیل ہیں۔ احمد دین، غلام رسول، محبوب عالم، الٰہی بخش، غلام قادر اور بیٹیاں زینب بی بی، رابعہ بی بی اور حسین بی بی

ان مین سے ایک لڑکی کی شادی جناب علی اکبرؒ کھنڈی والی سرکار سے ہوئی تھی جن کا نام زینب بی بی تھا۔ ان کی صرف ایک لڑکی بقید حیات رہی جن کا نام کلثوم بی بی تھا جن کی شادی جناب عنائت اللہ صاحب سے ہوئی۔

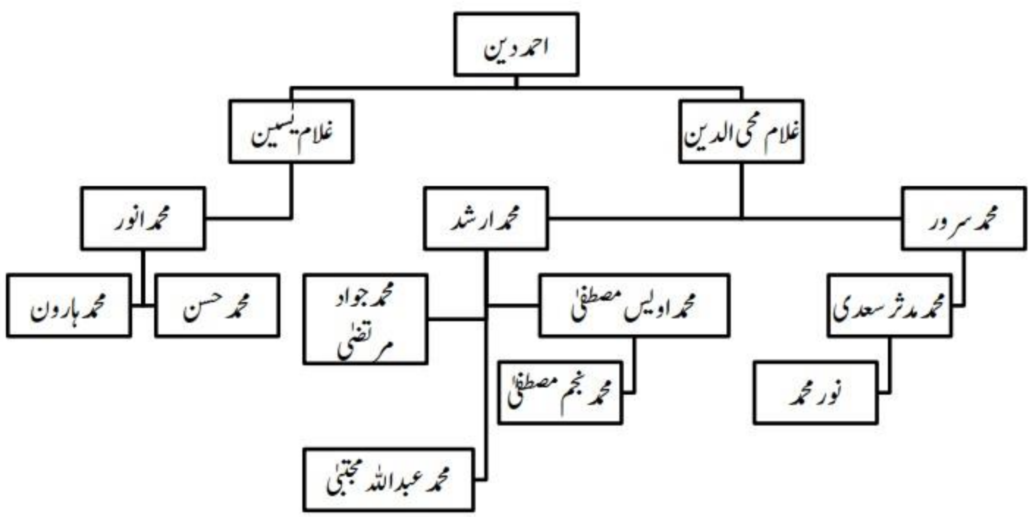
حسین بی بی کی شادی جناب محمد اعظمؒ صاحب سے ہوئی جن سے حکیم ضیأالحق، مقبول بی بی اور صفیہ بی بی تھے۔ ایک بیٹا جوانی میں انتقال کر گیا تھا جن کا نام محمد رُیاض تھا۔

شجرہ محمد علیؒ



شجرہ احمد دین

احمد دینؒ



جناب احمد دینؒ ایک بلند پایہ بزرگ تھے۔ علاقہ میں آپ کی ایک خاص شناخت تھی۔ معززین علاقہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی دینی خدمات انتہائی قابل قدر تھیں۔ موضع 18 جی ڈی ضلع اوکاڑہ میں آپ نے سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ علاقہ سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل تھا۔

آپؒ عبادت گذار تھے۔ دینی تعلیم کے حامل تھے اور طب سے اچھی خاصی شناسائی رکھتے تھے۔ آپ کے ہاں دو لڑکے تولد ہوئے۔

غلام محی الدینؒ

ایک کا نام غلام محی الدینؒ صاحب تھا۔ جناب غلام محی الدینؒ جب جوان ہوئے تو انگریز فوج میں شامل ہو گئے تھے اور جنگ عظیم دوئم میں شامل ہوئے پر جب انگریزوں نے انتہائی ظلم و بربریت کا بازار گرم کر دیا تو آپ برما کے محاذ سے فوج سے نکل گئے۔ یہ دور بڑا اکسمپرسی سے گذرا۔ جنگلات سے گذرے انتہائی مشکل دور سے گذرے۔ اس کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پارٹی مجلس احرار میں شامل ہو گئے۔ نظریات میں فرق تو پڑا ہو گا۔ لیکن بعد ازاں قبلہ سیدی و مرشدی فقیر نور محمد صاحبؒ کی خدمت میں پیش ہو گئے اور ان کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ قبلہ حضرت صاحب کی آپ پر بڑی شفقت رہی۔ انکے دو بیٹے ہیں ایک محمد سرور جس کی شادی حاجی غلام یٰسین صاحب کی بیٹی منور بی بی سے ہوئی، جس سے ایک بیٹا محمد مدثر سعدی ہے۔

دوسرے بیٹے کا نام محمد ارشد ہے انکے تین بیٹے ہیں محمد اویس مصطفیٰ، محمد جواد مرتضٰی اور تیسرے بیٹے کا نام محمد عبد اللہ مجتبیٰ ہے۔

جناب غلام محی الدینؒ کے چھ بیٹیاں بھی ہوئیں انکے نام۔ سلمہ بی بی، رشیدہ بی بی، تسنیم بی بی، ساجدہ بی بی، خوشنودہ بی بی، محمودہ بی بی اور رشدہ بی بی بی

جن کی شادیاں سلمہ بی بی کی محمد اسلم، رشیدہ بی بی کی فیض حضور، تسنیم بی بی کی محمد ریاض، ساجدہ بی بی کی اور خوشنودہ بی بی کی شادی پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد صاحب سے ہوئی جو کہ جناب محترم عنائت اللہ صاحب کے بیٹے ہیں۔

محمودہ بی بی کی محمد انور بن غلام یٰسین صاحب اور رشدہ بی بی کی محمد سلیم صاحب سے ہوئی۔

حاجی غلام یٰسینؒ

حاجی صاحبؒ نے ایک سے زائد حج کئے تھے۔ بہت متانت وو قار والی شخصیت تھی۔ انتہائی نیک اور برگزیدہ بزرگ تھے۔

شب زندہ دار تھے رات اڑھائی بجے اٹھ جاتے تھے نماز تہجد باقائدگی سے ادا کرے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ اور اسے معانی کے ساتھ پڑھتے۔ آپ اویسی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بہترین طبیب اور حکیم تھے گورنمنٹ کے رجسٹرڈ پریکٹیشنر تھے۔

آپ کی حکمت کا شہرہ ارد گرد کے دیہاتوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دور دور سے لوگ علاج کے لئے آپ کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ حاجی کے ہاتھ میں قدرت نے شفا رکھی ہے۔ گاؤں 18 جی ڈی ضلع اوکاڑا میں ایک مقدر شخصیت تھے۔ اکثر جھگڑوں میں منصفی کا کردار آپ کے ہاتھوں سر انجام پاتا۔ آپ کی زندگی تک گاؤں میں ایک ہی مسجد تھی۔ بہت بڑی مسجد تھی۔ اس میں آپ ہی خطیب اور امام تھے۔ اگرچہ گاؤں والوں نے مسجد کی دیکھ بھال کے لئے ایک بزرگ باباجی جمعہ رکھے ہوئے تھے اس کے علاوہ حافظ عبد الرشید صاحب بھی تھے جو بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ لیکن لوگ آپ کے گاؤں میں رہنے تک آپ کی اقتدا میں ہی نماز پڑھنا پسند کرتے تھے۔

آپ صاحب ثروت تھے کافی بڑی جائیداد کے حامل تھے۔ ککری والا میں ایک اچھا خاصہ باغ تھا۔ گاؤں میں بھی زمین تھی اس کے علاوہ اوکاڑا شہر میں فیصل آباد روڈ پر بسم اللہ پٹرول پمپ کے سامنے کافی دکانیں مین روڈ پر تھیں۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ بہت دھیمے لہجے میں گفتگو کرتے تھے۔ اور طبیعت کے انتہائی نرم مزاج تھے۔ گاؤں میں کئی لوگوں کا کھانا آپ کے گھر سے جاتا تھا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں تھیں۔ پہلی زوجہ نور بی بی تھیں جو پورے گاؤں کی قرآن پاک اور دینی تعلیم کی استاد تھیں۔ جو محبوب عالمؒ کی بیٹی تھیں۔ کافی عرصہ تک ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو پھر آپ نے

دوسری شادی کی جو غلام رسولؒ کی بیٹی تھیں جن کا نام بلقیس بی بیؒ تھا۔ ان سے منور بی بی، تنویر بی بی، مریم بی بی اور راشدہ بی بی تھیں۔ اسی دوران نور بی بیؒ سے بھی ایک بیٹی عصمت بی بی ہوئی اور بعد ازاں ایک بیٹا محمد انور ہوا۔

غلام رسولؒ

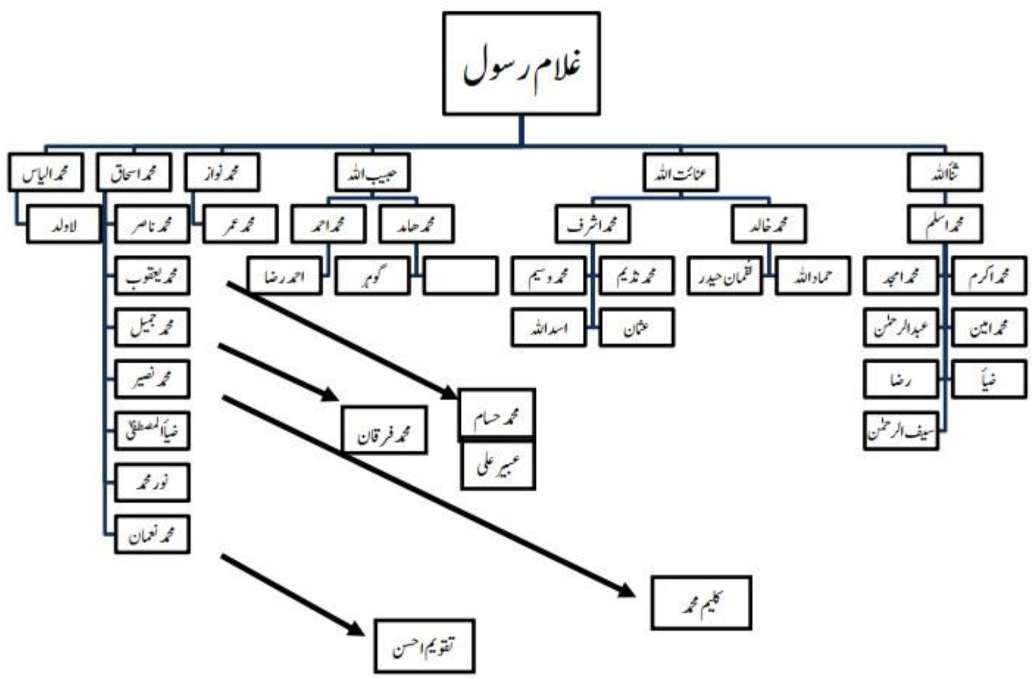
محمد علیؒ کے دوسرے بیٹے کا نام غلام رسولؒ صاحب تھا۔ جناب غلام رسولؒ ایک نہائت نیک اور دین دار آدمی تھے۔آپ نے دینی تعلیم گوجرہ کے نزدیک چک 417 سیووال میں حاصل کی۔آپ نے گرانمایہ زندگی گذاری۔آپ حکیم بھی تھے۔آپ حکمت کا کام چل پھر کر کرتے تھے اور اعلیٰ طبیب تھے۔ان کی اولاد چھ لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔

لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ ثنأاللہ، عنائت اللہ، حبیب اللہ، محمد نواز، محمد اسحٰق، محمد الیاس صاحبان۔اور لڑکیوں کے نام انور بی بی، اقبال بی بی، بشیراں بی بی، بلقیس بی بی۔غلام رسولؒ کی بیوی کا نام سکینہ بی بی تھا۔ یہ بھی نہایت پارسا تھیں۔ساری عمر دینی تعلیم دینے میں صرف کر دی۔ان کی قبر سیووال چک 417 ج۔ب کے قبرستان میں موجود ہے۔جناب حکیم غلام رسول ساحب کے بڑے صاحبزادے جن کا نام حکیم ثنأاللہ تھاوہ پٹواری نہر تھے۔انہوں نے پٹوار کا علم بہاولنگر میں سیکھا تھا۔عمر کا کافی حصہ پٹوار میں گذارا پھر آپ گوجرہ آگئے کچھ وقت گوجرہ میں آکر باقی وقت میاں چنوں کے گردونواح میں گذارا۔آخر میں پٹوار انہوں نے چھوڑ کر حکمت کی دکان بنالی جو کہ بوریوالہ روڈ پر واقع تھی۔بعد ازاں ان کے صاحبزادے محمد اسلم صاحب چلاتے رہے۔انکا کاروبار اچھا تھا اس لئے انہوں نے کچھ زمین بھی خرید لی۔

غلام رسولؒ کے دوسرے بیٹے عنائت اللہ صاحب تھے۔جو کہ ڈسپنسر اور حکیم بھی تھے۔عالم بھی تھے خوب وضع قطع کے بزرگ تھے وجیہ تھے لمبا قد سر پر پگڑی۔گاؤں کی مسجد کے خطیب و امام تھے۔گاؤں کے مقتدر شخصیت تھی۔پنچائت میں آپ کی بات کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔انہوں نے اپنی دینی تعلیم اپنے چچا جناب غلام قادرؒ سے حاصل کی۔کچھ وقت سیووال اور کچھ وقت چک 350 لاہوریانوالہ میں گذارا۔

چک 354 قادر آباد کے لوگ آپ کے پاس آئے اور انہیں چک 354 قادر آباد آنے کی دعوت دی۔ قادر آباد کے لوگ کافی خوشحال تھے۔آپ واعظ بھی اچھے تھے اور زیرک بھی لوگوں میں مقبول ہوئے۔ کاروبار اچھا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین بھی دے دی۔ انکی ملکیت میں ایک بہت اچھا کنو کا باغ ہے۔ ان کے گھر جناب علی اکبرؒ کی صاحبزادی کلثوم بی بی تھی۔

شجرہ غلام رسولؒ



محبوب عالمؒ

جناب محمد علیؒ کے تیسرے صاحب زادے محبوب عالم صاحب تھے۔آپ نے کچھ دینی تعلیم حاصل کی بعد میں ترک کر دی ایک استاد کے پاس دینی تعلیم کے واسطے تشریف لے گئے جو کہ بہت ہی جید عالم تھے۔ جب انہوں نے گلستان اور بوستان پڑھانی شروع کی تو ولد بزرگوارم نے فرمایا کہ مجھ سے یہ گردانیں یاد

نہیں ہوتیں۔ مجھے ایسا سبق پڑھائیں جو سیدھا منزل تک پہنچائے۔ کیونکہ بندہ تو حلال روزی کما کر اپنے بیوی بچوں کو کھلائے گا۔ استاد حیران و ششدر۔ چنانچہ قبلہ والد محترم نے تعلیم ترک کر دی اور زمینداری کا کام سنبھال لیا۔ آپ نے ساری زندگی اسی شغف میں گذاری۔ جانوروں کی دیکھ بھال انہیں پسند تھی کہ کبھی بھی جانوروں کو باسی چارہ نہیں ڈالا۔

آپ باطنی طور پر اویسی سلسلہ میں بیعت سے مشرف تھے۔ ساری زندگی نہایت صبر و تحمل سے گذاری اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ وقت ایک جیسا نہیں رہتا وقت بدلتا رہتا ہے۔ اکثر فرماتے کہ میری باتیں عدن کے گوہر نایاب ہیں۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ آپ فرماتے علم اتنا ہی اچھا ہوتا ہے جس پر عمل ہو۔ عمل کے بغیر علم کسی کام کا نہیں۔ اپنے بھائیوں میں اور لوگوں میں بہت ہی مقبول تھے۔ استاد صاحب نے فرمایا تھا کہ تم محبوب عالم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب کرے گا۔

آپ نے کبھی کسی بھائی کی بات کو رد نہیں کیا چھوٹے بڑوں سب سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی تہجد کی نماز فوت نہیں ہونے دی۔ روزے خواہ کتنی گرمی کے ہوں آپ نے کبھی قضا نہ ہونے دیے۔ آپ نے اپنی زندگی نہایت سادگی میں بسر کی۔ آپ نے چند سال اپنے بھائیوں کے ہمراہ گذارے بعد میں بھائی کے کہنے کے مطابق بہاولپور میں چک 97 نہر فتح میں گذارا۔ لیکن ایک دفعہ آپ کو پیشاب کی اشد تکلیف ہو گئی جو کہ اپریشن تک نوبت پہنچ گئی اور مجبوراً ملتان میں اپریشن کروانا پڑا۔ اللہ کریم نے پورے چار ماہ کے بعد صحت دی۔ آپ نے اسی حالت میں فرمایا تھا۔ نور احمد زمین کو فروخت کر دے اور اپنے بھائیوں کے نزدیک رہو۔ دکھ سکھ میں بھائی ہی ساتھ دیتے ہیں۔ والد بزرگوارم کی تیمارداری میں عزیز برادر محمد اسحاقؒ نے پورا ساتھ دیا۔ آپ محمد اسحاق سے بہت خوش تھے۔ آپکی زندگی میں بندہ جب بھی حضرت سلطان العارفینؒ حضرت سلطان باہوؒ کے مزار پر حاضری دینے جاتا تو آپ فرماتے بھئی تم کو سلطان صاحب بلا لیتے ہیں مجھے نہیں بلاتے۔ در حقیقت وہاں بھیجنے میں ان کا اپنا مدعا ہوتا تھا۔

چونکہ بندہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کیسے راز و نیاز ہیں؟ ان کی زندگی میں بندہ جتنی دفعہ بھی حضرت سلطان صاحبؒ کی خدمت میں گیا کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔

ہر دفعہ نئے نئے انکشافات دیکھے آپ میرے وہاں جانے کی خاص اجازت طلب فرماتے تھے۔

جس دن آپ کا وصال ہوا اس سے ایک دو روز قبل بندہ نے دیکھا کہ آپ بغداد شریف والی طرف سے پرواز کرتے تشریف لائے۔ صبح پوچھ لیا کہ آپ رات کو کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے بات ٹال دی اور کہا کہ میں یہاں ہی رہا ہوں۔ اسی طرح وفات سے پہلے رات آپ نے سابقہ زندگی کے خلاف عبادت میں گذاری جب صبح صادق کا وقت ہوا تو آپ چارپائی پر لیٹ گئے کہ دوسروں کو علم نہ ہو۔ آپ بلکل تندرست تھے صرف پانچ روز پہلے اپنے بڑے بھائی جناب حاجی احمد دینؒ سے مل کر گئے تھے پھر دوبارہ ملنے کے متعلق کہہ آئے تھے کہ ان شاٗاللہ جلدی بھائی صاحب ملاقات ہو گی۔

آپ کی وفات کی رات بندہ نے جناب سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ نے نصیحت فرمائی اور کہا کہ ہر ایک نے اس دار فانی سے چلے جانا ہے لہٰذا صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت دنیا سے اٹھائی جا رہی ہے۔

خواب کے بارے شرعی نوعیت کو سمجھتے ہیں۔

خواب کی شرعی حیثیت

یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ مطلقاً خواب کا انکار کر دینا کہ سرے سے خواب یا رویائے صالحہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا یا یہ گمان کرنا کہ خواب محض جھوٹ اور من گھڑت ہے، ایسا رویہ جہالت اور لا علمی ہے، کیونکہ خواب کے وجود اور تصور کا صراحتاً انکار کر دینا کفر ہے۔ اس لئے کہ خواب کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہے اور خود سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ O لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.(یونس، 10:63،64)

(وہ) ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) تقویٰ شعار رہےo ان کے لئے دنیا کی زندگی میں (بھی عزت و مقبولیت کی) بشارت ہے اور آخرت میں (بھی مغفرت و شفاعت کی/ یا دنیا میں بھی نیک خوابوں کی صورت میں پاکیزہ روحانی مشاہدات ہیں اور آخرت میں بھی حُسنِ مطلق کے جلوے اور دیدار)۔

قرآن مجید کی تمام تفاسیر میں ہے کہ بشارت سے مراد وہ نیک خواب ہیں جو اللہ رب العزت ایمان والوں کو عطا کرتا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ طبری سے لے کر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام مفسرین نے پوری تصریحات کے ساتھ اس امر کی تائید کی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں، امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر طبری میں، قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی تفسیر مظہری میں، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اور تمام آئمہ تفسیر نے صراحت کے ساتھ یہ بات درج کی ہے کہ اس قرآنی آیت کے تحت درج ''بشریٰ'' سے مراد وہ نیک خواب ہیں جو ایمان والے دیکھتے ہیں۔ سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ. (یوسف، 12:6)

اسی طرح تمہارا رب تمہیں (بزرگی کے لئے) منتخب فرمالے گا اور تمہیں باتوں کے انجام تک پہنچنا (یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم) سکھائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سے کمالات اور معجزات عطا فرمائے، ان میں خوابوں کی تعبیر کا علم اور فن بطور خاص عطا فرمایا۔ اس کا ذکر سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ مثلاً بادشاہ مصر اور قیدیوں کے خواب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بیان ہوئے۔ آپ نے ان کی تعبیر بیان فرمائی اور اس

تعبیر کے مطابق آئندہ واقعات رونما ہوئے۔قرآن مجید دوٹوک انداز میں خوابوں کے وجود کی صداقت کا بیان کررہاہے کہ تعبیر کا فن اللہ پاک نے اپنے نبی کو عطا کیا۔خواب کے وجود کا انکار کہ یہ محض وہم ہے، یہ من گھڑت چیز ہے، یہ باطل ہے اور رویائے صالحہ کا کوئی وجود نہیں، خود قرآن مجید کی آیت کا انکار ہے۔امام ابن سیرین رحمۃاللہ علیہ ،علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃاللہ علیہ نے تعبیر الرویا کے باب میں ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من لم یومن بالرویا الصالحہ لم یومن باﷲ ولا بالیوم الآخرۃ.

(نابلسی، تعطیر الانام فی تعبیر المنام: 3)

جو شخص نیک خوابوں پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃاللہ علیہ جو دنیائے اہل سنت کے امام ہیں۔انہوں نے اپنے عقائد میں درج کیا ہے کہ خواب کا مطلّقاً انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

حدیث نبوی میں رویا صالحہ کا ذکر صراحتاً موجود ہے، بلکہ حدیث مبارکہ کی کتابوں میں خوابوں کے حوالے سے عنوانات، ابواب اور فصلیں قائم کی گئی ہیں۔بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم جن کا دنیا میں کسی مسلک کا کوئی عالم انکار نہیں کرسکتا ان میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (بخاری، الصحیح، کتاب التعبیر، باب المبشرات، 6:2564، رقم: 6589)

اب نبوت باقی نہیں رہی (ہاں اس کا فیض) مبشرات کی صورت میں باقی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا"وما المبشرات؟" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبشرات سے کیا مراد ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الرویا الصالحہ" (مبشرات سے مراد نیک خواب ہیں)۔ گویا اب قیامت تک کوئی نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا جو کرے گا وہ کافر و مرتد ہو گا۔ نبوت فیضان مبشرات کی صورت میں قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

دوسرے مقام پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك علی الناس فقال لكن المبشرات.

(ترمذي، السنن، کتاب الرؤيا عن رسول اللہ صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم، باب ذھبت النبوۃ وبقيت المبشرات، 4:533، رقم:2272)

میرے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، اب کوئی رسول آ سکتا ہے نہ کوئی نبی لیکن میرے بعد مبشرات اور بشارتیں ہوں گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ نیک خواب جو اہل ایمان کو آتے ہیں۔"

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایھا الناس لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرویا الصالحہ یراھا المسلم او تری لہ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب تعبیر الرویا، باب الرویا الصالحہ یراھا المسلم اوتري لہ، 3:1283، رقم:3899)

اے لوگو! مبشرات نبوت میں ماسوائے نیک خوابوں کے جو کسی مومن کو دکھائی دیتے ہیں کچھ بھی باقی نہیں رہا، گویا اب نبوت من کل الوجود ختم کر دی گئی ہے۔ نبوت کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے

ہیں لیکن ایک چیز جو اللہ نے میری امت کے لیے بطور نعمت باقی رکھی ہے وہ اہل ایمان کو دکھائے جانے والے نیک خواب و مبشرات ہیں۔

صحیح بخاری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الرویا الصالحہ من اللہ

(بخاري، الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس و جنوده، 2:1198، رقم: 3118)

نیک خواب اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نیک خواب و مبشرات کو مسلمانوں کی ہدایت کا ایک ذریعہ وسبب بنایا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے نیک و مقرب بندوں پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کی ہدایت کے لیے خوابوں اور بشارات کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ پہلے ہدایت انبیاء پر وحی کی صورت میں فرشتے لاتے تھے، اللہ کا وہ کلام کامل و اکمل اور قطعی و حتمی ہدایت ہوتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اب خوابوں اور بشارات کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصدق الرویا بالاسحار

(ترمذي، السنن، كتاب الرويا عن رسول الله، باب قوله لهم البشري في الحياة الدنيا، 4:534، رقم: 2274)

وہ خواب جو سحری کے وقت رات کے پچھلے پہر آتے ہیں وہ دیگر خوابوں کے مقابلے میں زیادہ سچے ہوتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

فان رای رویا حسنة فلیبشر

(مسلم، الصحیح، کتاب الرویا، 1772، رقم: 2261)

جو کوئی اچھا، نیک خواب دیکھے تو اس پر خوش ہو۔

سنن ابن ماجہ میں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی اگر اچھا اور پسندیدہ خواب دیکھے تو جس سے مناسب سمجھے بیان کرے۔ ایک اور حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی برا خواب دیکھے وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثم لیتعوذ من شرہ

(ابو داود، السنن، کتاب الادب، باب ماجاء فی الرویا، 4:305، رقم: 5021)

(جو کوئی برا خواب دیکھے) تو اس کے شر سے اللہ کے حضور پناہ مانگے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خواب دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں، کیا کروں؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ کلمات بتائے کہ اگر برا خواب دیکھو اور ڈرو تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو، اللہ پاک اس کے شر اور خوف سے تمہیں پناہ دے گا۔

اگر خواب کا کوئی وجود نہ ہوتا اور اس کے اچھے برے اثرات مرتب نہ ہوتے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے خواب کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین نہ فرماتے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب کے آداب بیان کیے اور خواب کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

الرویا ثلاث فالرویا الحسنۃ بشری من اللہ عزوجل والرویا یحدث بھا الرجل نفسہ والرویا تحزین من الشیطن. (حاکم، المستدرک، 422:4، رقم:8174)

خواب تین طرح کے ہوتے ہیں، سچا و نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا ہے، دوسری قسم آدمی اپنے نفس سے ہی گفتگو کرے، تیسری قسم شیطان کی طرف سے ڈرانا ہے۔

غرض یہ کہ نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے خوشخبری اور بشارت ہوتا ہے،.برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، تیسرا تحدیث النفس، منتشر الخیالی جیسے آپ نے دیکھا کہ اچانک آپ عورت بن گئے یک لخت دیکھا کہ سرکٹ گیا ہے تھوڑی دیر کے بعد آپ شیر بن گئے ہیں، پھر دیکھا کہ پانی میں گر گئے ہیں ہوا میں اڑ رہے ہیں، اس قسم کے اوٹ پٹانگ خوابوں کو منتشر الخیالی کہتے ہیں، ان کی کوئی تاویل و تعبیر نہیں ہوتی۔

قرآن مجید کے علاوہ صحیح بخاری و مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، موطا امام مالک اور احادیث کی دیگر کتب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے خواب بیان کیے گئے ہیں، خوابوں اور بشارتوں کے حوالے سے کتب احادیث میں ابواب و فصول قائم ہیں مثلاً کتاب الرویا، الرؤیا الحسنہ۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری، علامہ انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری، مولانا ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح میں خوابوں اور بشارات کے حوالے سے ان گنت تفصیلات موجود ہیں، امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھیں، ہر ایک کے ہاں اس باب میں قاری کو بہت کچھ ملے گا۔اس حوالے

سے ارباب عقل و دانش نے ستر ستر اسی اسی اور سو سو صفحات پر مشتمل ابواب اپنی کتب میں قائم کیے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

اللہ کریم نے انہیں ابدال کے عہدے پر فائز فرمایا تھا۔ چونکہ ابدال کو حک ظاہر ہونے کا نہیں ہوتا۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو ان کو اللہ کریم اپنے جوار رحمت میں لے لیتا ہے۔

ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں گمان ہو کہ ابدال کون ہوتے ہیں اور انکی شرعی حیثیت کیا ہے لہٰذا اس پر تھوڑی بات کر لیتے ہیں۔

ابدال کی شرعی حیثیت

امام راغب اصفہانی کے نزدیک ان کو ابدال اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں اولیاء اللہ کے دس طبقوں میں سے چالیس (اور بعض کے نزدیک ستر یا سات)، اولیا کا ایک گروہ جن سے ہفت اقلیم کی نگرانی متعلق بتائی ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ جو شکل چاہتے ہیں بدل لیتے ہیں اور جہاں سے سفر کرتے ہیں وہاں ایک شخص اپنے بدلے اپنی صورت کا چھوڑ دیتے ہیں، (مفردات)

ابدال اللہ کے وہ مقرب بندے ہیں، جو ولایت کے اس مقام پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے، کفار اور دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے، اور ان کی دعاؤں کی برکت سے عذاب و حوادث کو دور فرماتا ہے، امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مرفوعاً نقل فرمائی ہے، اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں تین سو چھپن ابدال پیدا فرماتا ہے، ان میں سے تین سو ابدال، حضرت آدم علیہ السلام کی صفت پر ہوتے ہیں۔ اور چالیس حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی صفت پر ہوتے ہیں۔ اور سات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت پر ہوتے ہیں، اور پانچ حضرت جبرئیل امین کی صفت پر ہوتے ہیں، اور تین حضرت میکائیل کی صفت پر ہوتے ہیں، اور ایک حضرت اسرافیل کی صفت پر ہوتا ہے۔ ابدال کے بارے میں اللہ کے یہاں یہ نظام قائم کیا گیا ہے کہ جب اسرافیل کی صفت پر جو ابدال ہیں ان کی وفات ہو جائے تو ان یک جگہ پر میکائیل کی صفت پر جو تین ہیں، ان میں سے ایک کو قائم مقام کر دیتا ہے، اور پھر جبرئیل کی صفت کے پانچ میں سے ایک کو ان کی جگہ کر کے پانچ پورے کر دیتا ہے، اور حضرت ابراہیم کی صفت کے سات میں سے ایک کو ان کی جگہ پر کر کے پانچ پورے کر دیتا ہے، اور پھر حضرت موسیٰ کی صفت کے چالیس میں سے ایک کو ان کی جگہ کر کے سات پورے کر دیتا ہے، اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کی صفت کے تین سو میں سے ایک کو ان کی جگہ کر کے چالیس پورے کر دیتا ہے، اور عامۃ المسلمین میں سے ایک کو ان کی جگہ کر کے تین سو پورے کر دیتا ہے، اسی طرح اگر درمیان میں سے کسی کی وفات ہو جائے، مثلاً چالیس یا سات میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اسی ترتیب سے ان کی جگہ پر کی جاتی ہے، ملک شام میں چالیس ابدال ہمیشہ رہتے ہیں، اسی طرح تین سو چھپن ابدال میں سے خاص خاص تعداد کم و بیش ہر ملک اور ہر صوبے میں رہتے ہیں، انھیں کی برکت سے آفات اور بلاء و مصیبتیں اللہ تعالیٰ لوگوں سے دور کرتا رہتا ہے۔ (مرقات بحوالہ حاشیہ مشکاۃ: ۵۸۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں تھے کہ آپ کے پاس اہلِ شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ اہلِ شام پر لعنت بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، میں لعنت نہیں بھیجتا کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

الْأَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ، أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ.

1. أحمد بن حنبل، المسند، 112:1

2. طبرانی، المعجم الکبیر، 63:10، رقم: 10390

3. ہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، 14:211

''شام میں (ہمیشہ) چالیس ابدال موجود رہیں گے، ان میں سے جب بھی کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے کو ابدال بنا دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اہلِ شام بارش سے سیراب کیے جاتے ہیں، دشمنوں پر ان کو ابدال کے وسیلے سے فتح عطا کی جاتی ہے اور ان کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب کو ٹال دیا جاتا ہے۔''

ملا علی قاری ''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (1:460)'' میں مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أي ببركتهم أو بسبب وجودهم فيما بهم يدفع البلاء عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ.

''ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود کے سبب اُمتِ محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔''

متعدد احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ امتِ مسلمہ کے اندر ہر زمانہ میں اللہ رب العزت کے کچھ اولیاء، صالحین اور مقرب یافتگان بندے موجود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اِن صالح بندوں کی برکات کے سبب سے امتِ مسلمہ کو فتح و نصرت، بارش اور رزق سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اِن سے اپنے عذاب کو بھی رفع فرماتا ہے۔

چنانچہ جب والد محترم کا انتقال ہوا تھا۔ جب ان کو دفنا کر آئے تو تھوڑی دیر کے بعد بحکم الٰہی بارش شروع ہوئی جو پورے چالیس دن تک برسی۔ سوال لگاتار یا وقفے وقفے سے تو اگر کچھ وقفہ ہو جائے تو تواتر ہی گنا جاتا ہے۔ آپ کا وصال 20 محرم الحرام ہے۔

آپ کی وفات کے دوسرے دن فداک روحی جناب سیدۃ النسآ العالمین طیبہ طاہرہ، زاکیہ ذکیہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرؓ اور مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے تسلی و تشفی سے نوازا۔ یہ والد بزرگوار کا نظر شفقت تھی ورنہ بندۂ ناچیز گنہ گار اس لائق کہاں کہ ایسی بزرگ ہستیوں کی زیارت نصیب ہو۔ بندہ امید کرتا ہے بارگاہ قدس سے انکے صدقہ سے ضرور ہماری بخشش ہو گی۔ بعونہ تعالیٰ

آپ کے انتقال فرمانے کے دوسرے روز جس جگہ آپ تہجد پڑھتے تھے۔ ایک عجیب روشن نور دیکھا وہ نور بندہ کی بیوی مسعودہ ہاشمی جو جناب محمد عظیمؒ کی صاحبزادی تھیں نے بھی بچشم خود دیکھا۔ بندہ نے وہ دو دفعہ دیکھا ایسے جیسے عبادت کرنے والے کا متلاشی ہو۔ سارا کمرہ بقعہ نور تھا۔

آپ میاں چنوں ضلع خانیوال اس وقت ضلع ملتان تھا میں میاں چنوں قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے میاں چنوں صاحب بہت بزرگ ہیں۔ آپ کی قبر درمیان میں ہے اور دائیں طرف ایک بھتیجا جو کہ بڑے بھائی صاحب کی بڑی اولاد تھی جن کا نام غلام محی الدینؒ ولد احمد دینؒ ہے ان کی قبر ہے اور بائیں طرف حکیم ثنأاللہؒ جو کہ غلام رسول صاحبؒ کے بڑے لڑکے تھے ان کی قبر ہے۔ آپ ان دونوں سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی قبریں بھی اکٹھی ہو گئیں۔

اللہ کریم ان تینوں ہستیوں پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے انکی قبروں کو بقع نور فرمائے۔ اللہ کریم سب کی مغفرت فرمائے آمین بجاہ نبیہ الکریم الامین ﷺ اور انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی معیت عطا فرمائے آمین ثم آمین !

تلاش معاش کے سلسلہ میں یہ تینوں اکٹھے بہاول پور اور رحیم یار خاں میں اکٹھے رہے۔ اللہ کریم کی ان پر اپنی خصوصی رحمتیں ہوں۔

اللہ کریم میرے بچوں پر رحم و کرم کی بارشیں فرمائے اور ان چاروں کو دارین میں ترقی عطا فرمائے آمین بصدقہ جناب سید الکونین و پنج تن پاک اور حضور ﷺ کی اولاد و والدین کا صدقہ ان کو نیک اور فرمان بردار کرے اور حضور ﷺ کا سچا اور پکا فدائی و جان نثار

بنائے اور ان کے کاروبار میں برکت دے۔ آمین۔ اب عشائ کی اذانیں شروع ہو گئی ہیں لہٰذا میں لکھنا بند کرتا ہوں۔ اللہ کریم بصدقہ اپنے محبوبان کا مجھ گنہ گار پر رحم فرمائے آمین ثم آمین !

لاکھوں اور کروڑوں درود و سلام ہوں نبی آخر الزمان سید دوجہاں محمد مصطفےٰ ﷺ پر امہات المؤمنین علیہا السلام اور ان کی آل واولاد پر اور اولاد محمدؓ اور مسلم بن عقیلؓ پر۔ تحریر مورخہ 17-12-1980 (بقلم خود نور احمد ہاشمی)

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا۔ بیٹے کا نام نور احمد اور بیٹیوں کے نام نور بی بی، نذیر بی بی، عزیز بی بی، صغریٰ بی بی اور صدیقہ بی بی ہیں۔ سب سے بڑی صاحبزادی کی شادی جناب حاجی غلام یٰسین ولد احمد دین صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کر لیا ہے اور جناب حاجی صاحب نے تین حج کئے ہیں۔ ماشأاللہ آپ کا ایک لڑکا محمد انور اور بیٹی عصمت بی بی ہے۔

دوسری صاحبزادی کا نام نذیر بی بی ہے جو کہ چک دوست پور کے ایک سید گھرانے میں بیاہی گئیں انکے شوہر کا نام سید عاشق حسین بخاری ہے۔ آپ ایک جید عالم مولوی فاضل اور درس نظامی فارغ التحصیل ہیں ان کی اولاد میاں چنوں رہتی ہے۔

انکے تین بیٹے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام سید اقبال، سید افضال، سید خالد اور لڑکیوں کے نام مسرت افزا۔ اور زیب النسأ ہیں

تیسری صاحب زادی کا نام عزیز بی بی ہے۔ وہ اوکاڑا میں رہائش پذیر ہیں انکی شادی محمد اعظمؒ کے بڑے صاحب زادے حکیم ضیأالحقؒ سے ہوئی ان کی اولاد دو لڑکے انوار الحق اور محمد علی اور لڑکیاں فاطمہ بی بی اور سعدیہ بی بی ہیں۔ حکیم ضیأالحق درجہ اول کے حکیم ہیں اور سکہ بند علاج کرتے ہیں۔ ان کی معجونیں قابل رشک ہیں درویش طبع اور جلال والی طبیعت کے مالک ہیں لیکن جلال جلدی اتر جاتا ہے۔ بہت ہی نیک اور خوش خلق ہیں۔

چوتھی بیٹی صغریٰ بی بی ہے ان کی شادی ہماری والدہ رابعہ بی بیؒ کے میکے ماموں زاد ایک مرد درویش منظور احمد صاحب سے ہوئی ہے جو منڈیر خورد میں رہتے ہیں۔ اور امام مسجد ہیں۔ ان کے گھر تین لڑکے عبد الرحمٰن، محمد جاوید طاہر اور محمد منشأ اور لڑکیاں عصمت بی بی، گلزار بی بی اور طاہرہ بی بی ہوئیں۔

پانچویں بیٹی صدیقہ بی بی ہے۔ یہ سب سے چھوٹی ہے اس کی شادی جناب غلام رسولؒ جو کہ والد گرامی کے بھائی تھے ان کے صاحب زادے محمد اسحاق صاحب سے ہوئی۔ ان کی رہائش خانیوال (موجودہ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں ہے۔ ان کے ہاں اللہ کریم نے

درج ذیل اولاد عطا فرمائی۔

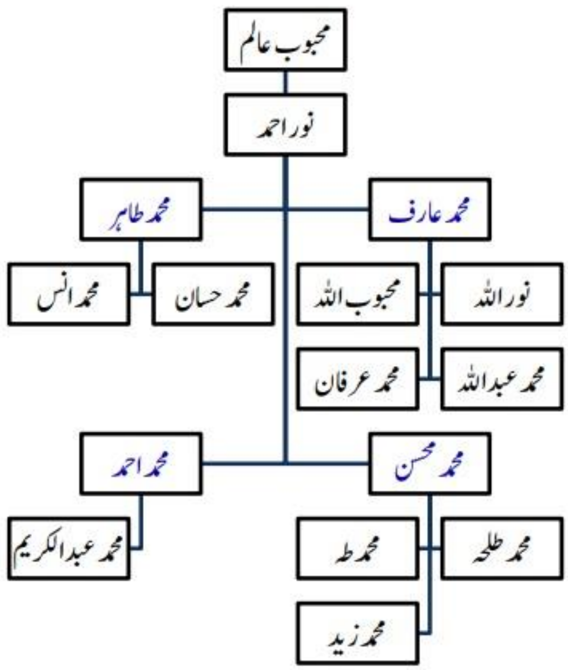
بیٹے: محمد ناصر، محمد یعقوب، محمد جمیل، ضیأالمصطفےٰ، نور محمد حسان، اور محمد نعمان

بیٹیاں؛ثروت بی بی، فرحت بی بی، راحت بی بی، شفقت بی بی، عفت بی بی اور عاتکہ بی بی

جناب محمد اسحاق صاحب نے بھی حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کر لیا ہے۔ ماشأاللہ

بہاول پور میں جناب محبوب عالم صاحب اور الٰہی بخش صاحب نے زمین لی اور اس میں کھیتی باڑی کرتے رہے۔

شجرہ محبوب عالمؒ



نور احمدؒ

جناب محبوب عالمؒ صاحب کی ایک ہی نرینہ اولاد ہے۔ان کا نام نور احمد ہے۔ بندہ کی شادی جناب محبوب عالم صاحب کے چچازاد بھئی جناب محمد عظیمؒ کی بیٹی مسعودہ ہاشمی سے ہوئی ہے۔ مسعودہ بی بی کے بطن سے اللہ کریم نے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا کی ہیں۔

بیٹوں کے نام؛ محمد عارف، محمد طاہر، محمد محسن اور محمد احمد ہیں

بیٹیوں کے نام؛ ہاجرہ بی بی، عابدہ بی بی، اسمائی بی، حفصہ بی بی، زاہدہ بی بی ہیں اللہ کریم بچیوں کو انکے گھروں میں خوش وآباد رکھے اور اب بچوں کو نیک کرے ان کے دلو کو پاک وصاف کرے اور تمام علائق سے صاف رکھے آمین۔ دین ودنیا میں اللہ کریم انہیں عزت وشرف عطافرمائے۔ اللہ کریم انہیں اپنی پناہ میں رکھے۔آمین

یااللہ بندہ گنہ گار ہے اس کی دعاؤں کو قبول فرما بحرمت سید الانبیاؑ والمرسلین ﷺ۔

بچوں کی والدہ نے بندہ کا ساتھ سفر خواہ وہ سفر تکلیف سے گذرا یا راحت سے نہایت مستقل مزاجی سے گذارا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کریم اسکی عمر میں برکت دے اور اس کو اپنے بچوں میں قائم دائم رکھے۔ یہ نہایت پارسا خاتون ہے۔ یااللہ جتنی تکالیف اس نے تیرے اس گنہ گار بندہ کے ساتھ اٹھائی ہیں۔اے مولیٰ کریم دنیا میں اس سے زیادہ راحت وآرام پہنچادے۔آمین۔

جناب نور احمد ہاشمی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے والد گرامی قدر کے حالات سابقہ اوراق میں قلمبند کردئے ہین۔ اب اپنے حالات تحریر کرہاہوں تاکہ میری اولاد کو میرے حالات سے وقفیت حاصل ہوجائے اور عبرت حاصل کرے اور محنت مزدوری کو اپنا شعار بنائے اور کسی غیر کے آگے اپنے ہاتھوں کو نہ پھیلائے۔ اللہ کریم میری اولاد کو دنیوی اور دینی آسائشیں عطافرمائے۔ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے سے یااللہ ان کے دلوں سے ہر قسم کی کدورتیں دور کردے۔ اور انہیں نیک کردے۔ اور علم باطن سے ان کے سینوں کو اور ان کے دلوں کو بھرپور فرما آمین۔ اور میری اہلیہ کو ہر قسم کی آفات ومصائب سے محفوظ فرما۔ یہ دعا تیرے گنہ گار بندہ کی ہے۔ اور یااللہ آخری وقت میں ہم سب کی زبان پر کلمہ طیب جاری فرما بلکہ ہمارا ہر بال ذر الٰہی میں مشغول ہو آمین ثم آمین۔

حالات زندگی

بندہ کی پیدائش ریاست بہاولپور میں چک نمبر 97 نہر فتح میں ہوئی۔بزرگوں کے فرمان کے مطابق بندہ سات ماہ کا پیدا ہوا۔ والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ میں اولاد نرینہ سے محروم ہو چکی تھی ایک دفعہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مزار پر گئی اور اولاد نرینہ کے لئے دعا کی۔ تقریباً پیدائش 1932ء میں ہوئی۔ یہ قبلہ ماموں جان محمد اعظم صاحب بتاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بندہ نہایت کمزور تھا اور میری حقیقی پھوپھی حسین بی بی جو کہ برادرم ضیأالحق صاحب کی والدہ تھیں انہوں نے بہت محنت کی اور قبلہ جناب ماموں جان

کے تعویذ کی برکت سے بندہ مرنے سے بچا ورنہ کافی عرصہ پہلے ہی اس دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ یہ گنہ گار زندہ رہے اور ساری زندگی عمر گناہوں میں صرف کرے آخر جب اللہ کی رحمت جوش میں آئیگی جملہ گناہ کی بخشش ہو جائے گی کیونکہ اس کی ذات غفور الرحیم ہے۔اس کا عفو عام ہے۔ بندہ جب تین سال کا ہوا تو والدین نے بہاول پور سے گوجرہ ہجرت کی کیونکہ دونوں تایا جان میں کچھ اختلاف تھا۔ رشتہ کے معاملہ میں لہٰذا بڑے بھائی والد گرامی کے والدین کے ہمراہ لے آئے۔ پھر ابا جان نے چک 415 میں قیام کیا۔ تقریباً 15 سال رہے۔ پھر جناب چچا صاحب غلام قادر صاحب کے کہنے کے مطابق ہمارا قافلہ پھر ایک دفعہ چک 97 نہر فتح (بہاولپور روانہ ہو گیا۔ پھر تقریباً 15 یا 16 سال وہاں ہم مقیم رہے پھر ایک دفعہ جناب والد صاحب بہت سخت بیمار ہو گئے اور انکا پیشاب بند ہو گیا۔ چار ماہ کا عرصہ ملتان نشتر ہسپتال رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ نور احمد اپنے بھائیوں کے نزدیک ہو جاؤ۔ لہٰذا ہم کچہ کھوہ ضلع ملتان آگئے۔ پھر اوکاڑا کے موضع دھنی رام جہاں زمین لی ادھر محمد عارف کو چوٹ لگ گئی۔ زمین فروخت کی اوکاڑا آئے یہاں کچھ عرصہ قیام کیا پھر سمبڑیال آگئے۔ ابھی ادھر ہی ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین جناب نور احمدؒ اور مسعودہ ہاشمیؒ کی دعاؤں اور تربیت سے انکی اولاد سے بچوں نے تعلیمی میدان میں جو کارکردگی دکھائی۔ ماشأاللہ (ربنا یرفع الدرجات)

تعلیمی قابلیت و فنون

محمد عارف (ریٹائرڈ ٹیچر)

محمد طاہر (ریٹائرڈ ٹیچر)

محمد محسن (ریٹائرڈ ٹیچر)

محمد احمد (گولڈ میڈیلسٹ علومِ شریعہ)

پوتے

حافظ محمد محبوب اللہ (ایم فل میتھ / ٹیچر)

محمد حسان (ایم فل کمپیوٹر سائنس / ٹیچر)

محمد عبداللہ (ایم ایس سی میتھ / ٹیچر)

محمد انس (بی ایس میتھ جاری۔۔۔)

محمد طلحہ (بی ایس میتھ جاری۔۔۔/پولیس کانسٹیبل)

نواسے

ڈاکٹر شفقت رسول (پی ایچ ڈی / جونئیر انسپیکٹر ٹریفک پولیس)

محمد بلال (ایم فل اسلامک سٹڈیز / لیکچرر)

مزمل حسین (ایم ایس سی فزیکل ایجوکیشن / ٹیچر)

غلام جیلانی (ایم ایس سی زووالوجی / ٹیچر)

جواد احمد (ایم اے انگلش)

پوتیاں اور نواسیاں

رضوانہ بی بی (ایم اے ہسٹری)

رخشندہ بی بی (ایم اے ایجوکیشن)

فرواضو وقار (ایم اے انگلش)

زہرہ بتول (بی ڈی ایس ڈینٹل ڈاکٹر جاری۔۔۔)

حرا جاوید (ایم اے انگلش)

بارعہ احمد (ایم اے انگلش جاری۔۔۔)

الحمد للہ ایک دو کو چھوڑ کر سب بندہ ناچیز کے تلامذہ ہیں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الزَّاهِدِ * رَسُولِ الْمَلِكِ الصَّمَدِ الْوَاحِدِ * صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً دَائِمَةً إِلَى مُنْتَهَى الأَبَدِ * بِلاَ انْقِطَاعٍ وَلاَ نَفَادٍ * صَلاَةً تُنْجِينَا بِهَا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ وبِئْسَ الْمِهَادُ * اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَسَلِّمْ * صَلاَةً لاَ يُحْصَى لَهَا عَدَدٌ * وَلاَ يُعَدَّ لَهَا مَدَدٌ * اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلاَةً تُكْرِمُ بِهَا مَثْوَاهُ * وَتُبَلِّغُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الشَّفَاعَةِ رِضَاهُ * اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الأَصِيلِ * السَّيِّدِ النَّبِيلِ * الَّذِي جَاءَ بِالْوَحْيِ وَالتَّنْزِيلِ * وَأَوْضَحَ بَيَانَ التَّأْوِيلِ * وَجَاءَهُ الأَمِينُ سَيِّدُنَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِالْكَرَامَةِ وَالتَّفْضِيلِ * وَأَسْرَى بِهِ الْمَلِكُ الْجَلِيلُ * فِي اللَّيْلِ الْبَهِيمِ الطَّوِيلِ * فَكَشَفَ لَهُ عَنْ أَعْلَى الْمَلَكُوتِ * وَأَرَاهُ سَنَاءَ الْجَبَرُوتِ * وَنَظَرَ إِلَى قُدْرَةِ الْحَيِّ الدَّائِمِ الْبَاقِي الَّذِي لاَ يَمُوتُ * صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلاَةً مَقْرُونَةً بِالْجَمَالِ * وَالْحُسْنِ وَالْكَمَالِ * وَالْخَيْرِ وَالإِفْضَالِ * اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الأَقْطَارِ * وَصَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ وَرَقِ الأَشْجَارِ * وَصَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ زَبَدِ الْبِحَارِ * وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْأَنْهَارِ *
وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ رَمْلِ الصَّحَارِی وَالْقِفَارِ * وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ ثِقْلِ الْجِبَالِ وَالْأَحْجَارِ * وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ
أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ * وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْأَبْرَارِ وَالْفُجَّارِ * وَصَلِّ
عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا یَخْتَلِفُ بِهِ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ * وَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ صَلَاتَنَا
عَلَیْهِ حِجَابًا مِنْ عَذَابِ النَّارِ * وَسَبَبًا لِإِبَاحَةِ دَارِ الْقَرَارِ * إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِیزُ الْغَفَّارُ * وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِینَ * وَذُرِّیَّتِهِ الْمُبَارَكِینَ * وَصَحَابَتِهِ الْأَكْرَمِینَ * وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ
الْمُؤْمِنِینَ * صَلَاةً مَوْصُولَةً تَتَرَدَّدُ إِلٰی یَوْمِ الدِّینِ * اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْأَبْرَارِ * وَزَیْنِ الْمُرْسَلِینَ
الْأَخْیَارِ * وَأَكْرَمِ مَنْ أَظْلَمَ عَلَیْهِ اللَّیْلُ وَأَشْرَقَ عَلَیْهِ النَّهَارُ * اللّٰهُمَّ یَا ذَا الْمَنِّ الَّذِی لَا یُكَافٰی
امْتِنَانُهُ * وَالطَّوْلِ الَّذِی لَا یُجَازٰی إِنْعَامُهُ وَإِحْسَانُهُ * نَسْأَلُكَ بِكَ وَلَا نَسْأَلُ بِأَحَدٍ غَیْرِكَ * أَنْ تُطْلِقَ
أَلْسِنَتَنَا عِنْدَ السُّؤَالِ * وَتُوَفِّقَنَا لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ * وَتَجْعَلَنَا مِنَ الْآمِنِینَ یَوْمَ الرَّجْفِ وَالزَّلَازِلِ *
یَا ذَا الْعِزَّةِ وَالْجَلَالِ * أَسْأَلُكَ یَا نُورَ النُّورِ * قَبْلَ الْأَزْمِنَةِ وَالدُّهُورِ * أَنْتَ الْبَاقِی بِلَا زَوَالٍ * الْغَنِیُّ بِلَا
مِثَالٍ * الْقُدُّوسُ الطَّاهِرُ * الْعَلِیُّ الْقَاهِرُ * الَّذِی لَا یُحِیطُ بِهِ مَكَانٌ * وَلَا یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَمَانٌ * أَسْأَلُكَ
بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی كُلِّهَا * وَبِأَعْظَمِ أَسْمَائِكَ إِلَیْكَ * وَأَشْرَفِهَا عِنْدَكَ مَنْزِلَةً * وَأَجْزَلِهَا عِنْدَكَ ثَوَابًا *
وَأَسْرَعِهَا مِنْكَ إِجَابَةً * وَبِاسْمِكَ الْمَخْزُونِ الْمَكْنُونِ * الْجَلِیلِ الْأَجَلِّ * الْكَبِیرِ الْأَكْبَرِ * الْعَظِیمِ
الْأَعْظَمِ * الَّذِی تُحِبُّهُ وَتَرْضٰی عَمَّنْ دَعَاكَ بِهِ وَتَسْتَجِیبُ لَهُ دُعَاءَهُ * أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ
الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ *

الٰہی بخشؒ

جناب محمد علیؒ صاحب کے چوتھے بیٹے تھے۔آپ نہایت پابند نماز و روزہ تھے۔ کتنی ہی سردی ہو یا گرمی روزہ کبھی قضا نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ عید کا چاند ہو گیا جب گھر کے افراد نے عید مبارک دی اور کہا کہ آج روزہ نہیں ہے تو فرمانے پہلے مجھے سحری کھائی کیوں تھی۔ خیر دونوں بھائیوں اور دیگر گھر کے افراد نے

بہت کچھ کہا پھر کافی دیر کے بعد روزہ توڑا اور نماز عید پڑھی۔ بہت ہی سادہ طبیعت رکھتے تھے اور ان کی شادی بھی والدہ صاحبہ کی ہمشیرہ فاطمہ بی بی جو کہ والدہ سے چھوٹی تھیں ان سے ہوئی۔ لیکن نکاح کے چند ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر ساری عمر ویسے ہی انہوں نے گذار دی اور آپ لاولد ہی تھے۔ ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہم چچا بھتیجا اکٹھے چارہ وغیرہ لینے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں چارہ لینے گئے میں چادر میں چارہ ڈال کر اپنے سر پر رکھا اور گھر آگیا۔ بعدہ مجھے تلاش کرتے رہے جب نی ملا تو انہوں نے مجبوراً اپنے تہبند میں چارا ڈالا اور گھر آگئے اس وقت قمیص بڑی لمبی ہوتی تھی پھر تو میری سختی آگئی اور درانتی لیکر میری طرف لپکے کہنے لگے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ والدہ صاحبہ نے جب دیکھا کہ تہبند میں چارا باندھا ہوا ہے تو انہوں نے تہبند دیا کہ اسے باندھ لو۔ جب چچا جان کا غصہ کم ہوا تو پھر راضی ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں اپنی بہنون کا کیا منہ دکھاتا۔ بغیر تہبند گھر آیا راستے میں مجھے بڑی شرم آئی۔

ایک دفعہ انکو ایک عورت جو کہ کھرل قوم کی تھی نے کہا الٰہی بخش آج بارش ہو تو تیرا منہ کھنڈ اور چینی سے بھر دوں گی۔ قدرت خدا سے وہ ابھی گھر نہیں پہنچی تھی کہ بارش شروع ہو گئی اور وہ راستے میں بھیگ گئی۔ اسی طرح ایک حجام آپ سے جھگڑ پڑا آپ نے اسے کچھ ایسے الفاظ کہے کہ وہ اپنے مکان گر پڑا۔ ابتدائی ایام میں ان کی زبان بہت سیف تھی۔ آخری وقت میں انہوں نے اپنا مقام دیکھ کر تمام کو باغ کی خوش خبری دی کہ بہت ہی اچھا باغ ہے۔ ان کا وصال بھی ہو چکا ہے۔ ان کی قبر قادر آباد کے قبرستان میں ہے۔ جو نہر کے نزدیک ہے۔

شجرہ الٰہی بخشؒ

آپ لاولد تھے

غلام قادرؒ

جناب محمد علیؒ صاحب کے پانچویں بیٹے جناب مولانا مولوی غلام قادرؒ ہیں۔آپ بہت جید عالم دین ہیں اور پیر بھی ہیں۔ دینی تعلیم آپ نے مولانا سراج الحقؒ صاحب سے حاصل کی مولانا بہت زبردست عالم فاضل تھے۔آپ کو بچپن ہی سے جماعت کرانے کا شوق تھا۔ایک دفعہ سکول نی گئے تو بڑے بھائی جناب غلام رسولؒ نے سزا دی۔آپ نے پانچ جماعت پڑھی تھیں۔آپ کا خط اردو و عربی بہت ہی اچھا تھا۔ بندہ کو بھی ابتدائی تعلیم آپ نے ہی دی تھی۔آپ از حد شریعت کے پابند تھے۔ باوجود پیرانی سالی آپ خود نماز پڑھا تے رہے۔آپ کے مریدین کافی ہیں۔آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے ملی ہوئی تھی جو کہ مولانا سراج الحقؒ کرنال والوں سے حاصل ہوئی تھی۔آپ نہایت علام با عمل ہیں۔ بندہ کے حقیقی چچا لگتے ہیں۔چندر کوٹ میں آپ کا آستانہ ہے۔آپ نے زمین بھی کافی

لی ہوئی ہے۔ اچھے خاصے زمین دار بھی ہیں۔آپ کا صرف ایک بیٹا ہے جن کا نام محمد صدیق ہے۔اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ایک زہرہ بی بی اور دوسری رضیہ بی بی

ایک دفعہ جناب چچا جان نے مجھے ایک وظیفہ بتایا جس کے پڑھنے میں بہت فائدہ ہوا۔آپ نے ساری زندگی دینی تعلیم دینے میں صرف کر دی اور کئی حفاظ کرام بنائے۔اب بھی حفاظ کرام قرآن کریم حفظ کرتے ہیں۔ اب ان کی نگرانی ان کے بیٹے محمد صدیق صاحب کر رہے ہیں۔ وہ بھی عالم دین ہیں اور حافظ قرآن ہیں بہت نیک ہیں۔

جناب مولوی صاحب کی دور نزدیک گاؤں میں بہت مشہوری ہے۔آپ کا قیام چک 415 ج۔ب چندر کے میں ہے جو کہ گوجرہ منڈی سے تقریباً 10 میل کے فاصلے پر ہے۔ چونکہ دادا جان بھی اسی گاؤں میں رہے ہیں اور پھر چچا جان نے بھی ساری زندگی وہاں ہی گذاری ہے۔اب ماشاْاللہ خاصے بڑے زمین دار

ہیں۔ تقریباً 20 ایکڑ کے مالک ہیں۔ زمین قادر آباد کے بلکل قریب ترپلیا کے قریب ہے۔ اور بڑی زرخیز ہے۔ اچھی نقد آور فصلیں دیتی ہے۔ اللہ کریم اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

شروع ہی سے حکمت کا کاروبار کرتے رہے ہیں۔ نہایت متمول زندگی گذار رہے ہیں۔

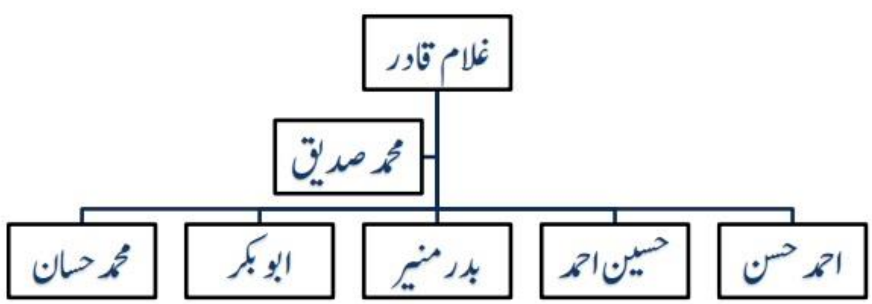
اب یہ کام ان کے صاحب زادے محمد صدیق صاحب کرتے ہیں۔ محمد صدیق صاحب کی اولاد

بیٹے: احمد حسن، حسین احمد، بدر منیر، ابو بکر، محمد حسان

بیٹیاں؛ صفورہ بی بی، ثوبیہ

(نور احمدؒ)

شجرہ غلام قادرؒ



کرم الٰہیؒ

الٰہی بخشؒ کے ایک اور بیٹے کرم الٰہی تھا۔آپ بڑے نیک اور پارسا تھے۔اللہ کی یاد میں وقت گذارتے اور صبر سے زندگی گذارتے تھے۔جناب کرم الٰہی بخش صاحب کے ایک بیٹے اور ایک بیٹی ایمنہ بی بی تھا۔

جناب محمد اعظم صاحب کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹوں کے نام ضیأالحق اور محمد ریاض تھے۔ محمد ریاض صاحب جوانی میں ہی انتقال فرما گئے۔اور بیٹیوں میں مقبول بی بی اور صفیہ بی بی ہیں۔

ضیأالحق صاحب کی شادی اپنے حقیقی ماموں جناب محبوب عالم صاحبؒ کے گھر ہوئی جنکا نام عزیز بی بی تھا۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، بیٹے انوار الحق اور محمد علی ہیں آجکل اوکاڑا میں ہیں۔ جبکہ بیٹاں فاطمی بی اور سعدیہ بی بی ہیں۔

جناب حکیم محمد اعظم ساحب بہت بڑے عالم و فاضل عربی و فارسی ہیں۔انہوں نے تعلیم ایک بہت بڑے عالم مولانا مولوی خدا بخش سے حاصل کی تھی۔استاد مولانا خدا بخش کے بارے مشہور ہو گیا تھا کہ وہ قوم جنات میں سے تھے۔ بہت بڑے فاضل اور 14 علوم کے حافظ تھے۔ مقبول پور میں انکی قبر تھی۔ سنا ہے کہ انکی عمر 500 سال تھی۔آپ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں کئی سال درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔آپ کیمیا اور دیگر علوم کے ماہر تھے۔تورات، انجیل اور زبور بھی انہیں زبانی یاد تھیں۔
جناب مولانا مولوی محمد اعظم صاحب نے دینی تعلیم ان سے حاصل کی تھی۔ کیونکہ آپ کے والد کی وفات ہو گئی تھی اس لئے آپکی والدہ نے ہی تعلیم دلوائی تھی۔ بڑے بڑے عالم جناب محمد اعظم ساحب کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔ کیونکہ آپ علم صرف و نحو کے بہت بڑے عالم تھے۔اوکاڑا میں آپ مولانا غلام علی اکاڑویؒ سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ مولانا صاحب آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ ساتھ تھا۔ مولوی صاحب نے آپ کا وضو خود کروایا تھا۔ حالانکہ شاگرد بھی انکے ہمراہ تھے۔آپکی بیوی کا انتقال

جوانی میں ہو گیا تھا وہ ہماری حقیقی پھوپھی تھیں ان کا نام حسین بی بی تھا۔ نہایت پارسا اور نیک طبیعت کی مالک تھیں۔آپ نہایت صابرہ تھیں۔

ہاشمی ہونے کی توثیق

جناب محمد اعظم صاحبؒ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ میں حبیب پور آیا تو رستے میں نالہ پلکھو بہتا تھا۔ فرمانے لگے کہ میں بیگو والا اتر کر حبیب پور جا رہا تھا جب نالہ کے اوپر پہنچا تو اندھیرا کافی ہو گیا تھا۔ایک جگہ مجھے اچھی لگی میں عنقریب تھا کہ اس جگہ سے نالہ عبور کرتا کہ اچانک ایک طرف سے ایک بابا جی ہاتھ میں 9 یا دس ہاتھ لمبا بانس لئے ہوئے آئے، مجھے میرے نام سے بلایا کہنے لگے تمہاری والدہ کا نام یہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ان کو میرا اور میری والدہ کا نام کیسے پتا چلا۔ انہوں نے کہا میرے اللہ نے بتایا ہے۔

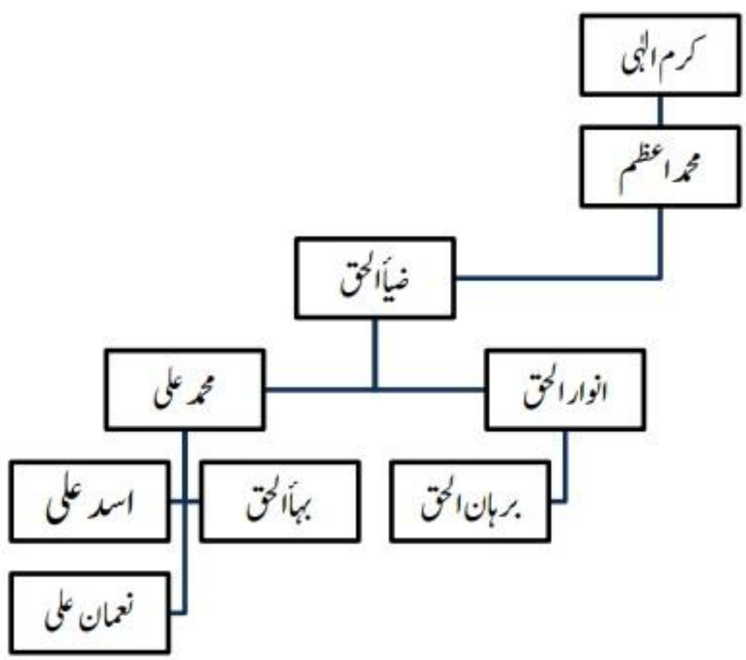
دیکھو جس جگہ سے تم نے نالہ کو پار کرنا تھا میرے ہاتھ میں یہ بانس ہے پھر اس جگہ انہوں نے بانس پانی میں ڈبویا تو بانس سے پانی زیادہ تھا اگر اس جگہ سے پار کرتے تو ڈوب جاتے۔ تمہارا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ بانس کے سرے کو مظبوطی سے پکڑ لو۔ لیکن آنکھیں بند رکھنا۔آنکھیں نہ کھولنا اور میرے پیچھے چلے آؤ چند منٹ میں ہم پانی پار کر گئے تو پوچھا حضرت آپ کون ہیں۔اتنا فرمایا کہ جاؤ تمہارا اللہ حافظ اور فرمایا میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ حضور ﷺ کے تم قرابت دار ہو اور ہاشمی ہو لہٰذا میں تمہاری مدد کو پہنچا ہوں۔ میری طرف نہ دیکھنا اور وہ غائب ہو گئے یعنی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرا چھوٹا بیٹا محمد ریاض فوت ہو گیا میں اس کے غم میں ہر وقت روتا رہتا تھا کیوں کہ وہ بہت ہی نیک سیرت تھا۔ میں اس وقت چک 18 جی ڈی میں رہتا تھا۔ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ محمد اعظم سے کہو کہ روتا کیوں ہے۔ صبر کرے ہر ایک نے موت کا ذائق چکھنا ہے۔اپنے رب کو یاد

کرے اور اسے کہنا کہ میرے پیچھے نہ آئے میری رفتار بہت ہی تیز ہے۔ کہنا میں وہی ہوں جو نالہ پلکھو پر ملا تھااور نالہ عبور کروایا تھا۔

یہ بلکل سچے واقعے ہیں ان واقعات سے ہاشمی ہونے کی توثیق ہوئی۔

شجرہ کرم الٰہی



1

فضل الٰہیؒ

الٰہی بخش صاحب کے چوتھے بیٹے تھے۔ان کے تین بیٹے تھے۔ جن کے نام ولی محمد، رحمت اللہ اور محمد عالم اور ایک بیٹی جس کا نام خدیجہ بی بی اور دوسری کا نام احمد بی بی تھا تیسری کا نام یاد نہیں۔

ولی محمد کی شادی مولوی غلام رسولؒ صاحب کی بیٹی انور بی بی سے ہوئی ان سے مسعود احمد، محمد یونس اور ایک بیٹی زبیدہ بی بی ہوئی۔

پھر کچھ مدت کے بعد ولی محمد صاحب نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ فقہ حنفی کے مطابق ان سے طلاق لے لی گئی اور انور بی بی کی شادی ولی محمد کے بھائی مولوی رحمت اللہ صاحب سے ہو گئی۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی ایک بیوی پہلے بھی تھی جو مولوی رحمت اللہ صاحب سے پہلے ہوئی تھی ان سے رحمت اللہ صاحب کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی ان کا نام عائشہ بی بی تھا۔ پھر اس دوسری بیوی سے جو کہ انور بی بی تھیں سے محمد یوسف، محمد افضل اور محمد اقبال پیدا ہوئے۔ چک لاہوریانوالہ میں آپ دینی تعلیم دیتے رہے۔

قرآن و فقہ سے لوگوں کو روشناس کراتے رہے۔آپ نہایت نیک سیرت اور نیک صورت تھے۔ خوش الحان بہت تھے۔ امامت کا کام آپ نے آخری دم تک کیا۔ اب ان کے بڑے بیٹے محمد یوسف صاحب یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

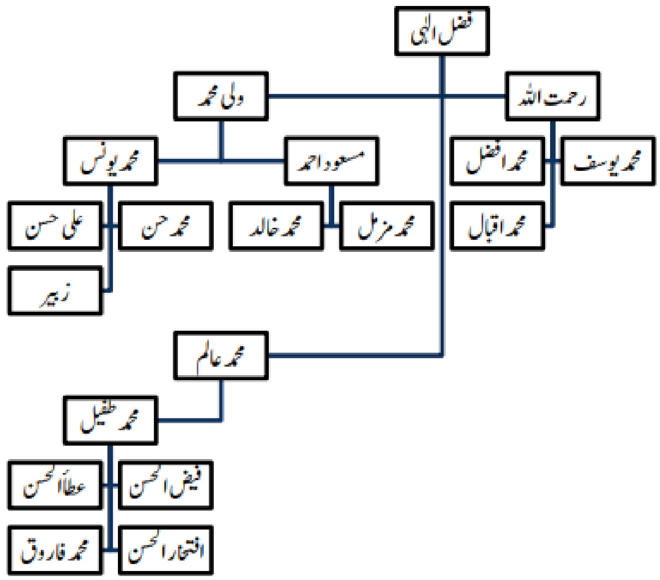
دونوں میاں بیوی انتقال فرما چکے ہیں اور لاہوریانولہ کے قبرستان میں مدفن ہیں۔

جناب فضل الٰہی صاحب کے تیسرے صاحبزادے کا نام محمد عالم تھا ان کی بیوی ممتاز بی بی تھیں ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام محمد طفیل تھا۔ محمد طفیل ابھی بچہ ہی تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ محمد طفیل نے اپنے

باپ کو نہیں دیکھا۔ جناب محمد عالم صاحب نہایت ہی نیک اور پارسا شخص تھے۔آپ اچھے درزی تھے ہر وقت مسکراتے رہتے۔ کسی سے بھی غصہ نہیں کیا۔ بندہ سے وہ بہت انس رکھتے تھے اور محبت کرتے تھے، ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ ان کی وفات کے بعد ممتاز بی بی کی شادی بڑے بھائی کے لڑکے مولانا مولوی مسعود احمد سے ہوئی۔ مسعود احمد سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔لڑکوں کے نام محمد مزمل اور محمد خالد جب کہ لڑکیوں کے نام شمیم بئ بی، خالدہ بی بی، شہناز بیگم، اور فردوس بی بی ہیں۔

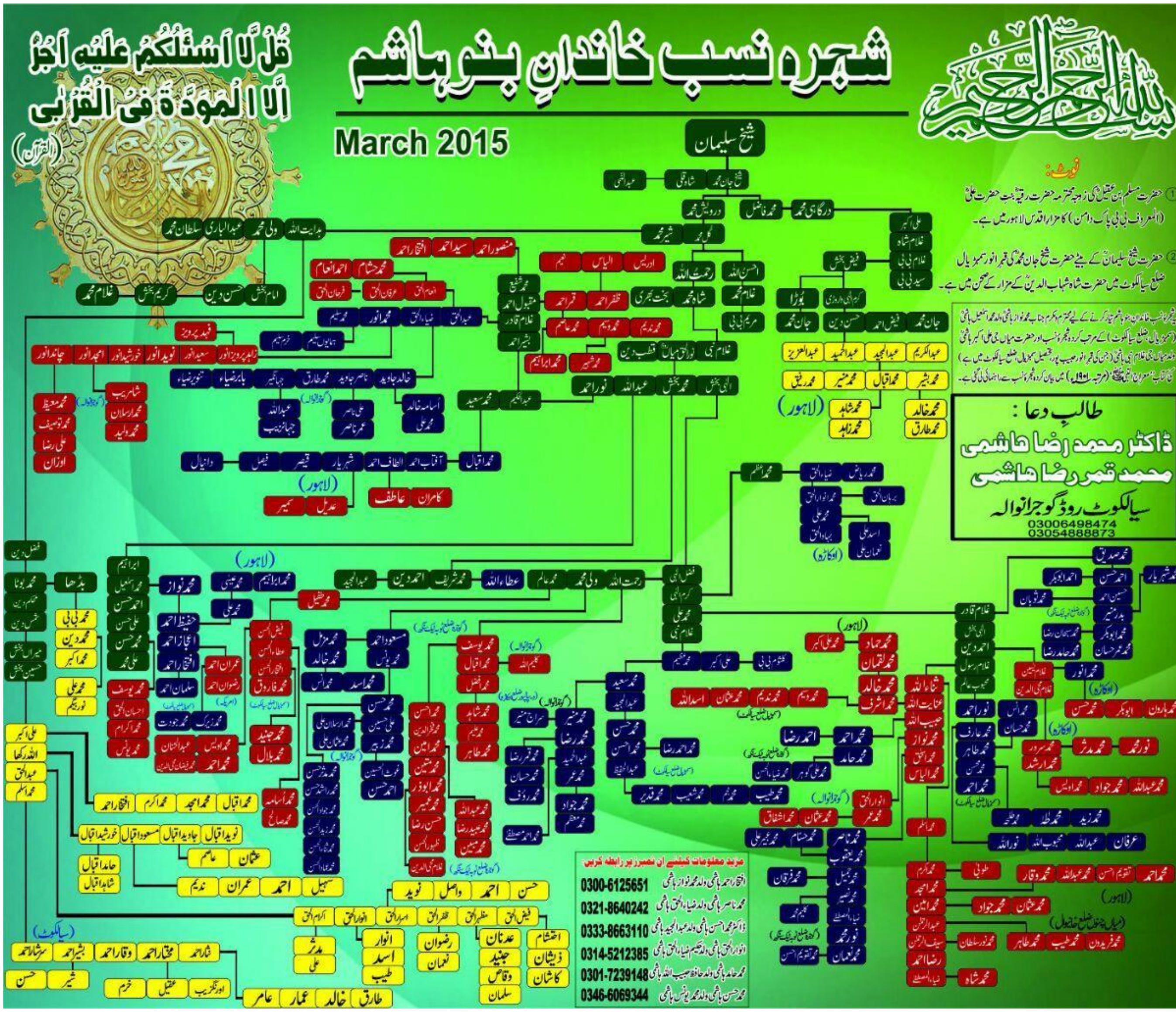
جناب محمد عالم صاحب کے لخت جگر محمد طفیل صاحب کی شادی جناب عنائت اللہؒ صاحب کی صاحب زادی ساجدہ بی بی سے ہوئی۔ جن سے محمد طفیل صاحب کے چار بیٹے فیض الحسن، عطاألحسن، افتخار الحسن اور محمد فاروق ہیں۔اور بیٹیوں کے نام شہزادی، امینہ، سمیرہ اور ریحانہ بی بی ہیں۔

شجرہ فضل الٰہی



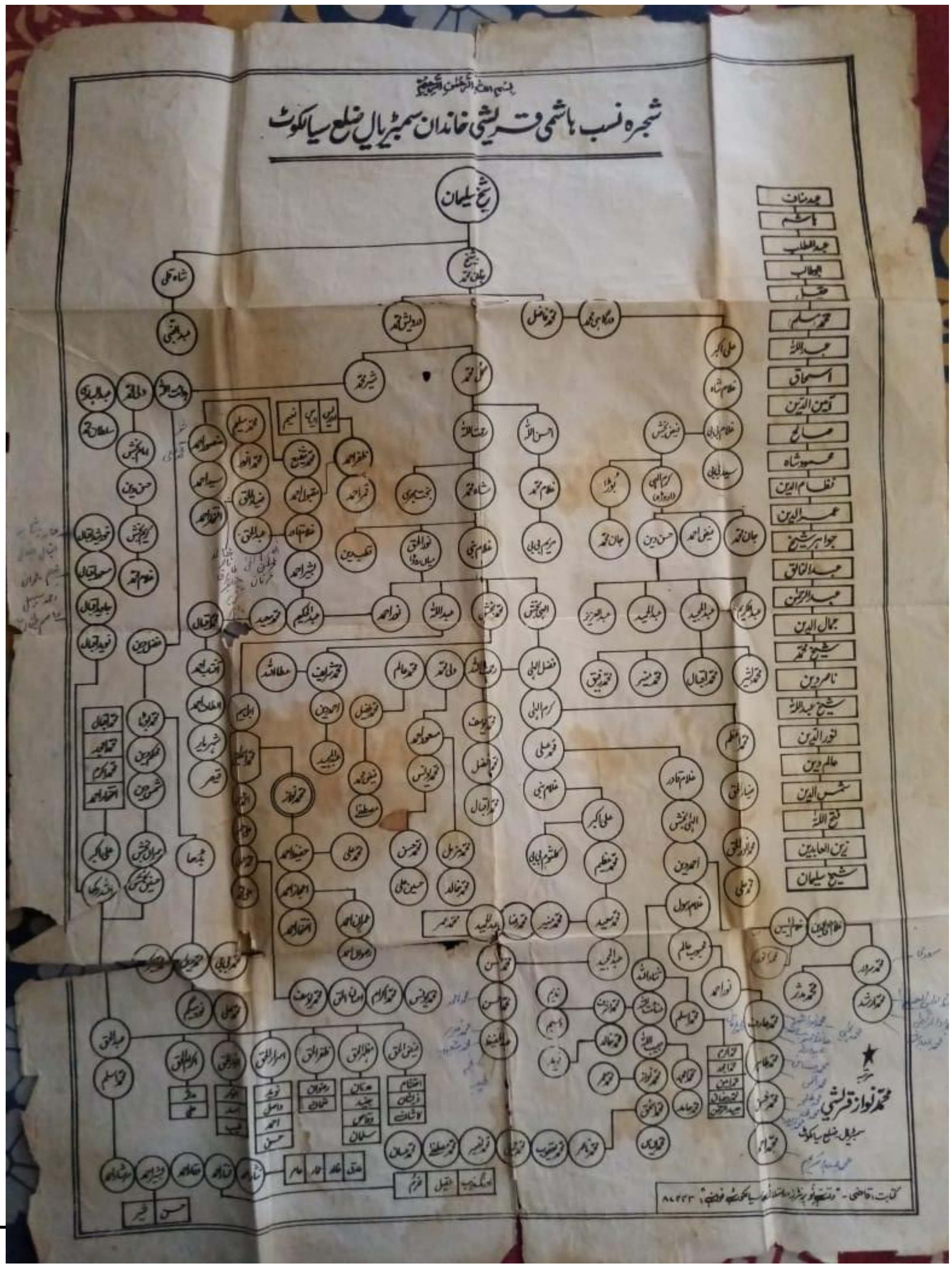
ابھی بہت سے بزرگوں کے حالات لکھنے کی ضرورت ہے۔ ہر لڑی اپنے اپنے بزرگوں کے حالات اب خود لکھ لے گی۔ تاکہ سکہ بند واقعات اور تاریخ ہر ایک کے پاس بطور اثاثہ ہو۔ اور وہ اپنی آنے والی نسلوں کو ان سے روشناس کر سکے۔

آخر میں میں برادر عزیز جناب ڈاکٹر محمد رضا ہاشمی صاحب کا تیار کردہ شجرہ لف کر رہا ہوں اس میں رنگ کی ذرا پرابلم ہے اگر دوبارہ اسے سادہ کلر میں شائع کیا جائے تو بہترین ہے۔ غالباً انہوں نے اسے اپنے بیٹے جو کہ کمپیوٹر کا اچھا درک رکھتے ہیں سے بنوایا تھا۔ کافی مہارت سے بنا ہو گا۔ ماشاَاللہ۔ وہ درج کر رہا ہوں۔
شکریہ


شجرہ نسب خاندانِ بنو ہاشم
March 2015
قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى
(القرآن)
شیخ سلیمان
نوٹ:
1 حضرت مسلم بن عقیلؓ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت حضرت علیؓ (المعروف بی بی پاک دامن) کا مزار اقدس لاہور میں ہے۔
2 حضرت شیخ سلیمانؒ کے بیٹے حضرت شیخ جان محمدؒ کی قبر انور سموؤیال ضلع سیالکوٹ میں حضرت شاہ شہاب الدینؒ کے مزار کے صحن میں ہے۔
طالبِ دعا:
ڈاکٹر محمد رضا ہاشمی
محمد قمر رضا ہاشمی
سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ
03006498474
03054888873
مزید معلومات کیلئے ان نمبرز پر رابطہ کریں
افتخار احمد ہاشمی ولد محمد نواز ہاشمی 0300-6125651
محمد ناصر ہاشمی ولد ضیاء الحق ہاشمی 0321-8640242
ڈاکٹر محمد احسن ہاشمی ولد عبدالمجید ہاشمی 0333-8663110
انوار الحق ہاشمی ولد حکیم ضیاء الحق ہاشمی 0314-5212385
محمد حامد ہاشمی ولد حافظ حبیب اللہ ہاشمی 0301-7239148
محمد حسن ہاشمی ولد محمد یونس ہاشمی 0346-6069344

شجرہ ایک مختصر تاریخ ہوتا ہے

آئیں ایک اور بزرگ جناب محمد نواز قریشی صاحب کا بنایا ہوا شجرہ دیکھیں



میاں جی اکبر علیؒ کا لکھا شجرہ جو معنون ہے ان کے والد گرامی کے نام

شجرہ عالیہ قریشیہ جناب مولانا مولوی غلام نبی صاحب قوم قریشی

از تصنیف خاکسار علی اکبر

یارب بحق مصطفیٰ کاں شد شاہ انبیا
عوض صدیق یار وفا دیگر عمر کان حیا
یارب بحق فاطمہ بالخیر گردد خاتمہ
برکت حسن ولی ثانی حسین ابن علیؓ
مارا بحق آن زبلا منزل کہ گردد از سما
عوض خدیجہ عائشہ مارا زجرم فاحشہ
حضرت زاہل البیت شان کان زنیتان دو جہان
این نادرین مومنان برامتان مہربان
یارب بحق شاہ دین حرمت ہمہ علمائے دین
کین شجرۂ عنقم کنم آن صاحب عالی ہمم
اسمش غلام النبی دان صاحب قریش قوم آن
دوئم محمد علی است خورد داخی نامش گفت
کریم النبی شد اخی در طاعت سرور نبی
فضل الٰہی را بدان اخوان چہارم ای جوان
حضرت غلام النبی را بدان مکرم پیشوا
این پاراخوان ... سان ابن الٰہی بخش دان
کین رہبر راہ بودہ اند ہم کامل وفاضل شدند
اول محمد بخش خوان اخوان ایشان اے جوان
دوئم عبداللہ اخی بشمار کہ بودہ ...

مارا زجرم کن رہا ذات تو بے شک قدیر
آن سوم عثمان باسخا رابع علی حیدر امیر
خیر النسا این فاطمہ فرمودہ شاہ خبیر
اعدائے مارا کجا یا بانیٔ بدر منیر
عوض لحاظ آن ہدا کہ اسمش محی الدین پیر
میدار دوریٔ بادشاہ بفضل خود مار از زیر
برآن نبی شد مہربان حافظ لقا نار سعیر
این مالک باغ جنان ہم والی وامت کثیر
گوید علی اکبر حسین از لحن داؤدی لفیر
کاں ماہر علم نقش اے ملتجی وادیب گیر
این مرد اللہ شد عیان در دین میدارد توقیر
وارد غرایب این صفت اے صاحب عقبیٰ اسیر
میدان این سوئم تقی اے سالک مرد فقیر
ارابع اخی کردم بیان لیکن سہ اند عمر صغیر
شد از ولایت این غنا ہم بود اخوان کبیر
یارب بحق نام شان وحشت قبر را دور گیر
لیکن چہار اخوان بدانا حضرات این حسن عشیر
دین از گروہ پارسان بود بہت لایق مرد پیر
این بود از سالک سخی اکرم عیان اینجا بعصہ

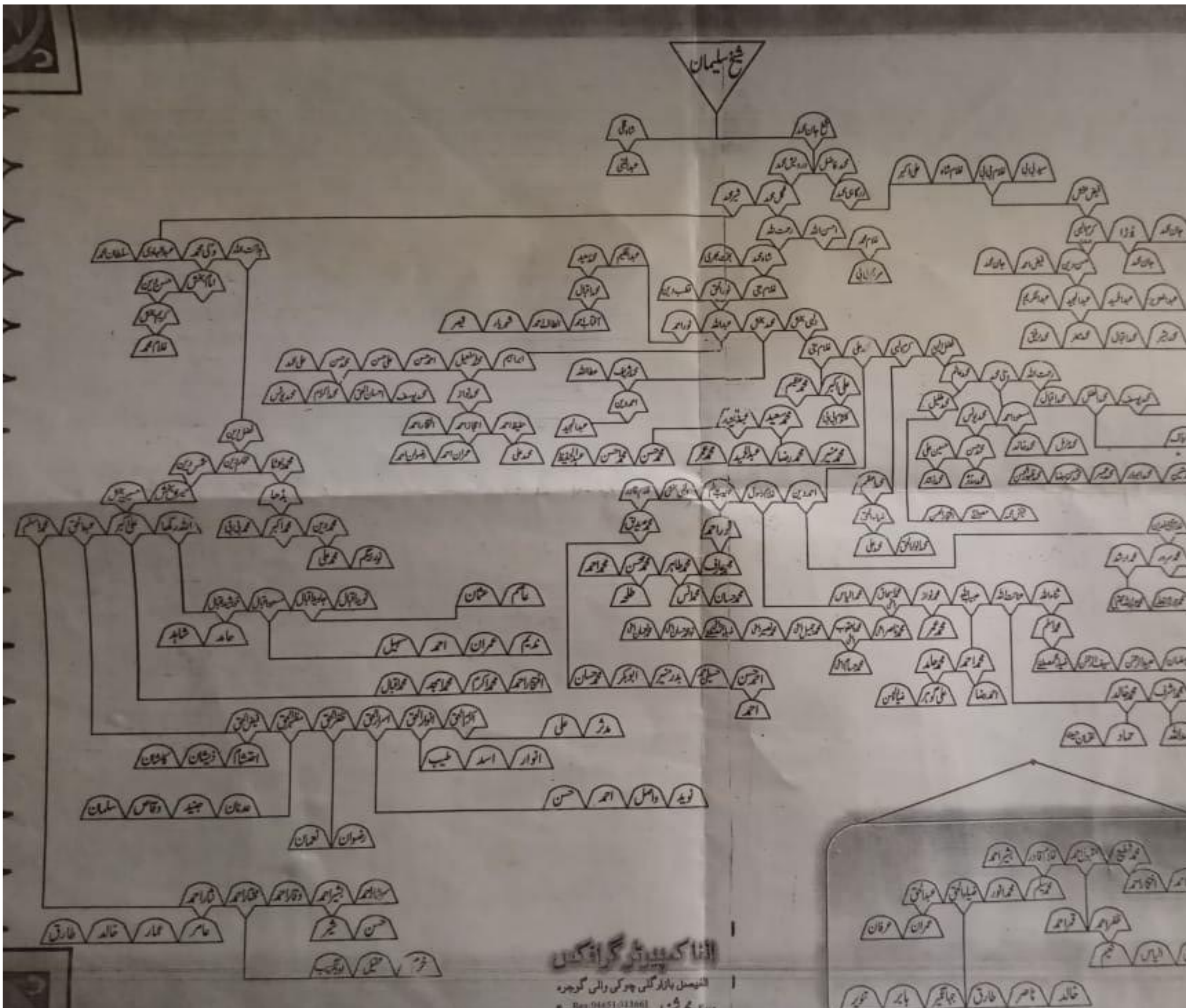
سویم کہ نور احمد بدان پیوستہ با حب اخوتان
بودند این اراولہ پس این شیخ نور الحق اجبر
این شاہ محمد را ابن دین گل محمد را ابن
شد طفل این اے کمترین درویش محمد ترین
ویں پسر شد از سلیمان اے رفیق مقبلان
این ولد زین العابدین این بن فتح اللہ ولی
این ابن عالم دین خوان این ابن نور الدین کمال
این ابن ناصر دین شہیر این شیخ محمد سید سر
آن ابن بدر عبد الرحمن غم خوار حمایہ مومنان
این ابن عبد الخالق ہم عاشق و ہم صادق
این بن جواہر شیخ دان اے عندلیب بوستان
این شد ولد محمود شاہ این ابن صالح داد خوا
این ابن اسحاق شد ہم این ابن عبد اللہ ع
این بن ابو طالب بخوان این ابن عبد المطلب است
من آنکہ کردستم خطا یا سہو یا عمدا گر روا
ایمان بدہ عشقم بدہ رسوا بدہ کشر کم بدہ
یارب عوض این خاندان حل مشکلاتم در زمان
یارب برائے مصطفےٰ کان والئ شاہ و گدا
سعی و نہ ضم کردہ ام بزبان پارسی این نظم
در نظم حمایہ سفت اصغر علی اکبر بابت

بکشایا این کارکہ بان یہ کمنت نبی سرور بشیر
شاہ شیخ رہ دا شتہ بہ در دقیقت نام گیر
اے یار من کردم سخن پیران کہن را یادگیر
ہم این ولد شد ماہر و از جہان بیر نظیر
تو یاد کن با دوستان تا افزایدت پیشتر بر
این ابن شمس الدین بین اے حیات صحبت فقیر
این ابن شیخ عبد اللہ دان مسند فردوس نسیر
از ابن جمال الدین گہر اکمل مشایخ دستگیر
کردم بہ پیش تو بیان از رہ دانائی اسیر
دانائے عرض حاذق مفلائے گشتہ بہ زنجیر
این ولد عمر الدین بدان این بن نظام الدین ...
این بن امین الدین بادا اے صاحب بدر منیر
این بن محمد مسلم این بن محمد پیر
این شیخ بن ہاشم ... بالا نیر
نواز برائے مصطفےٰ کن عفو اے رب قدیر
سختی کشیدم شل زرہ چو چشم آسا آب شعیر
مارا رہا کن نار زان نار آنکہ باشد در سعیر
عرفان مارا کن عطا بینم نور تو منیر
آنکہ کرم کن بخت ... تو شجرہ بگیر
چہ شجرہ افتح گفت گوید قلب عبرت سپاریہ

تتمہ

۸

ایک اور طریقہ سے دیا گیا شجرہ



اختتامیہ

ملخص وشکر

يقدّم هذا السجل العائلي جذور عائلتنا وتضحياتها وذكرياتها المشتركة بصورة منظمة. قصص الماضي تعرّفنا على هويتنا وقيمنا وتكون دليلاً للأجيال القادمة. نشكر الأجداد الذين أسسوا هذا البيت وبذلوا الجهد والمحبة لتمهيد الطريق للأجيال اللاحقة.

درس ومسؤولية

هذا السجل ليس مجرد وثيقة تاريخية بل هو واجب علينا. يجب أن نعمل على تقوية الروابط، ونحافظ على التقاليد، وننقل للأجيال القادمة القيم التي تميّز عائلتنا. كل قصة فردية جزء من هويتنا المشتركة؛ لذا تذكّروا أن الاحترام والتعاون هما الإرث الحقيقي لعائلتنا.

رسالة للمستقبل

لنجعل هذا السجل منارة للمستقبل: شاركوا المعرفة، احفظوا الذكريات، وعلّموا الأجيال القادمة الدروس التي تقوّينا. حفظ تاريخ العائلة حيّاً هو مسؤوليتنا الجماعية وفيه تكمن نجاحاتنا الحقيقية.

خلاصه و سپاس گزاری

این شجره نامه ریشه ها، فداکاری ها و خاطرات مشترک خانواده مان را به صورت منظم ارائه می دهد. داستان های گذشته ما را با هویت و ارزش ها یمان آشنا می کند و برای نسل های آینده راهنما خواهد بود. از بزرگان خانواده که بنیاد را نهادند و با تلاش و محبت راه را برای آیندگان هموار کردند سپاسگزاریم.

درس و مسئولیت

این شجره نامه تنها یک سند تاریخی نیست بلکه یک مسئولیت است. باید روابط را تقویت کنیم، سنت ها را زنده نگه داریم و ارزش هاي را كه خانواده مان را متمایز می سازد به نسل های بعد منتقل کنیم. هر داستان فردی بخشی از هویت جمعی ماست؛ بنابراین احترام و همکاری میراث واقعی خانواده است.

پیام برای آینده

بیایید این شجره نامه را چراغ راه آینده کنیم: دانش را به اشتراک بگذارید، خاطرات را حفظ کنید و درس هاي را به نسل های بعد بیاموزید که ما را قوی تر می سازد. زنده نگه داشتن تاریخ خانواده مسئولیت جمعی ماست و در آن موفقیت حقیقی نهفته است.

آخری کلام

خلاصہ اور تشکر

اس شجرہ نسب نے ہمارے خاندان کی جڑوں، قربانیوں اور مشترکہ یادوں کو ایک منظم صورت میں پیش کیا ہے۔ ماضی کی داستانیں ہمیں اپنی شناخت اور اقدار سے روشناس کراتی ہیں اور آئندہ نسلوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہم ان بزرگوں کا شکر ادا کرتے ہیں جنہوں نے خاندان کی بنیاد رکھی اور اپنی محنت و محبت سے آنے والی نسلوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔

سبق اور ذمہ داری

یہ شجرہ صرف ایک تاریخی دستاویز نہیں بلکہ ایک ذمہ داری بھی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم روابط کو مضبوط رکھیں، روایات کو زندہ رکھیں اور آئندہ نسلوں کو وہ اقدار منتقل کریں جو ہمارے خاندان کو ممتاز بناتی ہیں۔ ہر فرد کی کہانی اس مجموعی شناخت کا حصہ ہے؛ اس لیے یاد رکھیں کہ ایک دوسرے کا احترام اور تعاون ہی ہمارے خاندان کی اصل میراث ہے۔

آئندہ کے لیے پیغام

آئیں ہم اس شجرہ کو مستقبل کے لیے ایک مشعل راہ بنائیں: علم بانٹیں، یادیں محفوظ کریں اور اپنی آنے والی نسلوں کو وہ سبق دیں جو ہمیں مضبوط بناتے ہیں۔ خاندان کی تاریخ کو زندہ رکھنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے، اور اسی میں ہماری سچی کامیابی پوشیدہ ہے۔

تحقیق و ترتیب بندۂ ناچیز محمد طاہر ہاشمی غفر لہ ما تقدم وما تاخر

تاریخ

تاریخ و شجرہ قریشی ہاشمی: ایک معتبر تعارف

بنو ہاشم کے مخصوص اوصاف اور اخلاقیات



تقویٰ: بزرگی کی اصل بنیاد

خاندان میں بزرگی کا معیار محض نسب نہیں بلکہ ذاتی اخلاقی فضیلت اور اللہ کا ڈر (تقویٰ) ہے۔



نمایاں خاندانی عادات و خصائل

یہ خاندان سخاوت، مہمان نوازی، سادگی، محنت، بہادری اور رزقِ حلال کمانے میں اپنی مثال آپ ہے۔



ہاشم: سخاوت کا عنوان

جد امجد "ہاشم" کا نام ان کی سخاوت (روٹیاں توڑ کر شوربے میں ڈالنے) کی

علمی شناخت اور خاندانی جڑیں



جامع علمی و مذہبی شناخت

یہ خاندان محمدی، حنفی، ماتریدی، قادری اور سروری مشرب سے وابستہ ہے، جو ان کی گہری مذہبی جڑوں کو ظاہر کرتا ہے۔



بنو ہاشم کی تاریخی فضیلت

خانہ کعبہ کی حفاظت (سدانة) اور حجاج کو پانی پلانے (سقایہ) جیسے معزز عہدے قدیم دور سے اسی خاندان کے پاس رہے۔



شجرہ، ٹبر اور قبر: پہچان کی کسوٹی

اصلی سید کی پہچان مستند شجرہ نسب، خاندان میں رشتہ داریوں اور بزرگوں کے